وبالنجم هم یهتدون
نجم الہدیٰ
سوانح حضرت مولانا شیر علی صاحب

وبالنجم هم يهتدون

اور وہ ستاروں سے راہ پاتے ہیں

نجم الہدیٰ

سوانح حضرت مولانا شیر علی صاحب

کشف حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے۔اُس نے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل اور کدورت ان میں سے پھینک دی۔اور ہر ایک بیماری اور کوتاہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے۔اور ایک مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا۔مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا۔اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل کر کے پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور میں اُس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گیا۔

(تریاق القلوب صفحہ 95)

تذکرہ چوتھا ایڈیشن تاریخ کشف تخمیناً 1878ء

احمدی احباب کیلئے ۔

ورکنگ کمیٹی

نام کتاب : نجم الہدیٰ

مرتبہ : رقیہ بیگم بقاپوری

معاونین : ڈاکٹر محمد اسحاق بقاپوری

: محمد یعقوب بقاپوری

: محمد ادریس بقاپوری

: محمد سلیمان بقاپوری

: مظفر اعجاز

کمپوزنگ : محمد توصیف بشیر

ایڈیٹنگ : ڈاکٹر محمد اسحاق بقاپوری

تزئین : عطاء الرحمٰن

پرنٹر : رضا سنز پرنٹر، شمع پلازہ فیروز پور روڈ لاہور۔

ہدیہ : 50 روپے صرف

انڈیکس

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان
222	ذکیہ نام
222	خاندانِ حضرت مسیح موعود کا احترام
223	شاگرد نوازی
227	نماز باجماعت
233	احباب کا خیال
234	دینی ترغیب
235	صحابہ کے ساتھ اُنس
237	دعا کی اہمیت
237	دعا کی ضرورت
238	سلسلہ سے محبت
239	استغفار کی فضیلت
239	الحب اللہ
240	محویت
241	انداز تخاطب
242	گورنمنٹ ہاؤس
243	غریب پروری
243	بندہ نوازی
248	عبادت
250	فراست
253	دعا کا اعجاز
254	قبولیت دعا

صفحہ نمبر	عنوان
255	دعاؤں میں شغف
255	بچوں سے شفقت
256	سادگی و بے تکلفی
258	روحانی عظمت
259	خدمت خلق
259	تسبیح و تحمید کی فضیلت
260	قبولیت دعا
261	بھائی کی محبت
262	دعائے مستجاب
263	طلب مغفرت
264	احتیاط
265	قرضہ سے نجات کی دعا
266	نماز کے بعد دعا
266	دعا کا اثر
267	صحابہ کے نقش قدم پر
269	دعا
270	دعائے مستجاب
271	دعا میں شمولیت
272	زود دعا
273	قبولیت دعا کے گر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اول

ہوالناصر

عرضِ حال: لجنہ اما اللہ لاہور کے شعبہ اشاعت کے تحت 1982ء سے مختلف کتب کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے بفضل تعالیٰ اب تک تقریباً 70 کتب شائع کرائی گئی ہیں۔ ان کتب میں حضرت مسیح موعود کے رفقاء کرام کی سوانح و سیرت پر مبنی کتب بھی ہیں ایک کتاب ''سیرت و سوانح حضرت مولوی شیر علی صاحب'' جو آج سے تقریباً نصف صدی پیشتر شائع ہوئی تھی۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن اضافے کے ساتھ ان کی نواسی محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ (اہلیہ محترم ڈاکٹر محمد اسحاق بقاپوری صاحب) نے خود اپنے خرچہ پر شائع کرایا ہے۔ یہ ان کی دیرینہ دلی آرزو تھی ان کے علاوہ خود میری اور لجنہ لاہور کی بھی ایک عرصہ سے شدید خواہش تھی کہ اس فرشتہ صفت بزرگ کی سیرت و سوانح پر مبنی یہ کتاب شائع کرائی جائے۔ الحمد للہ کہ ہماری یہ تمنا خدا کے فضل و کرم سے پوری ہوئی۔ جیسا کہ احباب جماعت کو بخوبی علم ہے کہ حضرت مسیح موعود کے یہ رفقاء سبھی نہایت درجہ پاکیزہ نفوس تھے ان میں **حضرت مولوی شیر علی صاحب ایک نمایاں مرتبہ و**

مقام رکھتے ہیں۔ حضرت اقدس کے اس پاک گروہ کے افراد انتہائی خوش نصیب تھے جنہیں آپ سے براہ راست صحبت کا شرف حاصل تھا۔ یہ وہ دمکتے ستارے ہیں جو صدق و اخلاص، زہد و تقویٰ اور ایثار میں اپنی مثال آپ تھے تمام عمر دین کو دنیا پر مقدم رکھا ہمہ وقت ہر قربانی کے لئے حاضر رہنا جن کا شیوہ رہا ایسی سیرت وسوانح کی کتب شائع کرانے کا صرف یہی مقصد ہے کہ قارئین ان کی طرز زندگی اور پاک سیرت کے نمونہ کی پیروی کرنے والے بنیں تا رضائے الٰہی ان کا مقدر بنے کیونکہ ہر مومن کی زندگی کا اولین مقصد تو رضائے رب کریم کا حصول ہی ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو ان پاکیزہ ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت اور توفیق بخشے۔ آمین

آخر میں محترمہ آپا رقیہ بیگم صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے اس کتاب کو شائع کرایا ہے خدا تعالیٰ انہیں اجرِ احسن سے نوازے آمین۔

فقط صادقہ فضل سیکرٹری اشاعت لجنہ اماءاللہ لاہور۔ 09-04-2002

پیش لفظ

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے قلم سے)

حضرت مولوی صاحبؓ کی وفات ایسے وقت میں ہوئی کہ جب ہم لوگ قادیان سے ہجرت کر کے تازہ تازہ پاکستان میں آئے تھے اور قلوب پر مختلف قسم کے افکار کا ہجوم تھا۔ اس لئے حضرت مولوی صاحبؓ کے متعلق محبت اور خلاص اور اکرام کا انتہائی جذبہ رکھنے کے باوجود میں اس وقت تک حضرت مولوی صاحبؓ کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکا بلکہ بعض اور مخلص احباب کے متعلق بھی کوئی ذکر خیر نہیں کر سکا جو اُس زمانہ میں یا اس کے قریب فوت ہوئے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحومؓ میرے اُستاد بھی تھے۔ اور دوست بھی تھے، اور رفیق کار بھی تھے۔ اور مجھے ان کے اخلاق اور حالاتِ زندگی کو بڑے غور کے ساتھ مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب مرحومؓ حقیقتاً ایک فرشتہ سیرت بزرگ تھے اور اُن کے متعلق لوگوں کی زبان پر فرشتے کا لفظ غالباً الٰہی تصرف کے ماتحت جاری ہوا تھا۔ اور ممکن ہے کہ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کشف

بھی ہو جس میں حضورؐ نے دیکھا کہ حضور کے سامنے ایک فرشتہ آیا ہے جس کا نام شیر علی ہے۔

فرشتوں کی مخصوص صفت جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے وہ "یفعلون ما یومرون" ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا کامل نمونہ ہوتے ہیں اور ہمیشہ اُن کا قدم اسی رستہ پر اٹھتا ہے، جو خدا تعالیٰ کی رضاء اور اطاعت کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو ایک ایسی پاک جماعت عطاء کی اور ایسے اصحاب دیئے جو اپنی مخصوص صفات میں "اٰخرین منھم" کے کامل نمونہ تھے لیکن حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم میں میں نے جو رنگ للہیت کا دیکھا اور جس قسم کی بے نفسی اُن کے وجود میں پائی وہ دوسری جگہ بہت کم نظر آتی ہے۔ دعاؤں میں انتہائی شغف، عبادات میں ایسی لذت کہ گویا روح ہر وقت آستانہ الٰہی کی طرف شوق کے ساتھ جُھکی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاءِ وقت کا انتہائی اکرام اور اطاعت، دوستوں کے ساتھ غیر معمولی جذبہ شفقت، یہ حضرت مولوی صاحبؓ کے نمایاں اوصاف تھے۔ جن کی وجہ سے اُن کے اندر ایک ایسی رُوحانی کشش پیدا ہوگئی تھی جس کی مثال وہ خود ہی تھے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کا طریق تھا کہ اپنی اکثر دعاؤں کو صرف سورۃ فاتحہ اور درود تک محدود رکھتے اور انہی دو مبارک ترین دعاؤں میں وہ اپنے

اور اپنے احباب کے سارے دینی اور دنیوی مقاصد کو ملحوظ رکھ لیتے تھے اور اس سوز اور درد کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے کہ جیسے ایک ہنڈیا چولھے پر اُبل رہی ہو۔ اگر مجھ سے کوئی شخص حضرت مولوی صاحبؓ کے متعلق یہ پوچھے کہ اُن کی سب سے بڑی نمایاں صفت کیا تھی تو میں یہی کہوں گا کہ دعاؤں اور عبادت میں شغف اور اس سے اُتر کر مخلوقِ خدا کی ہمدردی اور اسے ہر رنگ میں فائدہ پہنچانے کی تڑپ۔ مولوی صاحبؓ کی روحانیت حقیقتاً ایک نہایت ہی ارفع اور بلند مقام کی روحانیت تھی جسے ایک طرف خدا تعالیٰ کے ساتھ انتہائی اتصال حاصل تھا اور دوسری طرف مخلوقِ خدا کی ہمدردی اس کا جزوِ اعظم تھی۔

حضرت مولوی صاحبؓ قادیان میں غالباً 1897ء میں آئے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات تک مختلف خدمات پر مامور رہے۔ شروع میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ہیڈ ماسٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور اس خوبی سے سرانجام دیئے کہ حضرت مولوی صاحبؓ کا ہر شاگرد گویا آپ کا عاشقِ زار تھا۔ کیونکہ ان کے وجود میں طلباء کو نہ صرف ایک قابل ترین اُستاد مل گیا تھا بلکہ شفیق ترین باپ بھی میسر آ گیا تھا۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ اُن کے شاگرد جن میں یہ خاکسار بھی شامل ہے بسا اوقات اُن کے ذکر سے قلوب میں رقت اور آنکھوں میں آنسو محسوس کرتے ہیں۔ سکول کی ملازمت کے بعد حضرت مولوی صاحبؓ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل

سے اُن کے ہاتھ سے بعض ایسے مضامین نکلے جو سلسلہ کے لٹریچر میں خاص شان رکھتے ہیں۔ جن میں سے ایک ''اشاعتِ اسلام'' کا مضمون ہے جسے بعض غیر احمدیوں نے اس کی خوبیوں اور اس کے دلائل سے متاثر ہو کر اپنی طرف سے کتابی صورت میں شائع کرایا تھا۔ حضرت مولوی صاحبؓ کی تصنیفات کے سلسلہ میں ''قتلِ مرتد اور اسلام'' کا رسالہ بھی خاص شان رکھتا ہے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کی زندگی کا تیسرا دور وہ ہے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت وہ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ وتفسیر کے لے مقرر کئے گئے اور اس غرض کے لئے انہیں انگلستان بھی بھجوایا گیا اور بالآخر یہ کام قادیان واپس آ کر تکمیل کو پہنچا۔ قادیان کے زمانہ میں حضرت مولوی صاحب کی امداد کے لئے ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے اور مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے اور خان بہادر چودھری ابوالہاشم خان صاحب ایم۔ اے اور خاکسار مقرر تھے۔ اِن ایام میں حضرت مولوی صاحبؓ باوجود پیرانہ سالی کے جس محنت اور شغف اور توجہ کے ساتھ قرآن مجید کا کام کرتے تھے وہ ہم سب کے لئے ایک مشعل راہ ہے۔ انگریزی زبان میں حضرت مولوی صاحبؓ کا مقام بہت بلند تھا اور نہایت صاف اور صحیح اور بامحاورہ انگریزی لکھتے تھے جس کی سلامت اور صحت پر رشک آتا تھا۔ حضرت مولوی صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے حالات

زندگی معمور تھے جو حسبِ حالات اپنے دوستوں اور عزیزوں کو سُنایا کرتے تھے۔ چنانچہ اُن کی بہت سی قیمتی روایات میری تصنیف ''سیرۃ المھدی'' میں درج ہیں۔ اور ہر روایت علم وعرفان اور تصوف کا غیر معمولی اثر لئے ہوئے ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ جب بھی قادیان سے باہر تشریف لے جاتے تھے تو بالعموم حضرت مولوی صاحبؓ کو ہی اپنی جگہ امیر مقرر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ 1924ء کے سفرِ یورپ میں بھی حضرت مولوی صاحبؓ ہی امیر مقرر ہوئے تھے۔ اور گو شروع میں حضرت مولوی صاحبؓ کو تقریر کرنے میں کچھ حجاب محسوس ہوتا تھا لیکن بعد میں یہ حجاب دور ہو کر اُن کی تقریروں میں بھی سلاست کا رنگ پیدا ہو گیا تھا۔ اور اُن کے خطبات اپنے اندر خاص جذب اور تاثیر رکھتے تھے۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولوی صاحبؓ شیر علی صاحب کی رُوح پر اپنے بے شمار فضل اور رحمت کی بارش برسائے۔ اُن کی رُوحانی تاثیرات کا سلسلہ جماعت میں جاری رکھے۔ جماعت کے نوجوانوں کو اُن کی نیک صفات کا وارث بنائے۔ اور اُن کی اولاد کا دین ودُنیا میں حافظ وناصر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

فقط۔ خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ

بیان

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ نے 93-12-20

کو جلسہ سالانہ ماریشس کے اختتامی خطاب میں فرمایا

پھر حضرت مولانا شیر علی صاحب تھے۔ ہر رنگ کے پھول اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو عطا فرمائے تھے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب کا یہ حال تھا کہ بہت مختصر خطبہ دیتے اور بہت مختصر نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اور سادہ سیدھے مزاج کے انسان، فرشتہ صورت، فرشتہ سیرت، مگر جہاں تک نماز کا تعلق ہے بہت مختصر نماز پڑھاتے۔ لیکن اپنی نماز کا یہ حال تھا کہ بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے۔ ساتھ کھڑے ہو کر سنتیں بھی پڑھیں وتر بھی پڑھے اور حضرت مولوی صاحب ابھی پہلی رکعت میں ہی کھڑے ہیں۔ اور ان کے رکوع سے پہلے میں اپنی ساری نماز ختم کرلیا کرتا تھا۔ اور آپکے ہلکے ہلکے پڑھنے کی آواز کانوں میں آیا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اکثر وہ اھد نا الصراط المستقیم پر اس طرح اٹک جاتے جس طرح ریکارڈ کی سوئی اٹک جائے۔ اتنا پڑھتے تھے اتنا پڑھتے تھے کہ گویا ابھی دل کو تسکین نہیں ہوئی۔ کہ اے اللہ میں صراط مستقیم مانگ رہا ہوں۔ صراط مستقیم مانگ رہا ہوں کہتے چلے جاتے تھے اور بعض دفعہ جب میں احمدیہ ہوسٹل میں پڑھا کرتا تھا یعنی رہائش پذیر تھا پڑھائی کے لئے۔ وہاں

وہ ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں لاہور آ کر بعض دفعہ ٹھہرا کرتے تھے۔

ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ نماز تہجد میں دیر ہوگئی۔ فجر نماز میں ایسے وقت میں پہنچے کہ سنتیں نہیں پڑھ سکے۔ بعد میں سنتیں جاری تھیں۔ میں نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ سورج تو نکل آیا سورج نکلنے میں تو نماز منع ہے۔ کہتے ہیں کسے ہوش ہے سورج نکلنے کی۔ کسے پتہ ہے۔ میں تو حاضر ہوگیا پھر مجھے نہیں پتہ کیا ہوا۔ زمین گھومتی رہتی ہے سورج نکلتے رہتے ہیں مجھے اس سے کیا ہے۔ بہت سادہ مزاج بے حد بزرگ صورت وسیرت اور قرآن کریم کا ایسا علم۔ انگریزی پر ایسا عبور تھا۔ اپنی سادگی کے باوجود کہ کوئی انسان تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ اس سادہ لوح انسان کو زبان انگریزی کا اتنا گہرا علم ہے۔ اتنے قابل طالب علم تھے کہ جب آپ نے لاہور میں BA پاس کیا ہے تو حکومت کی طرف سے ان کو ڈپٹی کمشنر بنانے کی پیش کش کی گئی لیکن ڈپٹی کمشنر کو تو اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے ایک طرف کر دیا اور قادیان وقف کر کے حاضر ہوگئے۔ اور حضرت مسیح موعود سے جو فیض پایا ہے آپ نے وہ پھر مدتوں کئی نسلوں نے آپ سے پایا۔

بہت ہی پیار کرنے والا مزاج، بہت ہی سادہ مزاج، بہت ہی منکسر مزاج، جلسوں میں یا مسجدوں میں حاضر ہوتے تھے تو اکثر جوتیوں میں ہی بیٹھ جایا کرتے تھے۔ ایک بیان کرنے والے نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ

پوچھا کہ آپ جوتیوں میں کیوں بیٹھتے ہیں۔تو انہوں نے پنجابی میں جواب دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ سعادتیں پانے والوں کو جوتیوں میں ہی بیٹھتے دیکھا ہے۔ جوتیوں میں سے سعادتیں ملا کرتی ہیں۔اس شان کے بزرگ ان گلیوں میں پھرا کرتے تھے۔سلام کرنے میں پہل کرنے والے بڑے ہو کر چھوٹوں کا ادب کرنے والے اور جب بھی دعا کیلئے کہا فوراً اسی وقت دعا کی۔اور کسی اور سے غرض نہیں تھی۔کسی اور کام سے غرض نہیں تھی۔صرف اللہ اور اس کے رسول اور اس کے مسیح کی محبت تھی۔جوان کی زندگی کی کوک تھی۔جس سے زندگی کا دھارا چل رہا تھا۔

قرآن کریم کے علم کا یہ عالم ہے اور زبان انگریزی پر ان کے عبور کا یہ عالم ہے کہ آج تک اہل علم مبصرین کہتے ہیں کہ مولوی شیر علی صاحب سے بہتر ترجمہ قرآن کریم کا کسی کو کرنے کی توفیق نہیں ملی۔بہت لوگوں نے زور مارے ہیں بعد میں بھی لیکن مولوی شیر علی صاحب کے ترجمے کا مقابلہ نہیں کر سکے۔اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت عنائت فرمائے۔اللہ تعالیٰ کی محبت میں تراشے ہوئے موتی تھے۔جو مسیح موعود کے فیض سے بہت خوبصورت بن کے چمکے۔ان کے تمام باطنی حسن مسیح موعود کے نور سے روشنی پاتے ہوئے ایسے بھڑک اٹھے تھے کہ ایک ایک وجود مجسم نور بن چکا تھا۔

تاثرات

(محترم مرزا حنیف احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے تاثرات)

ہمارے پیارے حضرت مولوی شیر علی صاحب

1۔ ابھی جو آپ کی یادیں کچھ لکھنے بیٹھا ہوں اور سوچ میں ہوں کہ کیا عنوان باندھوں تو بے ساختہ ہمارے پیارے کے الفاظ آپ کے نام کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور سچ بات بھی یہی ہے۔ اگر آپ کی شخصیت کو دو لفظوں میں بیان کرنا ہو تو پیار اور شفقت ہی دو الفاظ ہیں جو حقیقی معنوں میں آپ کی ذات و صفات کی ترجمانی کر سکتے ہیں۔

2۔ جس زمانے کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ سن 43/42 کا ہوگا یا کچھ کم و بیش۔ اس وقت قادیان حضرت مسیح موعود کے رفقاء سے بھرا ہوا تھا۔ بہت سے تو قادیان ہی میں مستقلاً قیام پذیر تھے۔ اور بہت سے ایسے تھے جو وقفہ وقفہ کے ساتھ آتے جاتے رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کی محبت اور جماعتی سرگرمیوں میں شریک ہونے کا شوق ان کے دامن کو کشاں کشاں قادیان میں کھینچتا رہتا تھا۔ اور پھر قادیان آ کر جو ان کی کیفیت ہوتی تھی اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایک عاشقانہ محویت اور جذب ہوتا تھا۔ اور وہ مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ اور حضرت اقدس کی آخری آرام گاہ کے گرد گرد ایسے رہتے تھے جیسے سیارے

اپنے محور کے گرد گھومتے ہوں۔ شاید حضرت اقدس کا یہ شعر اسی کیفیت کی تصویر

ہے۔ تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم
تا نہ دیوانہ شدم

اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی

ترجمہ: ہوش
جب تک میں دیوانہ نہ ہو جاؤں حقیقی خوشی نصیب نہیں ہو سکتی۔ اے
دیوانگی میں تیرے قربان جاؤں تو نے مجھ پر کتنا احسان کیا ہے۔

3۔ ہم سب اہالیان قادیان باوجود تفاوت عمر کے ان سب کو پہچانتے تھے۔ ان کی حالت ہی ان کی پہچان تھی۔ خواہ تعارف ہو یا نہ ہو۔ عاشقوں اور دلدادگان کی پہچان مشکل نہیں ہوتی۔ گو عاشقانہ محویت اور انقطاع اور عبادت الٰہی میں انہماک ان سب کی قدر مشترک تھی۔ مگر اشتراک کے باوجود انفرادی طور پر بھی ہر ایک کی امتیازی خصوصیات بھی تھیں۔ کسی کا علمی اور ادبی مقام خاص تھا۔ کسی کا تصوف اور اصلاح نفس کی طرف خصوصی رجحان تھا۔ اور کوئی تبلیغ اور اشاعتِ اسلام میں سرگرم۔

4۔ ہمارے پیارے مولوی صاحب ان سب خصوصیات صحابہ میں صف اول کے صحابی حضرت مسیح موعود تھے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ صحابہ کی جو انفرادی خصوصیات تھیں۔ آپ کی ذات میں وہ سب ایک مقام پر جمع ہو گئی تھیں۔ اپنے

منصب کیمطابق کہا جاسکتا ہے کہ جوان سب کے پاس انفرادی طور پر تھا آپ میں تنہا ہے۔

(آنچہ خوباں ہماں دارند تو تنہا داری)

علمی اعتبار سے دیکھو تو جماعت احمدیہ مبایعین میں سے آپ نے سب سے پہلے قرآن کریم کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور ایسا اعلیٰ کیا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو مقبولیت عام کا انعام عطا کیا۔ احمدی اور غیر از جماعت صاحب علم لوگ اس کو بہت محبوب سمجھتے ہیں۔ اور یقیناً ہمیشہ سمجھتے رہیں گے۔ تصوف اور اصلاح نفس کا مجاہدہ تو ان کی زندگی تھی۔ ان کی ہر حرکت اور ہر معاملہ محبت الٰہی کے رنگ ہی میں رنگین رضاء الٰہی کی تمنا کو ظاہر کر رہا ہوتا تھا۔ اب رہی بات تبلیغ اسلام کی تو آپ نے عملی طور پر لندن میں مبلغ اسلام کی حیثیت سے خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور علمی لحاظ سے قرآن کریم کا ترجمہ اسلام کی تبلیغ جاری ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا۔ انشاء اللہ

5۔ یہ سب حقائق تو اپنی جگہ پر ہیں۔ مگر آپ کی شخصیت کے جس پہلو کو میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس کو میں نے سرنامے میں بھی بیان کیا ہے وہ آپ کا افراد جماعت سے محبت اور پیار تھا۔ جس نے آپ کی ذات کو چاند کے ہالے کی طرح سے اپنے دائرے میں گھیر رکھا تھا۔ حضرت مولوی صاحب کی نسبت سے قادیان کے احمدیوں کا بلکہ تمام باشندوں کا جو انداز مجھے یاد ہے بلکہ اچھی طرح

سے یاد ہے وہ ایسے تھا کہ اس شہر کا ہر فرد چھوٹا، بڑا، مرد اور عورت اپنے دل میں
آپ کے لئے محبت اور احترام رکھتا تھا۔ اور یہ محبت آپ سے ملاقات کے وقت
یا آپ کے کہیں آتے جاتے ہوئے نظر آ جانے پر ہر فرد کے چہرے پر عیاں ہوتی
تھی۔ گویا آپ کا دیدار ایک تسکین بخش مسرت کی نوید ہو۔ ہر شخص بلا تکلف اور
بلا تردد اپنا غم اور اپنی مشکلات آپ سے بیان کرتا تھا اور آپ ہر ایک سے
ہمدردی کرتے اور اس کے لئے دعا میں مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے
اپنی پریشان حالی آپ سے بیان نہ بھی کی ہو تو بھی اس کا علم ہونے پر آپ خود
اس کے پاس جاتے اور اس کو صبر کی تلقین کرتے تھے۔ یہ سب کام آپ بے انتہا
راز داری کے ساتھ کرتے تھے۔ خلوت میں ملاقات کرتے تھے ایسے کہ نہ آپ
کے آنے کا کسی کو علم ہو نہ جانے کا۔

6- آپ کی فطرت کا یہ عنصر کہ آپ ایک گمنام زندگی گزارنا چاہتے تھے
اس قدر نمایاں تھا کہ اگر آپ بھرے بازار سے بھی گزر جاتے تھے تو کسی کو آپ
کی آمد ورفت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ان کے اس رجحان کو تو ان کے آقا ومطاع
آنحضرت صلعم کے اس حکم نے حد اعتدال پر کر رکھا تھا۔ یعنی یہ حکم کہ سلام کو
پھیلاؤ (افشو السلام) اپنے فطری خلوف گرینی کے باوجود آپ اس حکم پر
بھی ایسے کاربند تھے کہ آپ کا پہل کر کے سلام کرنا قادیان کی ضرب المثل بن
گیا تھا۔ شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو یہ کہہ سکے کہ وہ حضرت مولوی صاحب کو

پہلے سلام کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ہم لوگ اپنے بچپن میں کوشش کیا کرتے تھے کہ کسی طور آپ کو پہلے سلام کہہ دیں۔ مگر کبھی کامیاب نہ ہوئے۔ آخر کامیاب ہوتے بھی کیونکر۔۔۔۔۔۔ احکام رسول صلعم کی بجا آوری میں تو ان کو آسمان سے مدد ملتی تھی۔ یہ چند باتیں تو آپ کی شخصیت کے عمومی خدوخال ہیں۔ میرے قلم میں طاقت نہیں کہ میں ان کو ایسے طور پر بیان کرسکوں جیسے کہ وہ تھے۔ ایک مجسم پیار ایک مجسم ہمدردی ایک مجسم منقطع الی اللہ انسان۔ جن کی یاد کو قادیان کا کوئی باشندہ اپنے دل سے محو نہیں کرسکتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ایسا ہی پیار کرے جیسا کہ انہوں نے اپنے مسیح موعود کی قوم سے کیا۔ آمین ثم آمین۔ رب اغفر وارحم وانت خیر الرحمین۔

7۔ اب میں کچھ یادیں ایسی بیان کرتا ہوں جن کا تعلق میری اور آپ کی محبت سے ہے۔ اول تو یہ ہے کہ آپ کو بتاؤں کہ میرے جیسا طفل مکتب آٹھ دس سال کی عمر میں ان سے کیسے اور کہاں ملا۔ اور اس تفاوت عمر کے باوجود محبت کا رشتہ کیسے قائم ہوا۔ ہوا یہ کہ میرے والد محترم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے میری درسی تعلیم کے لئے یہ انتظام کیا کہ سکول کی اول دو تین جماعتوں کی تعلیم کے لئے ایک اتالیق مقرر کردیئے۔ آپ کا نام ماسٹر عبدالرحمن صاحب تھا آپ عام طور پر اتالیق ہی کہلاتے تھے۔ بہت شفیق اور نرم گفتار انسان تھے۔ اللہ ان کو اپنی رحمت سے نوازے آمین۔ میرے لئے یہ انتظام ایک سعادت عظیم ثابت ہوا۔

وہ ایسے کہ جس مقام پر ہماری کلاس لگائی گئی وہ مسجد مبارک کا وہ مقام تھا جہاں پر حضرت مسیح موعود نماز ادا کیا کرتے تھے۔ایک سعادت تو یہ ہوئی۔ دوسری خوش بختی اور سعادت یہ ہوئی کہ حضرت مولوی صاحب کا دستور تھا کہ آپ اس مقام پر اپنے محبوب اور آقا کی یاد میں چاشت کے نوافل ادا کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ چندروز تو آپ نے طبعی حیا کی وجہ سے ہمیں کچھ نہ کہا اور مسجد کے دوسرے مقام پر نماز ادا کی۔ مگر ہم ان کے اضطراب کو سمجھ گئے اور ہم نے آپ سے گذارش کی کہ آپ اپنے اصل مقام ہی پر نماز ادا کیا کریں۔ چنانچہ آپ جب تشریف لاتے تھے تو ہم اپنا سبق بند کر کے ایک طرف ہو جاتے اور آپ اپنی نماز شروع کر دیتے۔

8۔ میں آپ کو کیسے بتاؤں کہ وہ نماز کیا تھی اور کیسے ادا کی جاتی تھی۔اس کی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔وہ تو ایک نظارہ تھا۔اور کسی نظارے کی تمام تر کیفیت کو محسوس کرنے کیلئے دیدار ضروری ہوتا ہے۔الفاظ میں ایسے کہہ لو کہ جیسے کسی عاشق صادق کی اپنے محبوب سے ملاقات ہو اور اسے یہ احساس ہو کہ شاید یہ لمحات پھر کبھی نصیب نہیں ہونگے۔ یا کسی کی اس دنیا کی قید و بند سے آزاد ہو کر خدا سے ملنے کی التجا کہہ لو۔ مکمل توجہ مکمل انقطاع اور بے انتہا گریہ و زاری کی نماز تھی۔اگر الحمدللہ رب العلمین شروع کیا ہے تو اس کو بے انتہا عاجزی اور جذب سے اس قدر دہراتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے کہ شاید وہ اس کو کبھی ختم نہیں

کریں گے۔ اور ایسا ہی عمل دیگر آیات فاتحہ سے تھا۔ آپ اس دنیا اور مافیا سے دور ایک نئی زمین اور ایک نئے آسمان میں ہوتے تھے۔ اور ہم ان کے چہرے کو ان کے آنسوؤں کی لڑی کو دیکھتے ہوئے اس قدسی ماحول میں دم سادھے ہوئے بیٹھ رہتے تھے۔

9۔ یہ دو تقریب ملاقات اور یہ وہ نظارے ہیں جنہوں نے میرے دل میں آپ کی محبت اور آپ کے محبوب کی محبت کا چراغ روشن کیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ نے اس کو محسوس کیا ہوگا کیونکہ آپ نے آہستہ آہستہ میری تربیت کے لئے نصیحت شروع کر دی۔ ایک مرتبہ نماز ختم کر کے سلام کیا تو میں آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ فرمانے لگے میاں آپ دن میں بارہ مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کریں۔ میں نے بچپن کی بے تکلفی سے عرض کیا کہ درود شریف بہت لمبا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں آپ کو مختصر درود شریف سکھا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے مندرجہ ذیل درود شریف مجھے سکھایا۔

اللھم صل علی محمد و اٰل محمد و بارک و سلم انک .

حمید مجید.

یہ ایک انداز تھا کہ درود کی طوالت سے بچہ خائف نہ ہو اور اس طرح درود کی محبت اس میں پیدا ہو جائے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے میاں کیا آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور میری بخشش ہو جائے۔ میں

نے عرض کیا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں آپ تو یقینی طور پر بخشے ہوئے انسان
ہیں۔ کہنے لگے کہ اول یہ بتائیں کہ کیا آپ ایسا چاہتے ہیں کہ نہیں میں نے بہت
جوش سے جواب دیا کہ میں ضرور چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر میرے
بخشے جانے کی تو ایک ہی صورت ہے۔ یعنی یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا
کی جناب میں میری شفاعت کریں۔ اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جو آپ کی 40 حدیثیں کسی کو یاد کروا دیگا۔ آپ آنحضرت اس کی
شفاعت کریں گے۔ اس لئے آپ میرے سے آنحضرت کی 40 حدیثیں یاد
کرلیں اس طرح میری شفاعت ہو جائیگی۔ میں نے آپ کی محبت کے جوش
میں کہا کہ میں ضرور یاد کرونگا۔ چنانچہ آپ مغرب کی نماز کے بعد بیٹھ جاتے تھے
اور ایک دو حدیثیں (جو چہل حدیث رسالہ میں چھپ چکی ہیں) سناتے جاتے
تھے اور میں ان کے ساتھ دہراتا جاتا تھا۔ اور پھر ایسا ہوا کہ باوجود غیر حاضریوں
کے آہستہ آہستہ وہ چالیس حدیثیں مجھے یاد ہوگئیں۔ ان حدیثوں کی روایت
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے شروع ہو کہ حضرت ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت
خلیفۃ المسیح اول اور حضرت میر محمد اسحاق صاحب اور حضرت مولوی صاحب اور
پھر اس خاکسار تک پہنچی تھی۔ روایت تو مجھے یاد نہیں رہی حدیثیں اللہ کے فضل
کے ساتھ یاد ہیں۔ ایک بار میں نے عرض کیا کہ آپ طوطے کی طرح حدیثیں یاد
کروا رہے ہیں۔ معانی تو بتاتے نہیں اس کا کیا فائدہ ہوگا فرمانے لگے کہ جب

آپ کومعانی کی ضرور ہوگی اس وقت آپ کومعانی آتے ہونگے۔

10۔ ایک روایت آپ کوسناتا ہوں۔آپ کی یہ روایت خاص خاکسار کے ساتھ ہے۔سلسلہ کے لٹریچر میں اس کا ذکر نہیں اگر ہوگا تو اتنی وضاحت سے نہیں ہوگا۔ایک بار فرمانے لگے کہ میاں حضرت مسیح موعود سے ہمارا تعلق اور معاملہ باپ اور بیٹے کی طرح سے نہیں تھا۔ماں اور بیٹے کی طرح سے تھا۔آپ ہم سے ماؤں کی طرح محبت اور سلوک کرتے تھے۔میں نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہوا۔ آپ نے فرمایا''جب قادیان میں پہلی مرتبہ دسویں جماعت کی کلاس امتحان دینے کیلئے تیار ہوئی تو میں بھی ان طالب علموں میں ایک تھا۔امتحان دینے کیلئے بٹالہ یا امرتسر جانا تھا۔میرے تمام ساتھی اپنی اپنی قلمیں لیکر حضرت اقدس کے پاس دعا کروانے کیلئے چلے گئے اور میں پیچھے رہ گیا۔میں جب دوڑ کر مسجد مبارک کے اس دروازے پر پہنچا جو حضرت کے گھر کو جاتا تھا تو اس وقت تک آپ دوسروں کی قلموں پر دعا کر کے گھر جانے کیلئے اپنا رخ موڑ چکے تھے۔میں نے دوڑ کر ان کی قمیض کو پیچھے سے پکڑ لیا۔حضرت ٹھہر گئے اور بہت شفقت سے فرمایا''کیا آپ رہ گئے تھے''لائیں آپ کی قلم پر بھی دعا کر دوں۔حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔دیکھو اب ایسی حرکت انسان اپنی ماں سے ہی کر سکتا ہے۔ باپ سے نہیں کرتا۔اب میں سوچتا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب کا اپنے آقا کی غلامی میں بھی افراد جماعت سے ماں کا ہی طریق تھا۔

11۔ ایک بات یاد ہے۔ حضرت مولوی صاحب کا شام کا کھانا ان کے گھر سے آتا تھا۔ ایک ڈبہ ٹفن کا اس میں شوربے میں ڈوبی ہوئی روٹی ہوتی تھی۔ ساتھ ایک چمچہ آتا تھا۔ حضرت مولوی صاحب مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد مبارک میں ہی بیٹھ جاتے تھے اور کھانا تناول فرماتے تھے۔ میں حدیث کے درس کے لئے ساتھ بیٹھ جاتا تھا۔ آپ کھانا بھی کھاتے اور مجھے حدیث بھی یاد کرواتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ابھی حضرت مولوی صاحب چند چمچ ہی کھانا کھاتے ہیں تو موذن صاحب کی کڑکڑاتی آواز آتی ہے۔ ''مولوی صاحب کھانا ختم کرلیا ہے کہ نہیں'' اور میرے پیارے مولوی صاحب اسی وقت کھانے سے اپنا ہاتھ اٹھا لیتے تھے اور فرماتے ہاں امیر احمد کھا لیا ہے۔ اب آپ کھا لیں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے ٹفن کے ڈبے کو امیر احمد کے سامنے کر دیتے تھے۔ چند روز تو میں نے یہ نظارہ دیکھا۔ پھر میں نے امیر احمد سے کہا کہ اگر آئندہ تم نے ایسا کیا تو میں تمہاری شکایت کر دونگا۔ معلوم نہیں وہ کتنے روز اس حرکت سے باز رہا۔ مگر مجھے حضرت مولوی صاحب کا دونوں ہاتھوں سے کھانا اس کی طرف بڑھانا آج بھی یاد ہے۔ اور آج میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ انداز ایک شفیق ماں کا ہی ہوسکتا ہے۔ جو خود بھوکا رہ کر اپنے بچے کو کھانا کھلاتی ہے۔ اللہ بھی آپ سے ایسا معاملہ فرمائے اور ایک ماں سے بڑھ کر شفقت سے پیش آئے۔ آمین۔

12۔ ایک بات اور بیان کرنا چاہتا ہوں۔ لندن میں ایک مخلص احمدی محترم

عزیز دین صاحب مرحوم تھے۔ میرے ساتھ ان کی بہت ملاقات تھی۔ آپ 1935 یا اس کے قریب میں لندن میں آباد ہو گئے تھے۔ اور ابتداء میں لندن کے مشن ہاؤس میں قیام پذیر تھے۔ آپ نے مجھے بتایا کہ جب حضرت مولوی صاحب لندن میں مبلغ کے طور پر مقرر ہوئے تو ان کے ساتھ والے کمرے میں وہ رہتے تھے۔ ایک بات انہوں نے بتائی کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رات کو ان کی آنکھ کھل گئی ہو اور ساتھ والے کمرے سے آہ وبکا کی آوازیں نہ آ رہی ہوں۔

13۔ اور دوسری بات بھی بہت پیاری ہے۔ آپ نے بتایا کہ حضرت مولوی صاحب ہر اتوار کے روز ہائیڈ پارک کارنر کے جلسہ گاہ عام میں تبلیغ کی غرض سے جایا کرتے تھے۔ اور آپ بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ عزیز دین صاحب نے بتایا کہ ہائید پارک میں دو افراد بہت شریر تھے۔ یہودی نژاد۔ وہ ہر مقرر کو خواہ مخواہ تنگ کیا کرتے تھے مگر جب حضرت مولوی صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تو وہ دونوں بالکل خاموش ہو کر آپ کی تقریر سنتے تھے۔ ایک دن عزیز دین صاحب نے ان دونوں سے پوچھا کہ وہ دیگر مقررین کو تنگ کرتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب کو کیوں کچھ نہیں کہتے۔ اس پر وہ دونوں یہودی کہنے لگے ''ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے کوئی ایک تقریر کر رہا ہے۔

14- یہ تھے ہمارے پیارے حضرت مولوی شیر علی صاحب حضرت مسیح

موعود کے سچے اور اپنی ذات میں آپ کی صداقت کی دلیل۔ اللہ تعالیٰ ان کو
وصیت کے اعلیٰ درجات نصیب فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

خاکسار

مرزا حنیف احمد

میرے پیارے اباجی

از

رقیہ بیگم

1۔ سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب کی ایک کتاب پہلے چھپ چکی ہے۔ جس سے آپ کے خاندان، حسب نسب، پیدائش، قبولیت احمدیت، خدمت سلسلہ اخلاق کردار وغیرہ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس کے باوجود میری یہ خواہش تھی کہ جو نقش ان کے متعلق اور جو تصویر ان کے اخلاق حسنہ کی میرے دل میں کندہ ہے اس کی جھلک دکھادوں۔ نیز لجنہ اماء اللہ لاہور کی بھی یہ خواہش رہی ہے کہ میں اپنے تعلق کی وجہ سے حضرت مولانا شیر علی صاحب کے متعلق کچھ تحریر کروں۔

2۔ حضرت مولانا شیر علی صاحب میرے حقیقی نانا تھے لیکن وہ ذاتی طور پر ہم سے جو محبت اور پیار رکھتے تھے اس کی وجہ سے ہم ان کو ساری عمر ابا جی کہتے اور بلاتے رہے۔ اس پیاری ہستی کو ہم سے جدا ہوئے نصف صدی کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن ایسے انسان تو صدیوں پیدا ہوتے ہیں اور ہمیشہ زندہ رہتے ہیں کہ زمانہ کی گردش ان کو مٹا نہیں سکتی۔ وہ فرشتہ خصلت انسان کل بھی زندہ تھا آج بھی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

3۔ حضرت حکیم شیر محمد صاحب آف بجن ضلع سرگودھا حضرت مسیح موعود کے 313 صحابہ میں سے تھے وہ میرے دادا تھے اور حضرت مولانا شیر علی صاحب کے چچا تھے۔ انہی کی توسط سے اباجی نے احمدیت قبول کی تھی۔ وہ عربی فارسی کے عالم اور بڑے پایہ کے حکیم تھے۔ اپنے علاقہ میں جانے پہچانے اور عزت کئے جاتے تھے۔ وہ تقدیر الٰہی سے عین جوانی میں وفات پا گئے تھے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی قبولیت احمدیت اباجی کیلئے بہت بابرکت ثابت ہوئی۔ وفات کے وقت انکا ایک بیٹا بعمر چار سال کا تھا جس کا نام ولی محمد تھا۔ وفات کے تقریباً تین ماہ بعد ایک بیٹی بنام امتہ اللہ پیدا ہوئی۔ ولی محمد کے جوان ہونے پر اباجی نے ولی محمد کی شادی اپنی بڑی بیٹی خدیجہ زینب سے کردی اور اسی طرح اپنے بڑے بیٹے ڈاکٹر عبدالرحمٰن سے امتہ اللہ کی شادی کردی۔ ولی محمد اور خدیجہ زینب میرے والدین تھے۔

4۔ ہماری دادی بہت کم عمر میں بیوہ ہوگئیں۔ ہماری دادی جان کے دو بھائی تھے۔ ایک بہت بڑی حویلی میں رہتے تھے اچھے خاصے بڑے زمیندار تھے۔ انہوں نے اپنی بہن کو اپنی حویلی میں رکھ لیا تھا۔ گھر میں جاگیردارانہ ماحول تھا۔ جہالت کا بھی دور دورہ تھا۔ پھر ہمارے والد صاحب کی ملازمت اس نوعیت کی تھی کہ انکو اکثر دوروں کی وجہ سے گھر سے باہر رہنا پڑتا تھا۔ ان حالات میں اور حویلی کے ماحول کی وجہ سے اباجی نے اپنی بیٹی خدیجہ

زینب کا حویلی میں رہنا پسند نہ کیا کہ بچوں کی تربیت کے لئے بھی ناسازگار تھا۔
ہمارے والد اباجی کی بہت عزت کرتے تھے اوران کی رائے سے اختلاف نہیں
کرتے تھے۔ یہ تھے ہماری خوش قسمتی کے اسباب کہ ہم یعنی میری والدہ۔ میں
اور میرے بہن بھائی حضرت اباجی کے گھر میں ہی پرورش پانے لگے۔ وہاں ہی
ہمارے سب بہن بھائیوں کی پیدائش اور پرورش ہوئی۔ وہ ہمارے نانا تو تھے ہی
مگر ان کی محبت، چاہت اور شفقت نے ہمیں اپنے ماں باپ سے بے نیاز
کردیا۔ ہمارے نانا نانی نے ہمیں اپنے پیار کے حصار میں اس طرح لے رکھا تھا
جس طرح ایک مرغی اپنے بچوں کو اپنے پروں میں چھپا رکھتی ہے۔

تھے

5۔ ہمارے لئے وہ رحمت کا سایہ محبت کا چشمہ تھا۔ کتنی محنتوں کوششوں اور
دعاؤں کے ساتھ انہوں نے ہماری پرورش کی اور سب گھر والے بڑے چھوٹے
اس شمع پر پروانہ وار فدا تھے۔ گھر میں ماحول ایسا تھا کہ سب ہی ایک دوسرے کو
دیکھ کر جیتے تھے۔ اس پاک ہستی کے اس پاک گھر میں اس پاک وجود کے زیر
سایہ ہم پلتے بڑھتے رہے۔ باوجود اس قدر محبت، شفقت، رحم دلی اور دلداری
کے کسی لحہ بھی تربیت کی طرف سے غافل نہ رہتے تھے۔ ہر بچے پر نظر ہوتی۔ اللہ
تعالیٰ نے ایمان اور عرفان کے ذریعہ جو بصیرت عطا فرمائی تھی اس کے ذریعہ
کڑی نگرانی فرماتے۔ ہماری چھوٹی چھوٹی غلطیاں کوتاہیوں اس طرح آپ
کے علم میں ہوتیں کہ ہم حیران رہ جاتے۔ بچے چھوٹی چھوٹی شرارتیں کرتے ہی

کوتاہیاں

رہتے ہیں۔ نادانی میں گستاخیاں بھی کر لیتے ہیں۔ مگر یہاں تو نہ ڈانٹ ڈپٹ تھی نہ مار پیٹ نہ لمبی لمبی نصیحتیں نہ وعظ۔ بس چھوٹے چھوٹے فقروں میں بڑی بڑی بات کہہ دیتے۔ اور اس انداز سے کہتے کہ دل میں اتر جاتی۔ اور نقش ہو جاتی۔ کبھی شرمندہ نہ کیا بلکہ شرمندگی سے بچانے کے لئے ہر کوشش ہوتی۔ دل آزاری نہیں بلکہ دلداری ہوتی۔ پیار اور درد کا ایسا رنگ ہوتا کہ سننے والا کبھی بھلا نہ پاتا۔ وہ نصیحت اس کے کردار کا حصہ بن جاتی۔ چشم پوشی فرماتے، درگذر کرتے۔ جب آگاہ کرنا ضروری ہوتا کہ پھر نصیحت فرماتے۔ جب کوئی بچہ اچھا کام کرتا تو بے حد خوشی کا اظہار فرماتے۔ شاباش کہتے انعام بھی دیتے۔ حضرت ابا جی کو خوش دیکھ کر ہم لوگ بھی خوش اور مطمئن ہو جاتے۔ بچوں کی چھوٹی چھوٹی معصوم خواہشوں کا خیال رکھنا۔ ان کو پورا کرنا۔ بچوں کو خوش دیکھنا اور خوش رکھنا گویا آپ کی دلی خواہش ہوتی تھیں۔

6۔ آپ سب بچوں سے ایک سا سلوک فرماتے۔ کبھی ظاہر نہ ہونے دیتے کہ کونسا بچہ ان کو زیادہ پیارا ہے اور اس معاملہ میں بہت ہی محتاط تھے۔ ایک دفعہ کسی نے آپ کو گلاب کا ایک پھول پیش کیا۔ گھر آئے تو اپنا ہاتھ دوہرا اٹھا کر فرمایا جو بچہ چھلانگ لگا کر اس کو پکڑ لے گا یہ پھول اسی کا ہوگا۔ نماز کی پابندی کرواتے، دعائیں یاد کرواتے، سورتیں بھی جو بچہ یاد کر لیتا اس کو انعام دیتے۔ شام کو جب گھر آتے تو بچوں سے نماز کے متعلق ضرور دریافت فرماتے۔ اگر کوئی

بچہ نماز پڑھے بغیر سو جاتا تو اس کو جگا دیتے کہ نماز پڑھو۔ غرضیکہ تربیت کی طرف سے کبھی بے پرواہی یا غفلت نہیں برتی۔

7۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ کسی بات پر بحث میں الجھ گئی۔ ابا جی سن رہے تھے۔ بعد میں فرمانے لگے بچے! یہ Deductive اور Inductive Reasoning اپنے ابا کے ساتھ کر لیا کرو اپنی والدہ کے ساتھ نہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ گھر میں کچھ مہمان آئے۔ میری خالہ نے چائے بنا کر بھیجی اور بے خیالی میں چائے میں چینی کے بجائے سوجی ڈال دی۔ جب مہمان چلے گئے اور برتن واپس آئے تو غلطی کا احساس ہوا۔ خالہ جی بہت پریشان ہوئیں اور شرمندہ ہوئیں ان کی شکل دیکھ کر میری ہنسی چھوٹ گئی اور میں دیر تک ہنستی چلی گئی۔ ابا جی تشریف لائے اور فرمایا۔ بیٹا! دوسروں کی غلطیوں پر اس طرح ہنسنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ اب شرمندہ ہونے کی میری باری تھی۔

8۔ ایک دفعہ سکول میں بیٹھے ہوئے سکول کے پیڈ پر ہی خالہ جی نے حضرت ابا جی کو خط لکھ دیا۔ جواب آیا تو پہلا فقرہ یہ تھا ''سکول کے پیڈ پر لکھا ہوا تمہارا خط ملا۔ غلطی کا احساس دلانے کا آپ کا یہ انداز تھا۔ غرض یہ کہ انتہائی درجہ شفیق ہونے کے باوجود ایک لمحہ کے لئے بھی بچوں کی تربیت سے غافل نہ ہوتے مجھ پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان رہا کہ آپ کی زندگی کے آخری لمحہ تک مجھے آپ کی صحبت نصیب رہی اور میں نے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ میں

آپ کی ایک ایک حرکت اور سکون کا مشاہدہ کیا۔

9۔ آپ کی زندگی دست در کار دل بہ یار کی زندہ مثال تھی۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق کہ ہمہ وقت استغراق کی کیفیت ہوتی۔ دعا روح کی غذا تھی۔ اور پھر اللہ کی مخلوق سے پیار اور ان کی خدمت کا بے پناہ جذبہ تھا۔ ہمدردیٔ مخلوق، خدمت خلق، صبر و تحمل انکسار اور فروتنی آپ کی سیرت کے حسین پہلو تھے۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی غریب، یتیم، ہم وطن آپ کے زیر سایہ آپ کے گھر میں رہا۔ جتنا کوئی قریب آیا اتنا ہی آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ بیواؤں، یتیموں، بے کسوں کے لئے سایہ رحمت تھے۔ اگر دنیا کی زبان میں بات کروں تو وہ محبت کا دیوتا تھے۔

10۔ جب صبح کی نماز کے بعد گھر آتے تو ہم کو بھی ساتھ لے کر سیر کیلئے جاتے۔ قادیان کی حد سے ذرا باہر ہوتے تو ہم دیکھتے کہ سکھ لوگ بہت محبت اور احترام سے آپ کو سلام کرتے اور بعض برکتیں حاصل کرنے کے لئے اپنے گھر تک چلنے کی درخواست کرتے۔ اور ہمارے پیارے آقا مسیح موعود کے الہام میں اللہ تعالیٰ کے کلام میں "شیر علی فرشتہ" کے الفاظ آئے۔ آپ الہام کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اور الٰہی تصرف ہی تھا کہ سب کی زبان پر آپ کے لئے فرشتہ کا ہی لفظ آتا چاہے اپنے ہوتے یا غیر۔ آپ کے وجود میں کچھ ایسی جذب اور کشش تھی کہ ہم نے سلسلہ کے مخالف لوگوں کو بھی آپ کے سامنے جھکتے دیکھا۔

11۔ حضرت ابا جی کی طبیعت بہت نازک تھی ہماری نانی اماں نے اور

ہماری والدہ نے آپ کی خوراک کا ہمیشہ ہی بہت خیال رکھا۔ ساری زندگی ہم نے دیکھا کہ آپ کے لئے کھانا علیحدہ بنتا جو ہلکا پھلکا اور سادہ ہوتا۔ کالی مرچ استعمال ہوتی تھی۔ روٹی کا چھلکا یعنی روٹی جب پکائی جاتی اور وہ پھول جاتی تو اس کا اوپر والا باریک پردہ شوربہ وسیرہ میں بھگویا جاتا اور اکثر وبیشتر آپ کا کھانا یہی ہوتا۔ جو کھانا بھی آپ کو ملتا آپ خاموشی سے کھا لیتے۔ کبھی اعتراض نہیں کیا نہ کبھی نقص نکالا۔ کبھی فرمائش نہیں کی کہ فلاں چیز تیار کی جائے یا کبھی یہ نہیں پوچھا کہ کیا پکایا ہے۔ عجب بے نیازی اور بے نفسی تھی۔ دودھ کا استعمال آپ بہت کرتے تھے اور یہ حضرت مسیح موعود کی ہدایت پر تھا۔ اسی لئے گھر میں بھینسیں پالی ہوتی تھیں۔ نانی اماں نے تو اپنی زندگی کا مقصد ہی آپ کی دیکھ بھال اور خدمت بنایا ہوا تھا۔ ویسے تو گھر کا ہر فرد آپ پر پروانہ وار نثار تھا۔ آپ کی بہوئیں بھی آپ کی خدمت کو اپنی خوش بختی تصور کرتی تھیں۔ شہرت سے آپ کو فطرتاً نفرت تھی۔ ہم نے کبھی محسوس نہیں کیا کہ آپ نے نام ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ بہت نیکیاں چھپا کر کرتے تھے۔ اور دوسروں کے ذرا سے بھی حسن سلوک پر جان و دل سے شکرگذار ہوتے۔ بار بار شکریہ ادا کرتے

12۔ سادگی آپ کا حسن تھا۔ نمود ونمائش سے ہمیشہ دور رہتے جب آپ لندن سے لوٹ کر آرہے تھے تو گھر میں ہر فرد خوشی سے بھولا نہ سماتا تھا۔ چنانچہ جس روز آپ قادیان پہنچے تو گھر میں جو افراد تھے جن میں خواجہ عبدالمنان میر اور

ان کے چھوٹے بھائی خواجہ عبداللہ بھی تھے انہوں نے نوکروں کے ساتھ مل کر نمائشی گیٹ تیار کیا۔ کچھ جھنڈیاں وغیرہ بھی لگادیں۔ جب ابا جی اپنے دروازے پر پہنچے جہاں داخل ہونا تھا تو یہ اہتمام دیکھ کر آگے چلے گئے۔ اور اس گلی میں حضرت میر محمد اسماعیل صاحب اور ابا جی کے گھر کے درمیان تھی (اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کی گلی کہلاتی تھی) چلے گئے اور میری والدہ کے گھر کے دروازہ سے گھر میں داخل ہو گئے۔ آپ نے اپنے لئے اس اہتمام کو پسند نہ کیا۔ ہمیں بھی ہمیشہ سادگی کے سبق سکھاتے۔ ایک دفعہ آپ کا کوئی کپڑا پھٹ گیا۔ مجھے سینے کیلئے کہا۔ میں نے کہا کہ ابا جی یہ تو پرانا ہو گیا ہے۔ اور پھٹ گیا ہے تو فرمانے لگے ''پا نانہ سیندی اے توں کیہڑے راجے دی دھی'' کہ پھٹا کپڑا نہ سیتی ہے تم کس رلجہ کی بیٹی ہو''۔

13۔ کئی دفعہ مجھے ان کے ہمراہ پہاڑ پر جانے کا اتفاق ہوا۔ جب ہم سیر کے لئے نکلتے تو میری توجہ خوبصورت بنگلے دیکھنے کی طرف ہو جاتی کیونکہ خوبصورت ماحول میں وہ اور بھی خوبصورت لگتے۔ تو بعض اوقات میں کہہ دیتی کہ ابا جی دیکھیں کیسا خوبصورت بنگلہ ہے تو فرماتے ان بنگلوں کی طرف نہ دیکھا کرو اور بھی بہت سے خوبصورت نظارے ہیں دیکھنے والے اور پھر فرماتے اپنا رستہ دیکھ کر چلا کرو۔ ہماری نانی اماں کی بھی ہمیشہ نصیحت ہوتی اور ابا جی کی بھی کہ اپنے سے کمتر کی طرف دیکھنا چاہیے۔ اس طرح خدا کا شکر ادا کرنا ہے اور جب

اپنے سے خوشحال لوگوں کی طرف نظر کرے تو دل میں خواہش اور حسرتیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ باتیں معمولی ہوتی ہیں مگر یہ وہ سنہری گر ہیں جن کے ذریعہ سے انسان قناعت اور اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ اور خدا کا شکر گذار بندہ بنتا ہے۔

14۔ تحدیث نعمت اور شکر الٰہی کے طور پر چند باتیں جو میری ذات سے تعلق رکھتی ہیں ان کا ذکر کر دینا چاہتی ہوں۔ میری نانی اماں بتایا کرتی تھیں کہ جب تم چھوٹی سی تھیں تو جب تمہارے ابا جی دودھ پینے لگتے تو ادھر اُدھر دیکھتے کہ تم کہاں ہو اور تم چپکے سے آ کر پاس کھڑی ہو جاتیں وہ تمہیں اپنے دودھ میں سے ضرور دودھ پلاتے چنانچہ جب کوئی تم سے پوچھتا کہ بڑی ہو کر کیا کرو گی تو تم کہتیں۔ ابا جی کو دودھ پلایا کرونگی۔ میں سوچا کرتی ہوں کہ یہ میری معصوم خواہش تھی یا حضرت ابا جی کی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مونہہ کی بات پوری کی کہ میں نے تا زندگی ابا جی کو دودھ پلایا۔ اور تبرک نصیب ہوتا رہا۔ بلکہ ہر کھانے میں میرے لئے کچھ نہ کچھ بچاتے اور مجھے اپنے ساتھ شریک فرماتے۔ کھانے میں سے جب میرے لئے بچاتے تو بعض اوقات میں کہہ دیتی کہ ابا جی میرا دل نہیں چاہتا۔ اس پر فوراً فرماتے اچھا ابا کو تو کھانے کو دیتی ہے اور خود اس کا دل نہیں چاہتا۔ اور میں جلدی سے کھا لیتی۔ ان کی وفات سے چند منٹ پہلے میں اپنے پیارے ابا جی کو جوس پلا رہی تھی اور وہ آخری چیز تھی جو آپ نے میرے

ہاتھوں سے لی۔

15۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد جب میں ٹائیفائڈ کا شکار ہوئی اور بیماری کی مدت لمبی اور تکلیف دہ ہوگئی اور سب گھر والوں کیلئے پریشانی کا باعث تھی۔ اس بیماری کو بھی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے باعث رحمت بنایا۔ میرے لئے اتنی دعائیں ہوئیں کہ شفایابی کے بعد ابا جی اکثر فرماتے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ دی ہے اس لئے مجھے بہت پیاری ہے۔ اور کبھی کبھی از راہ مذاق یوں بھی فرماتے یہ جو پنجابی میں کہتے ہیں ''دوہتری'' اس کا مطلب ہے دوہری پیاری انہوں نے واقعی مجھے اللہ تعالیٰ سے دوبارہ مانگ لیا تھا۔ مگر اس کے بعد آپ نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو بھلایا نہیں۔ حد سے زیادہ میری صحت کا اور میرے آرام کا خیال رکھا۔ مجھے بھی ابا جی دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پیارے تھے۔ اور میں ابا جی سے ایک دن کیلئے بھی جدا ہونا نہیں چاہتی تھی۔ اور وہ میرے جذبوں کو جانتے اور پہچانتے تھے اور قدر کرتے تھے۔ آخری بیماری میں جب ہسپتال میں داخل تھے تو اگر کوئی اور آپ کی خدمت کے شوق میں آگے بڑھ کر آپ کا کوئی کام کرنا چاہتا تو آہستہ سے فرماتے رہنے دو یہ جس کا کام ہے وہی کرے گی۔ اور میں کیسے بھلا سکتی ہوں کہ وفات سے دو تین روز پہلے مجھ سے فرمانے لگے جب فارغ ہو جایا کرو تو یہاں کرسی پر میرے سامنے بیٹھا کرو۔ میں نے آپ کے سرہانے کی طرف فرش پر اپنا بستر لگایا ہوا تھا۔ اور وہاں بیٹھ جاتی

تھی۔ چنانچہ حسب ارشاد میں کرسی پر آپ کے سامنے بیٹھ گئی لیکن میں نے اخبار دیکھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ابا جی نے اپنا ہاتھ اخبار پر مارا جو میرے اور آپ کے درمیان حائل تھا اور فرمایا اس کو چھوڑ و اپنے ابا سے باتیں کرو۔ اپنی ناتجربہ کاری کی بنا پر میں محسوس نہ کر سکی کہ آپ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اگر چہ میں یہ خواب دیکھ چکی تھی کہ میری آنکھوں کی بینائی جاتی رہی ہے۔ اور اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

16۔ پارٹیشن سے کچھ عرصہ پہلے آپ نے وصیت نامہ لکھا اور ایک لفافہ میں بند کر کے میرے سپرد کیا کہ یہ ایک امانت ہے رکھ لو اور میں نے اس کو سنبھال کر رکھ لیا۔ مگر جب قادیان سے اچانک رخصت ہونا پڑا تو اس لفافے کا خیال قطعی طور پر ذہن سے نکل گیا۔ اور نہ ہی ابا جی نے یاد دلایا اور وہ الماری میں پڑا رہ گیا۔ ہمارے گھر کے مرد افراد ہمارے ساتھ نہ آئے تھے اور قادیان میں ہی رہ گئے تھے۔ میرے ماموں نے بعد میں گھر کی الماریوں کی تلاشی لی تو ان کو وہ لفافہ ملا۔ اوانہوں نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا۔ یہ شاید ابا جی کی دعائیں تھیں کہ ان کی وفات سے دو روز پہلے میرے ماموں عبدالرحیم اور عبداللطیف اور میرے خالو میاں عبدالمنان عمر لاہور پہنچ گئے۔ اور ساتھ ہی برادرم خواجہ عبدالمنان میر بھی آ گئے۔ وصیت میں ابا جی نے غسل کیلئے دو نام لکھے تھے۔ ایک حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کا اور دوسرا برادرم خواجہ عبدالمنان میر کا۔ اللہ تعالیٰ نے

آپ کی اس خواہش کو اس طرح پورا کیا کہ ہم حیران رہ گئے ۔ اور میں کس طرح اپنے محسن کا شکریہ ادا کروں کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے میرے ابا جی کی ساری دعائیں میرے حق میں قبول فرمائیں ۔ ساری زندگی ہر ہر موقع پر ۔ زندگی کے ہر موڑ پر مجھے احساس رہا کہ یہ سب لطف و کرم ان دعاؤں کے طفیل ہے ۔ اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے میرے شامت اعمال سے پیدا کردہ مشکلات سے نجات دی اور پریشانیاں دور کیں ۔ دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ۔ دل کی مرادیں پوری کیں ۔ اپنی ہر ہر نعمت سے نوازا ۔ جو مانگا اس نے دیا جو نہ مانگا وہ بھی اس نے عطا کیا ۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ۔

17 ۔ تمام قارئین سے میرے التجا ہے کہ وہ ابا جی حضرت مولانا شیر علی صاحب کے درجات کی بلندی کیلئے اور آپ کی ساری اولاد اور نسل کیلئے نیکی اور تقویٰ کیلئے دعائیں کریں ۔ اور اس ناچیز گناہ گار خطا کارہ کیلئے بھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی چادر رحمت اور مغفرت میں چھپالے ۔ اور آخرت میں اپنے پیاروں کا قرب نصیب فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔

از طرف

رقیہ بقاپوری

حضرت مولانا شیر علی صاحبؒ

حضرت مولانا شیر علی صاحب پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''ادرحمہ'' میں 24 نومبر 1875ء میں پیدا ہوئے۔ جو تحصیل بھلوال ضلع سرگودہا میں واقع ہے۔ آپ ''رانجھا'' قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ جو قریش خاندان کی شاخ ہے۔ آپ کا آبائی وطن موضع جادہ (متصل بھیرہ) تھا۔ جو تحصیل بھلوال میں ہی واقع ہے۔ جہاں آج تک آپ کی جدی ملکیت موجود ہے۔ لیکن آپ کے دادا مولوی غلام مصطفیٰ صاحب کی شادی چونکہ پڑہار قوم میں ہوئی تھی اس لئے انہوں نے اپنی لڑکی کو زمین اور مکان وغیرہ دے کر حضرت مولوی صاحبؓ کے والد صاحب حضرت مولوی نظام الدین صاحبؓ) کو اپنے پاس ہی بلالیا۔ جہاں آپ نے مستقل سکونت اختیار کر لی۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے یہیں جنم لیا۔ اور بچپن کی معصوم زندگی کے پرسکون ایام اسی گاؤں کی آزاد فضاؤں میں بسر کئے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کے والد بزرگوار اپنے گاؤں میں عالمِ دین کی حیثیت سے نہایت قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ چنانچہ ان کی علمی برتری، تقویٰ، طہارت اور صحیح اسلامی روح ایسے اوصاف تھے جن کے باعث ان کا نہ صرف اپنے علاقہ میں اثر ورسوخ تھا۔ بلکہ اردگرد کے علاقوں اور

قصبات میں بھی آپ کے پسندیدہ فضائل اور علمی تفوق کا بہت چرچا تھا۔

حضرت مولوی صاحبؒ کی والدہ ماجدہ (مسمات گوہر بی بی) خود ایک نہایت ذہین۔ طباع، تقیہ اور تہجد گذار خاتون تھیں۔علوم دینیہ میں اچھی خاصی دسترس رکھنے کے علاوہ ان کو حافظہ قرآن ہونے کی سعادت بھی نصیب تھی۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایسے برگزیدہ والدین کی زیرنگرانی تربیت پانے والا شیر علیؓ کیوں نہ ایک جوہر قابل اور باخدا انسان ہوتا۔ جب کہ ایک طرف پاکباز ماں کی گود آپ کا گہوارہ تربیت تھی جس کا سینہ قرآن پاک کا خزینہ تھا تو دوسری طرف اس فاضل باپ کی شفقت اور محبت بھری نظریں شب و روز آپ کی نگرانی میں مصروف تھیں۔ جو اس وقت علم و فضل میں ایک غیر معمولی شخصیت کا مالک تھا اس لئے رشد و سعادت کے آثار بچپن سے ہی حضرت مولوی صاحب کی روشن پیشانی پر عیاں تھے۔

ابتدائی دینی تعلیم آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی حضرت حافظ عبدالعلی صاحبؓ کے ساتھ بھیرہ ہائی سکول میں داخل ہوئے جو ''اورحمہ'' سے تیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ نے پرائمری بھیرہ ہائی سکول میں پاس کی۔ پانچویں کلاس کے دو فریق تھے۔ آپ چونکہ لائق اور قابل طالب علموں میں شمار ہوتے تھے۔ اس لئے ہر فریق کے استاد کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ یہ لڑکا میرے فریق میں رہے۔

وظیفہ کے امتحان میں حضرت مولوی صاحبؒ کو بھی شریک ہونا تھا۔ ممتحن کی موجودگی میں ہر دو اساتذہ کی اسبات پر تکرار ہوگئی۔ ایک استاد مصر تھا۔ کہ یہ لڑکا میرے فریق کا ہے۔ اور دوسرے اُستاد کو یہ ضد تھی کہ یہ میرے فریق میں شامل ہے۔

تکرار

غرض اس طرح علم کی منزلیں شوق و ذوق اور اعزاز و اکرام کے ساتھ طے کرتے ہوئے آپ نے 1895ء میں انٹرینس میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ امتحان میں شریک ہونے کیلئے جب آپ راولپنڈی گئے۔ تو جس جگہ آپ نے قیام فرمایا۔ وہ امتحان کے سنٹر سے کافی دور تھی جس روز حساب کا پرچہ تھا۔ آپ گھر پر سوالات حل کرنے میں اس قدر مصروف تھے۔ کہ وقت کا اندازہ نہ رہا۔ جب آپ امتحان کے کمرے میں پہنچے تو پرچہ شروع ہوئے بیس سے پچیس منٹ گذر چکے تھے۔

سپروائزر انگریز تھا۔ اس قوم کو وقت کی پابندی کا بہت خیال رہتا ہے۔ لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی سادگی اور نیکی کے باعث اس کے دل میں ایسا خیال ڈالا۔ کہ بغیر کسی جرح کے اس نے آپ کو امتحان میں شریک کرلیا۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ لڑکپن کے لاابالیانہ دور میں جب کہ عموماً لڑکے کھیل کود کے زیادہ شائق اور دلدادہ ہوتے ہیں اس وقت بھی حضرت

مولوی صاحبؒ کو خدا نے اس فطری سعادت مندی سے ممتاز کیا تھا۔ کہ آپ سکول جانے سے پیشتر بلا ناغہ حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کے درس القرآن میں شامل ہو کر قرآنی علوم سے اپنے سینہ و دل کو منور کرتے۔ پانچوں نمازیں بالالتزام باجماعت ادا کرتے اور قرآن کریم کی روزانہ تلاوت کرتے تھے۔

حضرت مولوی صاحبؒ کے والد بزرگوار اگرچہ پرانی وضع قطع کے دیہاتی باشندے تھے اور شہر کے علمی ہنگاموں سے دور ایک گمنام بستی میں سکونت پذیر تھے۔ پھر ایسے نازک دور میں جب کہ علماء کا ایک طبقہ انگریزی کو نہ صرف نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ بلکہ اس زبان کے سیکھنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے میں بھی کوئی دریغ نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ شہروں میں بھی جدید تہذیب وتمدن سے متاثر اور خاص خاص علمی خاندانوں کے بچوں کے علاوہ اور کوئی بھی انگریزی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دیتا تھا۔ آپ نے اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا۔ اور اس ارادہ کی تکمیل میں جو جو مشکلات بھی سنگ راہ ثابت ہوئیں۔ آپ نے اُن کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ دی۔

چنانچہ ہر دو بھائیوں کی میٹریکولیشن میں کامیابی کے بعد حضرت مولوی نظام الدین صاحب نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت حافظ عبدالعلی صاحب کو علی گڑھ یونیورسٹی میں اور حضرت مولوی صاحبؒ کو ایف سی کالج لاہور

میں داخل کرادیا۔

کالج میں ہر روز قریباً آدھ گھنٹہ تک انجیل کا درس ہوتا تھا۔ جس میں کسی کو بولنے یا سوال کرنے کی اجازت نہ تھی۔ بلکہ ہر ایک طالب علم کو نہایت توجہ اور سکون کے ساتھ درس سننے کی تلقین کی جاتی تھی۔ اس لئے تمام طلباء کالج کے قوانین کے احترام کی خاطر اس عرصہ میں خاموش بیٹھنے پر مجبور ہوتے اور طوعاً یا کرہاً بہر حال اس وقت کو اس انداز میں پورا کرتے کہ کالج کے ڈسپلن میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ بھی ہمہ تن گوش ہو کر نہایت غور سے انجیل کے اس درس کو سُنا کرتے تھے۔ آپ چونکہ ذہین اور قابل طلباء میں شمار ہوتے تھے۔ اس لئے آپ کو اپنے اساتذہ کے ساتھ سیر کرتے اور مختلف علمی مباحث پر تذکرہ کا موقعہ بھی ملتا۔ چنانچہ ایک روز سیر کو جاتے ہوئے آپ کے ایک عیسائی پروفیسر نے اپنے تبلیغی ذوق کے مدنظر چند باتیں بیان کیں۔ جن پر مولوی صاحبؓ نے نہایت ٹھوس اور دقیع اعتراضات پیش کردیئے۔ یہ سن کر پروفیسر آپ کے وسعت مطالعہ اور دقت نظر سے بہت متاثر ہوا۔ گو مولوی صاحب کے وجود سے متعلق اس کی تمام امید ہائے خام تو خاک میں مل گئیں۔ لیکن آپ کی قابلیت کے باعث وہ آپ کی زیادہ قدر کرنے لگا۔

حضرت مولوی صاحب نحیف الجثہ ہونے کے باعث چونکہ مختلف

امراض کا شکار رہتے تھے۔ اس لئے آپ کے متعلق ڈاکٹروں کی یہ رائے تھی۔
کہ آپ کچھ عرصہ کے لئے پڑھائی ترک کردیں۔ بعض آپ کو ٹی بی کا مریض سمجھ
کر مکمل آرام کا مشورہ دیتے اور ہر قسم کے افکار سے الگ رہ کر بہترین اغذیہ کے
استعمال کی ہدایت کرتے۔ لیکن آپ کا ذہنی عزم اس قسم کا کوئی مشورہ قبول کرنے
کے لئے تیار نہ تھا۔ اور تحصیل علم کے بے انتہا شوق کے سامنے آپ کو یہ تمام
اوہام دھوئیں کے بادل کی طرح اُڑتے نظر آتے۔ آپ چونکہ یہ دل میں ٹھان
چکے تھے کہ بہرحال میں یہ تعلیمی عرصہ مکمل کر کے دم لوں گا۔ اس لئے کوئی سا
اپنے اسی مشورہ بھی آپ کے پائے استقلال میں تزلزل پیدا نہ کر سکا۔ اور اپنے سی دلجمعی
کے ساتھ تعلیم کو جاری رکھا۔

آپ کے بڑے بھائی حضرت حافظ عبدالعلی صاحبؓ جو انہی دنوں
میں علی گڑھ یونیورسٹی سے بی۔ اے کی اعزازی ڈگری لے کر لاہور لاء کالج میں
تعلیم پا رہے تھے۔ آپ کی ہمدردی اور غمگساری میں ہر طرح شریک رہتے۔ اور
آپ کی تعلیمی مشکلات میں ممد ومعاون ثابت ہوتے تھے۔ چنانچہ حافظ صاحب
خود اس تعلیمی عرصہ کے متعلق بیان فرماتے ہیں۔ کہ

''شیر علی لیٹا رہتا۔ اور میں اس کو اس کی کتب پڑھ کر سنایا کرتا تھا اور وہ
آنکھیں بند کئے خاموشی کے عالم میں سُنتا رہتا تھا۔ میں اپنے پاس کچھ پھلوں کا
جوس، ہڈیوں کا شوربہ (یخنی) اور تقویت بخش اغذیہ رکھ لیتا۔ جب وہ کتابیں

سنتے سنتے اکتا جاتا تو میں اسے کچھ پھلوں کا رس اور کچھ یخنی وغیرہ ملا کر پلا دیتا اور ایک عرصہ تک کے لئے مکمل آرام کا وقفہ دے دیتا۔ اس طرح جب امتحان کا وقت قریب آیا۔ تو میں ہر پرچہ کے اختتام پر اس کو ٹانک غذائیں پلا دیا کرتا۔ تا کہ جسم کی قوت بحال رہے''۔

غرض اسی طرح یہ دن گذرتے گئے۔ اور حضرت مولوی صاحبؓ نے بخیر وخوبی اپنے تمام پرچے مکمل کر لئے۔ آپ شدید بیماری کے ایام میں خدائے عز وجل کی رضا پر صابر وشاکر تمام کتب کو اپنے بھائی سے سُن کر ہی ذہن نشین کرتے رہے۔ آخر دونوں بھائیوں کی یہ اُلفت ومحبت سے معمور زندگی رنگ لائی۔ حضرت حافظ صاحبؓ کی مساعی جمیلہ بارآور ہوئیں اور نتیجہ نکلنے پر حضرت مولوی صاحبؓ نے خداتعالیٰ کے فضل سے پنجاب بھر میں ساتویں پوزیشن حاصل کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

ان دنوں احمدیت کا پنجاب کے طول وعرض میں کافی چرچا ہو رہا تھا۔ حضرت مولوی صاحبؓ چونکہ اس سے قبل خود بھی حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کی صحبت میں رہ کر احمدیت سے روشناس ہو چکے تھے۔ نیز کبھی کبھی حضرت خلیفہ اول کے اپنے وطن مالوف بھیرہ آنے پر اُن سے بھی روحانی فیوض حاصل کرتے۔ علاوہ ازیں مولوی حکیم شیر محمد صاحب جو قبول احمدیت کے نقطہ نظر سے آپ کے خاندان کے بانی ہیں۔ ان کے نیک اعمال کا پرتو بھی آپ

پر پڑتا تھا۔اس لئے اس مسلسل مذہبی ماحول سے حضرت مولوی صاحبؓ کا قلب سلیم اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ پس یہی وجہ تھی ۔ کہ میٹرک سے قبل ہی احمدیت کے گہرے اثرات آپ کے رگ و پے میں سرایت کر چکے تھے۔

بی۔اے پاس کر چکنے کے بعد جب کہ آپ کا شعور کافی بیدار ہو چکا تھا اور علمی لحاظ سے بھی آپ تکمیل کی منازل طے کر چکے تھے۔صرف ایک جذبہ آپ کی دل کی گہرائیوں میں کارفرما تھا۔اور صرف ایک پاک خواہش آپ کے احساسات کو جھنجوڑ رہی تھی ۔ کہ کس طرح قادیان پہنچ کر مہدی آخر الزمان کی ملاقات کی سعادت حاصل کریں۔ چنانچہ آپ 1897ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔اور حضرت اقدس کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کر کے مستقل طور پر حضور کے روحانی مطب میں زیرِ علاج ہو گئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی سادگی نیک مزاجی علم اور سلامت طبعی کے باعث آپ سے بہت محبت ہوگئی۔ حضرت مولوی صاحبؓ بھی اس گوہرِ مقصود کے مل جانے پر ایک عاشق صادق کی طرح آپ کے مقدس دامن کے ساتھ وابستگی میں فخر محسوس کرنے لگے۔حضور کی دعاہائے مستجاب ہی آپ کے مرض کو کافور کرنے اور آپ کو بہترین صحت کے ہمکنار کرنے میں کامیاب حربہ ثابت ہوئیں۔ چنانچہ معجزانہ طور پر نہایت سرعت کے ساتھ آپ کا

صحت کی جانب قدم بڑھنے لگا۔

ایک دفعہ نماز کے بعد آپ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کا بازو پکڑ کر فرمایا۔ ''میں تب خوش ہونگا جب شیر علیؓ کا بازو اس سے دوگنا موٹا ہوجائے گا''۔

قادیان کے اس سفر میں آپ کے والد بزرگوار بھی ہمراہ تھے حضور علیہ السلام نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ آپ بے شک چلے جائیں ہم خود ان کا خیال رکھیں گے۔ اور حضرت مولوی صاحبؓ کو تاکید فرمائی کہ ''شیر علی دودھ بہت پیا کرو''۔

حضور کے ارشاد پر حضرت مولوی صاحبؓ نے پورے استقلال سے عمل شروع کیا۔ اور بتدریج آپ کو دودھ پینے کی اتنی عادت ہوگئی کہ آپ نے روٹی کھانی ترک کردی۔ اور صرف دودھ پر ہی گذارہ کرنے لگے یہاں تک کہ چوبیس گھنٹہ میں آپ سولہ سیر تک دودھ پی لیتے۔

آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ خدیجہ بیگم زینب حضرت مولوی صاحب کے دودھ کے استعمال کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ ''ابا جی کی والدہ صاحبہ جو قرآن شریف کی حافظہ تھیں۔ وہ اکثر اپنے ہر دو لڑکوں (حضرت حافظ عبدالعلیؓ اور مولوی شیر علی صاحبؓ) کے لئے یہ دعا مانگا کرتی تھیں کہ:۔

علی تے شیر تو ہاڈی عُمر ہووے ڈھیر
جد تک جنیو دودھ مجھیں داپیئو

ابا جی یہ واقعہ ہمیں اکثر سنایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کی دعا کو اس طرح سُنا کہ جب وہ قادیان آئے تو ان کی صحت بہت کمزور رہتی تھی۔ کچھ عرصہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زیر علاج رہے۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اول نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کی کمزوری کا ذکر کیا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

" شیر علی دودھ جتنا پی سکو پیؤ"

میرے ہوش کا واقعہ ہے کہ ابا جی 24 گھنٹہ میں سولہ سیر دودھ پی لیا کرتے تھے اور میں چونکہ ان کی سب سے بڑی بچی تھی۔ اس لئے مجھے بھی ابا جی کے ساتھ دودھ کی عادت پڑگئی۔ اگر کبھی اتفاقاً بھینس دودھ نہیں دیتی تھی۔ تو مرزا اسماعیل صاحب شیر فراش سے دودھ لے لیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ دودھ خالص نہ ہونے کے باعث میری والدہ غصہ سے فرماتیں۔ کہ یہ دودھ اس کو واپس کردیں۔ مگر ابا جی دودھ لے جاتے اور مجھے بلا کر فرماتے کہ آؤ خدیجہ تم اور میں دودھ پی لیں۔ اپنی اماں کو نہ کہنا۔ دودھ کا واپس کرنا بُری بات ہے۔ چنانچہ ہم دودھ پی لیا کرتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دہن مبارک سے کثرت سے دودھ

کے استعمال کرنے کے متعلق جو الفاظ نکلے تھے۔ وہ معجزانہ طور پر کارگر ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ حضرت مولوی صاحبؓ کے نحیف جسم میں تازگی کے آثار شروع ہوگئے۔ اور کچھ عرصہ بعد تو واقعی آپ کا جسم دوگنا موٹا ہوگیا۔

ابھی حضرت مولوی صاحب کے والد بزرگوار قادیان ہی میں مقیم تھے کہ حضرت مولوی صاحبؓ کی تعلیمی قابلیت اور غیر معمولی ذہانت کی بناء پر آپ کو ججی کی پیشکش کی گئی۔ مگر آپ نے اس پاک جذبہ کے تحت کہ مبادا والد صاحب یہ چٹھی پڑھ کر مجھے وہاں جانے کے لئے مجبور کریں۔ ان کو اطلاع دیئے بغیر فوراً چٹھی کو پھاڑ دیا۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 26ء کے جلسہ سالانہ میں جہاں سلسلہ احمدیہ کے بعض ناظروں کی قربانیوں کا ذکر فرمایا وہاں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے متعلق ذیل کے الفاظ ارشاد فرمائے:

''پھر مولوی شیر علی صاحب ہیں۔ ان کو اب 200 روپیہ ملتے ہیں۔ ایک تو ان کی انگریزی کی قابلیت وہ چیز ہے۔ جو اردو میں نہیں۔ اس کے علاوہ یہ قابلیت ان میں ہے۔ کہ وہ مضمون پر حاوی ہوجاتے ہیں ان کے مضمون پڑھنے والے دوستوں نے دیکھا ہوگا۔ کہ وہ کس طرح مضمون کی باریکیوں تک جا پہنچتے ہیں اور کوئی پہلو اس کا باقی نہیں چھوڑتے پھر جب وہ یہاں ملازم ہوئے ہیں ان کا نام منصفی میں جاچکا تھا''۔ (الفضل 14 جنوری 1927ء)

لیکن حضرت مولوی صاحبؓ نے ان دنیوی خطابوں اور جلیل القدر عہدوں کو پرِ پشہ کے برابر وقعت نہ دیتے ہوئے مہدی آخرالزمان کے قدموں میں غریبانہ حالت میں رہنے کو ترجیح دی۔ اور اسی میں اپنی دنیوی واخروی فلاح و بہبود سمجھی۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی فیضان اور قوت قدسی کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ کہ ان حالات میں جب کہ پنجاب یونیورسٹی کے گریجوئینس خال خال نظر آتے تھے۔ اور ایوانِ حکومت میں اعزازی کرسیاں ایسے لوگوں کی تلاش میں چشم براہ تھیں۔ آپ نے اس روحانی زندگی کو بسر وچشم قبول کیا۔ اور پھر مرتے دم تک اس حسن وخوبی سے اپنے عہد کو نبھایا کہ سلسلہ احمدیہ کا مورخ آپ کی ان عظیم الشان خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

خود احمدیت کو قبول کر لینے اور بیعت سے مشرف ہونے کے بعد حضرت مولوی صاحب نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں ایک مبسوط ملفوف ارسال کیا۔ جس میں ان کو سلسلہ حقہ میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ آپ کے والد صاحب چونکہ ایک جید عالم تھے۔ اس لئے پوری تحقیق وتدقیق اور گہرے غور وخوض کے بغیر اتنی جلدی عقیدہ بدلنے والے نہ تھے۔ وہ چونکہ پیر صاحب سیال شریف ضلع سرگودھا کے مرید تھے۔ اس لئے انہوں نے مولوی صاحبؓ کو لکھا کہ ہمارے پیر تو شمس الدین صاحب ہیں لیکن حضرت مولوی صاحب کا سینہ چونکہ اس نورانی تعلیم سے منور ہو چکا تھا۔ اور دل ودماغ اس روحانی لذت

سے سرشار ہوکر کیف وسرور سے جھوم رہے تھے۔اس لئے آپ نے استقلال
کے ساتھ تبلیغی فریضہ کو جاری رکھا اور سلسلہ کی کتب بغرض مطالعہ بھیجنے کے علاوہ
آپ کے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔ کہ بے شک آپ کے پیر اپنے زمانہ
کے ''شمس الدین'' تھے۔لیکن یہاں تو ''شمس الحق'' آ گیا ہے۔ اب تمام
روحانی ترقیات اور کامرانیاں ان کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے میں مضمر
ہیں۔ آپ قرآن و حدیث کا بغور مطالعہ فرمائیں اور اُن کو قبول کرنے کی
سعادت حاصل کریں۔

آخر حضرت مولوی صاحبؒ کی دیوانہ وار مساعی رنگ لائیں۔اور اُن
کے والد صاحبؒ ان کی باتوں سے کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ احمدیت کی تحقیق کے
لئے ان میں ایک خاص جذبہ پیدا ہو گیا۔

حضرت مولوی صاحبؒ کے علاوہ آپ کے چچا حضرت مولوی شیر محمد
صاحب نے بھی اپنے بڑے بھائی حضرت مولوی نظام الدین صاحب کو پیغام
حق پہنچانے اور احمدیت کے مسائل علمی رنگ میں سمجھانے کی پوری کوشش کی۔
چونکہ دونوں بھائی جید عالم تھے۔اس لئے ''اورھمہ'' کی مسجد میں اکٹھے بیٹھ کر
تبادلہ خیالات کیا کرتے۔ اور یہ گفتگو اتنا طول کھینچ جاتی کہ صبح سے شام تک
مختلف مسائل زیر بحث آتے۔الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھایا جاتا۔ دونوں طرف
سے کتابوں کا انبار لگ جاتا۔ جب ایک مسئلہ پر پوری تسلی اور اطمینان ہو جاتا۔

اوڑھر

کچھ دور امسند یا جاتا۔ غرضیکہ مسلسل نو سال کے طویل عرصہ تک موافق و مخالف دیکھتے رہے۔ مطالعہ، بحث و تمحیص تمام متنازعہ مسائل کی مدلل رنگ میں چھان پھٹک اور ذاتی انشراحِ صدر کے بعد آپ کو امام الزمان کے پہچاننے اور قبول کرنے کی سعادت ملی۔ اور قادیان حاضر ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہو گئے۔

چنانچہ مولوی نظام الدین صاحب نے اس کے بعد مسجد میں کھڑے ہو کر قرآن کریم ہاتھ میں لے کر اعلان کیا۔ کہ "اے لوگو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان لیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی قسم وہ ایک سچا اور راست باز انسان ہے"۔

چونکہ آپ اپنے گاؤں میں ایک بااثر شخصیت کے مالک تھے اس لئے آپ کے اس اعلان نے جادو کا سا اثر کیا اور قریباً تمام گاؤں خدا کے فضل سے احمدی ہو گیا۔

حضرت مولوی نظام الدین اس کے بعد لحظہ بہ لحظہ اخلاص میں ترقی کرتے چلے گئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اب تو مجھے یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا قرآن کریم دوبارہ نازل ہوا ہے۔ اس کے پڑھنے سے جو لطف و سرور اب حاصل ہوتا ہے۔ وہ پہلے زمانہ سے کہیں زیادہ ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی صاحبؓ آپ کے چچا اور آپ کے

والد بزرگوار کی مخلصانہ کوششوں اور پرسوز دعاؤں کو مثمر بثمرات کیا یہی وجہ ہے کہ ''ادرحمہ'' احمدی گاؤں کے نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ اور وہاں ایک نہایت ہی مضبوط اور قربانی کرنے والی جماعت قائم ہے۔

آپ کی والدہ

قبل ازیں یہ تو بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ کی والدہ نہایت ذہین اور نیک سرشت خاتون تھیں یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے خاوند حضرت مولوی نظام الدین سے پہلے احمدیت قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ چنانچہ آپ موصیہ بھی تھیں۔ ان کی وفات 7 مارچ 1907ء میں ہوئی۔ اُن کے بچپن کے واقعات میں سے ایک واقعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ مولوی صاحبؓ کے نانا جو خود بڑے عالم اور موضع للہانی ضلع سرگودھا میں خاص شہرت کے مالک تھے اور آپ کے درس القرآن کا فیض عام جاری تھا۔ انہی کے پاس آپ کی والدہ قرآن کریم پڑھا کرتی تھیں۔

ایک دفعہ آپ نے ان لڑکے اور لڑکیوں سے جو آپ کے پاس تعلیم پاتے تھے۔ دریافت کیا کہ پچھلا سبق جو میں پڑھا چکا ہوں۔ وہ تم میں سی کون سنا سکتا ہے۔ بعض نے کچھ بتایا اور بعض بتانے سے قاصر رہے پھر آپ نے اپنی لڑکی یعنی (حضرت مولوی صاحبؓ کی والدہ) سے پوچھا کہ تم کو بھی پچھلا سبق یاد

ہے۔اس پر فوراً مولوی صاحبؒ کی والدہ صاحبہ نے جواباً عرض کیا۔کہ میں قاعدہ سے پڑھ کر سناؤں یا زبانی؟

اس پر انہوں نے کہا زبانی کس طرح سنا سکتی ہو۔یہ تو بہت مشکل ہے امتحاناً انہوں نے مختلف مقامات سے سنانے کو کہا۔تو انہوں نے زبانی فرفر سنا دیا۔جس سے وہ ان کی ذہانت پر حیرت زدہ ہوئے۔اور بہت مسرت کا اظہار کیا۔جب انہوں نے ایسا جوہر قابل دیکھا۔اور قرآن ایسی نعمت کا صحیح حامل سمجھا۔تو انہوں نے ان کو قرآن حفظ کرا دیا۔ان کا کمال یہ تھا کہ جو ایک دفعہ پڑھ لیا۔وہ ذہن میں نقش کالحجر ہو گیا۔دوبارہ دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔

اس واقعہ سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت مولوی صاحبؓ کا خاندان ایک علم دوست خاندان ہے اور مدت دراز سے آپ کے بزرگوں میں علوم کا چرچا رہا۔اور یکے بعد دیگرے دینی علوم کے جاننے والے پیدا ہوتے چلے آئے۔چنانچہ حضرت مولوی نظا الدین صاحب اور مولوی صاحبؓ کے چچا حکیم شیر محمد صاحب اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ نظام

ان کے خاندان میں سب سے پہلے احمدیت کی قبولیت کا آبدار سہرہ حکیم شیر محمد صاحبؓ کی روشن پیشانی پر راس آیا۔یہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کے گہرے دوست تھے اور انہی کے فیوض و برکات کے زیر اثر احمدیت کی قبولیت کا

موقعہ نصیب ہوا۔

گویا قبول احمدیت میں اس خاندان کے اول بانی حکیم صاحب موصوف ہی تھے۔ اہل علم وفضل ہونے کے علاوہ ان کو تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔

ایک دفعہ موضع چادہ میں جہاں مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی نہر کے پٹواری تھے۔ حکیم صاحب موصوف اپنی زمین دیکھنے کے سلسلہ میں گئے اور بوتالوی صاحب کو تبلیغی شوق کے نشہ میں چور ہو کر احمدیت کے مسائل نہایت عمدگی سے سمجھانے لگے (حکیم صاحب کو یہ علم نہیں تھا۔ کہ مولوی بوتالوی صاحب احمدی ہیں) جب واپس جانے لگے تو مولوی صاحب ان کی مشایعت کے لئے چند قدم آگے تک گئے۔ اور اس حقیقت کو ظاہر کیا۔ کہ میں تو خدا کے فضل سے پہلے ہی احمدی ہوں۔ آپ کی تبلیغ کے دوران میں اس لئے چپ رہا۔ تا کہ دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے اور آپ کے خاص رنگ سے خدا ان کے سینوں کو کھول دے۔ اس پر حکیم صاحب بے حد خوش ہوئے۔ اور مولوی صاحب سے بغل گیر ہو کر رخصت ہوئے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کا حلیہ اور لباس

حضرت مولوی صاحب کا قد چھ فٹ دو انچ۔ رنگ گندمی۔ آنکھیں سیاہ چمکدار او بڑی بڑی مگر غض بصر کا نمونہ۔ چہرہ خوبصورت جو رُوحانیت کی تازگی اور نور فراست کا آئینہ دار تھا۔ اور **سیما ھم فی وجوھھم من اثر**

السجود کے قالب میں ڈھلا ہوا۔ جس پر ہر وقت تبسم کی خفیف جھلک نمایاں
رہتی تھی۔ ناک ستوان۔ چہرہ پر مسنون تراش کی ریش۔ حیا کا چلتا پھرتا مجسمہ،
آواز دھیمی مگر پکار میں اثر و سوز، چال پُر وقار، سر پر سفید عمامہ تن پر سادہ قمیص،
ڈھیلا ڈھالا کوٹ اور ہلکی شلوار جو ٹخنوں سے اوپر رہتی تھی۔ موسم سرما میں دو۔ دو
قمیصیں بھی پہن لیتے تھے۔ لیکن اس میں یہ خوبی تھی کہ صاف ستھرا ہوتا جس میں
تکلف کی کوئی خو بو نظر نہ آتی۔ پاؤں میں اکثر دیسی جوتا۔ جسم نہ زیادہ بھاری بھر
کم اور نہ دُبلا۔

عادات وخصائل

بڑے عابد و زاہد مگر مزاج بالکل شگفتہ دلوں پر آپ کے تقدس کا رعب،
مگر آپ سے بے تکلفی سے باتیں کرنے، بے تکلفی سے اٹھنے بیٹھنے اور بغیر توجہ
دیئے پاس سے گذر جانے سے کبھی خیال تک نہ گذرتا کہ کوئی ایسی بات ہوگئی
ہے جو نہ کرنے کی تھی۔ السلام علیکم کہنے میں سبقت کرنے میں عمر بھر کوئی انہیں
شکست نہ دے سکا۔ ہنس مکھ اور کم گو تھے۔ بعض دوست ان سے مزاح بھی
کر لیتے آپ بھی جواب میں ایسا دو حرفہ چٹکھڑی کا سا مزاحیہ کل لوناتے کہ وار
میں پہل کرنے والا اس کی لطیف چوٹ کی تاب نہ لاکر تلملا اُٹھتا۔

بہبودی خلق

بنی نوع انسان کی بہبودی اور خیر خواہی کے کاموں میں بے حد دلچسپی

لیتے تھے خصوصاً غرباء کی امداد اور ان کی ضروریات کو فراہم کرنے میں آپ کو ایک خاص قسم کا روحانی حظ محسوس ہوتا تھا۔ آپ نے یہ کبھی امتیاز نہیں کیا کہ یہ مسلمان ہے یا غیر مسلم، اعلیٰ قوم سے تعلق رکھنے والا ہے یا ادنیٰ قوم سے، مالدار ہے یا مفلس۔ ہر انسان کی تکلیف میں شریک ہوتے اور حتی الوسع اس کی تکلیف کے لیے ازالہ کی کوشش فرماتے۔ محلہ جات میں اگر کسی دوست کے بیمار ہونے کا آپ کو علم ہوتا۔ تو آپ خود اس کے پاس تشریف لے جاتے۔ ان کی تیمارداری میں حصہ لیتے اور ان کو مناسب امداد پہنچاتے پوری ہمدردی سے کام لیتے۔

غریبوں، بیواؤں اور یتامیٰ کی خبرگیری آپ کا وہ نمایاں وصف تھا جس میں آپ ہمہ تن کوشاں رہتے اور کوئی ایسا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ اس کام کو عمدگی سے انجام دینے کے لئے آپ نے کئی دوست مقرر کر رکھے تھے جو آپ کی ہدایت کے مطابق مختلف صاحب حیثیت لوگوں سے ایک خاص رقم مہینہ کے آغاز میں جمع کر لیتے اور پھر آپ کے ایماء کے مطابق ان میں تقسیم کرتے آپ نے بعض ایسی پبلک جگہیں مثلاً دکانیں وغیرہ مقرر کی ہوئی تھیں۔ جہاں اس قسم کے فنڈ جمع رکھتے اور مختلف اوقات میں بعض غرباء کو اپنا رقعہ دے کر ان کے پاس بھیجتے۔ چنانچہ قریشی محمد اکمل صاحب نے مجھے بتایا۔ کہ ہماری دکان جو ''افضل برادرز'' کے نام سے مشہور تھی آپ مختلف حاجت مندوں اور غریبوں کو بھیجتے جو ہم سے رقوم حاصل کرتے۔ آپ خود بھی غرباء کے گھروں پر جا کر علاوہ

نقدی کے دودھ اور ادویہ تقسیم کرتے ۔ یہ آپ کی سیرت کا وہ حسین باب ہے۔ جس میں آپ کی شخصیت بہت بلند نظر آتی ہے۔

چنانچہ آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

''جب پہلی جنگِ عظیم ہوئی۔ تو اس وقت اکثر لوگ قادیان میں مختلف امراض کا شکار ہو گئے۔ ہمارے گھر میں بھی سوائے میرے اور ابا جی کے تمام کنبہ کے افراد صاحب فراش تھے۔ میری عمر اس وقت بارہ برس کی تھی۔ مجھے ابا جی نے فرمایا تم دودھ دوہنا سیکھو چنانچہ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں میں نے والدہ صاحبہ سے اس کا طریق سیکھا اور پھر آپ کی ہدایت کے مطابق دودھ کو جوش دے کر آپ کے سپرد کر دیا کرتی۔ آپ خود دودھ غرباء کے گھروں پر لے جا کر تقسیم کرتے اور ادویہ بھی بیماروں میں بانٹتے''۔

''ابا جی چونکہ دودھ کا استعمال کثرت سے کرتے تھے۔ اس لئے جہاں آپ نے اپنے اور گھر کے استعمال کے لئے دو تین بھینسیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہاں ایک گائے صرف بیماروں اور غرباء کے بچوں کے لئے رکھی ہوئی تھی تاکہ ان کو خالص گائے کا دودھ مہیا کیا جا سکے''۔ مولوی عبدالرحیم صاحب عارف مبلغ سلسلہ نے مجھے بتایا۔ کہ ''جب آپ ترجمۃ القرآن کے سلسلہ میں ولایت تشریف لے گئے تو وہاں سے بھی غرباء کی امداد کے لئے خطوط لکھتے۔

مجھے یاد ہے آپ نے ایک غیر احمدی بوڑھے کی وجو احراریوں کی مسجد کے حجرے میں رہتا تھا۔ اور بے یار و مددگار تھا) کی امداد کے لئے لکھا۔ چنانچہ کئی دفعہ میں اور آپ کے صاحبزادے چودھری عبدالرحیم صاحب رانجھا اس کے پاس جاتے۔ اس کا حال دریافت کرتے اور اس کو پیسے اور کھانا وغیرہ دے آتے۔ اس کو جب معلوم ہوتا کہ یہ حضرت مولوی صاحبؓ نے دیئے ہیں تو آپ کا نام سن کر بہت خوش ہوتا۔

بیرونی مبلغین کے اہل و عیال کی خبر گیری

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے جب اپنے جماعت کے اپنے مجاہدین کو دیار غیر میں تبلیغ کے لئے بھیجنا شروع کیا۔ تو حضرت مولوی صاحبؓ ان مبلغین کے بیوی بچوں کا ہر طرح خیال رکھتے اور وقتاً فوقتاً ان کی امداد اپنے فرائض منصبی میں شمار کرتے آپ اکثر فجر کی نماز کے بعد ان کے گھروں پر باری باری تشریف لے جاتے اور ان کی ضروریات دریافت فرماتے۔ بعض اوقات ناموافق حالات کے باوصف ان کو اقتصادی پریشانیوں سے دوچار نہ ہونے دیتے۔

تیمارداری کا جذبہ

حضرت خلیفۃ المسیح اول نے باہر سے آنے والے مریضوں کی سہولت

کے مدنظر رہائش کے لئے کچھ مکانات تعمیر کروار کھے تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کا یہ معمول تھا کہ آپ مسجد مبارک میں فجر کی نماز ادا کر کے حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مریضوں کی ضروریات کو پورے شوق اور توجہ سے پورا کرنے میں ایک قلبی اطمینان محسوس کرتے کبھی ان کو لوٹے میں پانی لا دینے۔ کبھی ہاتھ منہ دھلاتے۔ کبھی کلی کراتے آپ کا جذبہ ہمدردی ومواسات کی یہ آخری حد نہ تھی۔ بلکہ طبی ہدایات کے مطابق ان کو ادویہ پلاتے۔ بازار سے دودھ لا کر دیتے۔

درمیان میں صرف تھوڑے عرصہ کے لئے غالباً کھانا کھانے گھر تشریف لے جاتے اور پھر جلد ہی مریضوں کی تیمارداری میں شرکت فرماتے۔

سادگی

آپ کی سادگی جماعت بھر میں ضرب المثل رہی۔ تمام عمر دیسی جوتی ہی استعمال کی۔ پہلی دفعہ آپ نے بوٹ اس وقت پہنا جب آپ تحفہ شہزادہ ویلز پیش کرنے کے لئے لاہور تشریف لائے۔ تو حضرت مرزا شریف احمد صاحب نے آپ کے لئے لئے بوٹ خریدے جو صرف آپ نے اسی روز ہی پہنے۔

اس طرح آپ سفید چادر بھی بستر پر استعمال نہیں فرماتے تھے جب احمدیہ ہوسٹل میں آپ کا قیام ہوتا۔ تو بعض طلباء ازراہ محبت وعقیدت آپ کی ضروریات کا خیال رکھتے اور کبھی آپ کے بستر پر سفید چادر بھی بچھا دیا کرتے۔

دریافت کرنے پر جب آپ کو چادر بچھانے والے کا علم ہوتا تو اس کا شکریہ ادا کرتے اور اسے واپس کر دیتے۔

کپڑوں کے متعلق آپ پسند یہی فرماتے کہ وہ گھر کے دھلے ہوئے ہوں لیکن دھوبی جب گھر کے باقی کپڑوں کے ساتھ آپ کے کپڑے بھی لے جاتا۔ اور اسے نہایت احتیاط سے استری کر کے لاتا۔ تو آپ انہیں اس انداز سے پکڑتے اور پہنتے۔ کہ ان کی شکنیں یک دفعہ ناپید ہو جاتیں۔ اور تکلف نام کو بھی نہ رہتا۔

مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میری اہلیہ نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں ایک دن حضرت مولوی صاحبؓ کے مکان پر تھی اور آپ کی صاحبزادی نے آ کر اپنی والدہ صاحبہ سے کہا کہ

''میں نے اباجی کے لئے دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے بڑی احتیاط سے نکال کر رکھے تھے۔ تا کہ ان کی استری خراب نہ ہو۔ لیکن اباجی نے تو انہیں ایسی بیدردی سے پہنا ہے کہ انکی سب استری خراب ہوگئی''۔

حقیقت بھی یہی تھی۔ کہ حضرت مولوی صاحبؓ کی ذات تکلفات اور زیبائش کی دنیا سے بہت بالا تھی۔ تمام عمر آپ کے ذہن میں کبھی خیال تک نہ آیا کہ ان امور کی طرف توجہ بھی کوئی معنی رکھتی ہے۔

آپ اس چیز کا اہتمام تو رکھتے تھے۔ کہ لباس صاف ستھرا ہو لیکن

استری کی آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہ تھی۔ آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ باوجود
یکہ آپ کئی سال انگریزی ترجمۃ القرآن کے سلسہ میں لندن میں مقیم رہےلیکن
انہیں دیکھنے والا انسان کبھی یہ باورنہیں کرسکتا تھا کہ آپ پرلندن کی رہائش اور
اس کے تمدن کا بھی کوئی اثر ہے یہ تو خیر بڑی بات ہےایک انسان جوآپ سے
پہلے متعارف نہ ہو۔ آپ کو ایک نظر دیکھ کر یہ تصور بھی نہ کرسکتا تھا۔ کہ آپ
گریجویٹ ہیں۔ اور انگریزی زبان پر آپ کو اتنی قدرت حاصل ہے۔ آپ
اتنے غریب الطبع اور سادہ مزاج تھے کہ جب کسی مجلس یا دعوت میں شرکت
فرماتے تو جہاں جگہ مل جاتی۔ ایک طرف بیٹھ جاتے۔ بعض اوقات آپ کے
عقیدت منداس امر کی خواہش بلکہ اصرار کرتے۔ کہ آپ آگے تشریف لے
چلیں۔ لیکن آپ مسکراتے ہوئے نہایت معصومیت کے لہجہ میں فرماتے۔
''میں یہیں ٹھیک ہوں''۔

خدا تعالیٰ سے محبت

خدا تعالیٰ کی محبت آپ کے رگ و پے میں اس طرح سرائیت کئے
ہوئے تھی جیسے پھولوں میں خوشبوبسی ہوتی ہے۔ جس مجلس میں آپ تشریف فرما
ہوتے۔ آپ کے تقدس کی تاثیرات سے وہ معطر ہوجاتی۔ اور آپ کو ایک نظر
دیکھ کر ہر شخص اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ مجلس میں اوراس کے فارغ اوقات
میں آپ کی زبان ذکرالٰہی سے ہمیشہ معمور رہتی۔ پاس بیٹھنے والا انسان آپ کی

تسبیح وتحمید وتمجید کو بخوبی سن سکتا تھا یہ آپ کا عزیز ترین مشغلہ تھا۔ کہ اگر آپ کی تمام زندگی کا مختصر ترین الفاظ میں تجزیہ کیا جائے۔ تو ہمیں ''محبت الٰہی'' سے بہتر الفاظ نہیں ملتے۔

رسولِ کریم صلعم سے محبت

حضرت مولوی صاحبؓ عشق ومحبت کے ایسے مجسمہ تھے کہ آپ کی ہر حرکت وسکون میں ہمیں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مکمل عکس نظر آتا ہے۔ اگر کسی سے خفیف سے خفیف کوتاہی سرزد ہوتی۔ تو آپ کی دور بین نگاہیں فوراً اسے بھانپ لیتیں۔ اور جب تک سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس سے وہ عمل نہ کرا لیتے آپ کو حقیقی سکون نصیب نہ ہوتا۔ آپ کو ہر موقعہ کی دعائیں از بر تھیں جن سے آپ کی روح کو غذا ملتی تھی۔ آپ کی حتی الامکان یہ آرزو اور کوشش ہوتی تھی۔ کہ میرا ہر عمل آپؐ کی متابعت میں ہو۔

اس ضمن میں محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ کا یہ واقعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

''مجھے اچھے اچھے ناموں سے بچپن سے ہی پیار تھا۔ اور اپنا نام مجھے بھدا معلوم ہوتا تھا۔ ایک روز میں نے ابا جی سے شکوہ کیا۔ کہ آپ نے میرا نام کیسا رکھ دیا ہے۔ دوسروں کے کتنے اچھے اچھے نام ہوتے ہیں۔ ابا جی فرمانے لگے حضرت رسول کریم صلعم نے اپنی بیٹی کا نام رقیہ رکھا تھا۔ میں نے سوچا آنحضرت صلعم کو یہ نام پسند ہوگا اس لئے میں نے بھی اپنی بیٹی کا نام رقیہ رکھدیا میرے دل پر اس

بات کا کچھ ایسا اثر ہوا۔ کہ اس بات کا خیال ہی جاتا رہا''۔

حضرت مسیح موعودؑ سے محبت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات سے آپ کو عشق تھا۔ ایسا عشق جنو ر ایمان اور نور فراست سے لبریز تھا۔ اس عشق و محبت کی ادنیٰ جھلک حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے بیان فرمودہ اس واقعہ سے بخوبی عیاں ہوتی ہے۔

''ابتدائی ایام میں جب کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ہنوز لاہور میں طالب علم تھے۔ اور رخصتوں پر کبھی کبھی قادیان آجاتے تھے۔ ایک ایسے ہی موقعہ پر احباب کی مجلس میں آپ نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا۔

''معلوم نہیں حضرت صاحب نے مجھے پہچانتے بھی ہیں یا نہیں''۔

اتفاق سے اسی وقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بھی تشریف لے آئے تو حافظ حامد علی صاحبؓ نے حضور سے عرض کی۔ کہ ''حضور مجھے آٹا پسوانے جانا ہے میرے ساتھ دوسرا آدمی جائے تو بہتر ہے''۔

اس پر حضور علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحبؓ کا بازو پکڑ کر حافظ حامد علی صاحبؓ سے فرمایا:۔

'' میاں شیر علی کو ساتھ لے جاؤ''۔

یہ فقرہ سن کر حضرت مولوی صاحبؓ کی مسرت کی انتہا نہ رہی۔ اور اس امر کا بار بار ذکر کرتے کہ حضرت صاحب مجھے پہچانتے ہیں۔ اور میرا نام بھی

جانتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ سے محبت

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات گرمی سے بھی آپ کو والہانہ محبت تھی۔ جو آپ کے ہر فقرہ سے بخوبی عیاں ہوتی تھی۔ جب بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے آپ کو کوئی ارشاد موصول ہوتا۔ مولوی صاحبؓ تمام کاموں کو ترک کر کے حضور کے ارشاد کی تعمیل میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے اور جب تک اس کی تعمیل نہ ہو جاتی۔ آپ کو چین نہ آتا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا یہ معمول ہے کہ رمضان المبارک کے ایام میں آپ صدقہ و خیرات بہت کرتے ہیں۔ اس مبارک مہینہ میں اگر آپ قادیان سے باہر تشریف فرما ہوتے تو حضرت مولوی صاحبؓ کو ایک خاص رقم غرباء کی امداد کے لئے ارسال فرماتے۔ چونکہ ملک محمد عبداللہ صاحب اس وقت حضرت مولوی صاحبؓ کے ساتھ ہی کام کرتے تھے۔ اور قادیان میں لوکل انجمن کے جنرل سیکرٹری کا کام بھی کرتے تھے۔ اس لئے حضرت مولوی صاحب یہ رقم ان کے سپرد کر دیتے۔ اور ساتھ ہی یہ تاکید بھی فرماتے۔ کہ جلد سے جلد جنرل پریذیڈنٹ صاحب اور دیگر محلہ جات کے صدر صاحبان کے مشورہ سے اس رقم کو غرباء میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس کام کی آپ

خود بھی نگرانی فرماتے۔ یہ کام تین چار یوم میں ختم ہو جاتا۔لیکن آپ اس کی
رپورٹ روزانہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں
بھجواتے جن ایام میں حضرت ام طاہرؓ کی علالت زیادہ شدت اختیار کر گئی۔اور
آپ کو علاج کے لئے لاہور لایا گیا۔تو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو بھی
ان دنوں لاہور میں ہی قیام کرنا پڑا۔قادیان میں حضرت مولوی صاحبؓ امیر
تھے۔حضرت ام طاہر کی صحت کی اطلاع لاہور سے روزانہ بذریعہ فون وغیرہ
پہنچتی تھی۔حضرت مولوی صاحبؓ ان ایام میں بے حد فکر مند رہتے تھے۔آپ
خود بھی حضرت اُم طاہر کی صحت کے لئے دعا فرماتے اور لوگوں کو بھی فرداً فرداً
تاکید کرتے اور جب بھی لاہور سے اس قسم کی کوئی خبر آتی۔جس میں بیماری کی
شدت کا ذکر ہوتا۔تو آپ دن ہو یا رات اُسی وقت اعلان کے ذریعہ احباب کو
مساجد میں دعا کے لئے اکٹھا کرتے۔بعض اوقات اس قسم کی اطلاع اگر رات کو
ایک یا دو بجے آئی ہے تو مولوی صاحب نے اسی وقت اس کا اہتمام کیا ہے۔
آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ اور جماعت کے دوسرے احباب کو
مسجد مبارک میں اکٹھا کرتے اور خود بھی مسجد میں تشریف لا کر دعا میں شریک
ہوتے۔اور آپ بقیہ وقت وہیں ذکر الٰہی میں گذار کر فجر کی نماز کے بعد واپس
مکان پر تشریف لے جاتے۔

1945ء کی گرمیوں کا ذکر ہے جب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ

تعالیٰ ان دنوں ڈلہوزی میں مقیم تھے۔تفسیر القرآن کا دفتر بھی دو ماہ کے لئے ڈلہوزی چلا گیا تھا۔حضرت مولوی صاحبؓ کی طبیعت ان دنوں بہت خراب تھی۔ خیال تھا کہ آب وہوا کی اس تبدیلی سے آپ کی صحت پر اچھا اثر پڑیگا لیکن خلافِ توقع ڈلہوزی میں آپ کی طبیعت اور بھی زیادہ خراب ہوگئی مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے اور ملک محمد عبداللہ آپ کے ہمراہ تھے۔اور مہرز ہوٹل کے سامنے ایک مکان میں فروکش تھے۔حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت بھی ان دنوں اچھی نہ تھی۔لیکن جب حضور کو حضرت مولوی صاحبؓ کی علالت کی اطلاع موصول ہوئی۔تو باوجود بیمار ہونے کے حضور حضرت مولوی صاحبؓ کی عیادت کے لئے ڈانڈی پر تشریف لائے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کی اس وقت عجیب کیفیت تھی۔اس وجہ سے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے باوجود بیماری کے یہ تکلیف اٹھائی۔ آپ بے حد مضطرب اور پریشان تھے۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو علاج کے لئے بعض ہدایات دے کر اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔لیکن حضرت مولوی صاحبؓ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے چلے جانے کے بعد دیر تک یہ فرماتے رہے کہ حضور کو میری وجہ سے بہت تکلیف ہوئی۔

دراصل حضرت مولوی صاحبؓ کی یہ خصوصیت تھی۔کہ آپ چھوٹے

اور بڑے ہر احسان کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ علالت کے ان ایام میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب صبح و شام حضرت مولوی صاحبؓ کے لئے تشریف لاتے۔ اور جب بھی آپ دیکھ کر واپس جاتے۔ تو حضرت مولوی صاحبؓ ان کے لئے بہت دعا کرتے اور ملک محمد عبداللہ کو بار بار فرماتے۔ ڈاکٹر صاحب کو میری وجہ سے بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ آپ ان کی سہولت اور آرام کا ہر طرح خیال رکھیں۔

خاندان مسیح موعودؑ سے محبت

آپ کی زندگی کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا۔ کہ آپ کو خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے شدید محبت تھی۔ آپ کا یہ جذبہ صرف بڑوں کے ساتھ ہی وابستہ نہ تھا۔ بلکہ خاندان کے چھوٹی عمر کے افراد بھی اس میں شامل تھے۔ آپ ان میں سے ہر ایک کا احترام کرتے۔ تفسیر القرآن انگریزی کا دفتر ''دارالانوار'' میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کوٹھی دارالحمد کے قریب ہی واقع تھا۔ بسا اوقات خاندانِ مسیح موعود علیہ السلام کے بچے دفتر میں آجاتے۔ اس وقت حضرت مولوی صاحبؓ کا یہ معمول تھا کہ آپ جذبہ احترام و محبت کے ماتحت کھڑے ہو جاتے ان سے مصافحہ کرتے اور دعا کے لئے کہتے۔ بعض اوقات یہ عمل دن میں متعدد بار ہوتا۔ لیکن آپ اپنے طرز عمل میں فرق نہ آنے دیتے اور بوجہ آپ کے اسوہ حسنہ آپ کے رفقاء کار کو بھی

اس ثواب میں شرکت کا موقع نصیب ہو جاتا۔

چنانچہ اس موقعہ پر حضرت مولوی صاحبؓ کی نواسی محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ بی۔اے۔بی۔ٹی کا تحریر کردہ ایک واقعہ میرے بیان کی توثیق کا موجب ہو گا۔ ''ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایک صاحبزادی نے بچپن کے زمانہ میں اپنی استانی کے متعلق پسند خاطر الفاظ استعمال نہ کئے جس کی وجہ سے دوسری لڑکیوں کو ہنسی کا موقع ملا۔ میں گھر آ کر اپنی خالہ جان سے کسی قدر افسوس کے ساتھ اس واقعہ کا ذکر کر رہی تھی کہ ابا جی نے بھی قریب سے میری گفتگو سن لی۔ مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمانے لگے۔ دیکھو تم میری بیٹی ہو اگر تم سے کوئی غلطی ہو جائے اور باہر سے کوئی شخص آ کر انتہائی غصہ میں تمہاری شکایت کرے تو گو وہ سچی ہی کیوں نہ ہو پھر بھی میرا دل اس شخص کے شکایت کرنے پر رنج محسوس کریگا۔ تم ہم سب انسان ہیں۔ غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں۔ مگر بعض انسان خدا کے محبوب اور معشوق ہوتے ہیں ان کی اولادیں بھی خدا کو پیاری ہوتی ہیں۔ اور خدا اپنے پیاروں کے متعلق دوسروں کے منہ سے شکایت سن کر خوش نہیں ہوتا۔ وہ پسند کرتا ہے کہ درگذر اور عفو سے کام لیا جائے۔ تمہیں چاہیے۔ کہ تم اُن کے لئے دعا کرو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے اور ہدایت دے شکایت مت کیا کرو''۔

☆☆☆☆☆

یہاں سلسلہ کے ایک بزرگ و محترم جناب ملک غلام فرید صاحب
ایم۔اے کا ایک نوٹ درج کیا جاتا ہے جنہوں نے حضرت مولوی صاحبؓ کے
ساتھ قریباً چھ سال تک ایک میز پر بیٹھ کر کام کیا ہے۔ اس نوٹ میں ایک جہانِ
معانی آباد ہے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ
والسلام کے نہایت مخلص اور قدیم صحابہ میں سے تھے۔ میں نے برسوں ایک ہی
میز پر حضرت مولوی صاحبؓ کے ساتھ تفسیر القرآن انگریزی کا کام کیا ہے۔
اس لمبے عرصہ میں ایک دفعہ بھی مجھے آپ سے کسی امر کے متعلق کوئی شکایت پیدا
نہ ہوئی۔ بلکہ جوں جوں یہ زمانہ لمبا ہوتا گیا۔ حضرت مولوی صاحبؓ کے لئے
میرے دل میں جذبہ محبت واحترام زیادہ ہی ہوتا گیا۔ اس سے بڑھ کر حضرت
مولوی صاحب کے کیریکٹر کی بلندی کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ کہ جتنا زیادہ
کوئی آپ کے قریب ہوا۔ اتنا ہی زیادہ وہ آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ یوں تو حضرت
مولوی صاحبؓ اسلامی اخلاق کا ایک نہایت اعلیٰ نمونہ تھے۔ لیکن میں اس وقت
آپ کے لئے کریکٹر کے صرف دو ایک پہلوؤں کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ X

1۔ حضرت مولوی صاحبؓ کے کریکٹر میں سب سے بلند مقام آپ کے
زہد و تعبد کو حاصل تھا۔ قادیان کے مرد، عورتیں اور بچے سب آپ کی عبادت
گذاری سے واقف تھے۔ میں نے خود ایک لمبے عرصہ تک آپ کی شب بیداری

کو دیکھا ہے۔ اپریل، مئی، جون 1947ء میں جب میں حضرت مولوی صاحبؒ کے ساتھ تفسیر القرآن انگریزی کی چھپوائی کے متعلق احمدیہ ہوسٹل لاہور میں مقیم تھا۔ ان دنوں ہمیں پروفوں کے پڑھنے میں بعض دفعہ متواتر چودہ پندرہ گھنٹے روزانہ کام کرنا پڑتا تھا۔ ہم فجر کی نماز کے بعد ہوسٹل میں ہی پروف پڑھنا شروع کردیتے۔ ناشتہ کے بعد 8 بجے میں پریس میں پہنچ جاتا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد حضرت مولوی صاحبؒ بھی تشریف لے آتے۔ وہاں ہم 5 بجے شام تک پروف پڑھتے۔ درست کرتے اور اتنے مصروف ہوتے کہ کئی دفعہ دوپہر کا کھانا نہ کھاسکتے۔ نمازیں بھی جمع کرکے پڑھتے تھے۔ ہوسٹل میں واپس آکر شام کا کھانا کھا کر پھر کام شروع کردیتے میرا تو تھکان سے یہ حال ہوجاتا تھا۔ کہ بعض اوقات عشاء کی نماز سے پہلے ہی میری آنکھ لگ جاتی اور پھر بارہ بجے اور ایک بجے رات اُٹھ کر میں نماز عشاء پڑھتا تھا۔ ان دنوں جب میں رات کے کسی بھی حصہ میں اُٹھا۔ میں نے حضرت مولوی صاحب کو ہوسٹل کی مسجد میں مصروف عبادت دیکھا حضرت مولوی صاحبؒ مجھ سے عمر میں 22-23 سال بڑے تھے۔ لیکن اس پیرانہ سالی میں بھی وہ جوان ہمت تھے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان کی پیرانہ سالی اور کمزور صحت ان دنوں کی سخت اور مسلسل محنت اور نیم فاقہ کشی کا مقابلہ نہ کرسکی۔ اور لاہور سے واپس آتے ہی۔ وہ بخار میں مبتلا ہوگئے۔ جس نے دم واپسین تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ حضرت مولوی صاحبؒ کی

عبادت گذاری کی کہانی اتنی لمبی ہے۔ کہ صرف اس موضوع پر ہی ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ اور اگر میں لکھوں کہ حضرت مولوی صاحبؓ کی ساری زندگی ایک مستقل سجدہ تھی۔ تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ دو دفعہ قرآن کریم کے کام کے سلسلہ میں حضرت مولوی صاحبؓ لاہور میں تشریف لائے۔ لاہور میں آتے ہی ایک دن میں نے ہنس کر کہا۔ مولوی صاحب! میں اب آپ کو لمبی نمازیں نہیں پڑھنے دوں گا۔ جماعت 30 سال سے قرآن کریم کا انتظار کر رہی ہے۔ حضرت مولوی نے تبسم سے فرمایا! آپ جیسا کہیں گے میں کروں گا۔ اور اس بات میں ذرا بھی مُبالغہ نہیں کہ اتنے سالوں میں ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ میں نے کوئی بات آپ سے کہی ہو۔ اور آپ نے نہایت خوشی سے اس کو نہ مانا ہو۔ حالانکہ ان کے مقابلہ میں میری حیثیت ایک بچے کی تھی۔

خدا کا یہ عبادت گذار بندہ۔ جماعت کا نہایت قابلِ احترام بزرگ اور امام جماعت کا بہت بڑا معتمد علیہ خادم اپنی ساری عظمت کے باوجود مجسم انکسار تھا۔ قادیان میں کون سا غریب سے غریب انسان ایسا تھا۔ جس کو یہ احساس نہ تھا۔ کہ حضرت مولوی صاحبؓ سے السلام علیکم کہنے میں پہل کرنا۔ اگر بالکل ناممکن نہیں تو بے حد دشوار ضرور ہے۔ میں نے ان کے انکسار اور فروتنی کے عجیب نظارے دیکھے ہیں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کشمیر تشریف لے گئے ہوئے تھے پیچھے حضرت مولوی صاحب امیر جماعت

تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے خطبہ پڑھایا، نماز پڑھائی، اور پھر اپنی سنتیں جوشروع کیں۔ تو اتنی لمبی نماز پڑھی۔ کہ ساری مسجد نمازیوں سے خالی ہوگئی۔ میں اتفاق سے کسی کی خاطر بیٹھا تھا۔ مولوی صاحب نماز پڑھتے رہے۔ پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ میں بھی چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد جو واپس آیا۔ تو دیکھا کہ مولوی صاحب مسجد میں اکیلے اپنے بازوؤں کا تکیہ بنائے سوئے ہوئے ہیں۔ شدید گرمی کے دن تھے۔ ایک دوست بھی وہاں آنکلے۔ میں نے ان سے کہا یہ مولوی صاحب آج کل ہمارے امیر ہیں۔ اور ہم ان کی اسی طرح سے فرمانبرداری کرتے ہیں جیسے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی لیکن یہ غریب دل انسان کس سادگی سے خالی زمین پر سو رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ خلافت ثانیہ میں وہ ایک مستقل نائب امیر کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ایک غریب عام احمدی کی طرح رہتے تھے انہوں نے کبھی اپنے لئے کوئی اعزاز نہ چاہا۔ بلکہ ہمیشہ دوسروں کی عزت کرنے میں اپنی عزت سمجھی ہے۔

اسلام میں امامت صلوٰۃ بھی ایک عزت کا مقام ہے لیکن حضرت مولوی صاحب نے کبھی خود اپنی خواہش و مرضی سے امامت صلوٰۃ نہ کرائی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی مرکز سے غیر حاضری میں حضور کے حکم سے آپ بے شک نماز پڑھاتے تھے۔ لیکن حضور کے قادیان میں واپس تشریف لانے کے بعد پہلی نماز کی امامت ہی ترک کر دیتے۔ اور اس سارے عرصہ میں

جب حضرت صاحب قادیان میں تشریف رکھتے اور کسی مجبوری کے ماتحت مسجد میں تشریف نہ لا سکتے۔ تو حضرت مولوی صاحب کبھی امامت نہ کرواتے۔ بلکہ ایسے اوقات میں مولوی سید سرور شاہ صاحب امام الصلوٰۃ ہوتے تھے۔ جو نمازیں پانچ چھ سال تک ہم نے تفسیر القرآن واقعہ دار الانوار میں پڑھیں۔ ان میں حضرت صاحب زادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اور حضرت مولوی صاحب کے ارشاد کے ماتحت میں ہی امام ہوتا تھا۔ اور اگر یہ کوئی فخر کی بات ہے۔ تو مجھے خوشی ہے کہ جماعت کے ان ہر دو نہایت ہی قابلِ احترام بزرگوں نے برسوں میرے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

انکساری اور خاکساری بھی حضرت مولوی صاحب کے کیریکٹر کا ایک حسین پہلو تھی۔ ایک دن خاکسار اور حضرت مولوی صاحب سول ملٹری پریس سے شام کے وقت پروف پڑھ کر باہر نکلے۔ حضرت مولوی صاحب پیدل احمدیہ ہوسٹل کو روانہ ہوئے۔ جو وہاں سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور میں کچھ پھل خریدنے انارکلی چلا گیا۔ جب براستہ مال روڈ میں واپس ہوسٹل جا رہا تھا۔ اور گہری شام ہو چکی تھی۔ تو دفعتہً بارش اور آندھی آ گئی۔ اور بجلی کوندنے لگی۔ اور سخت اندھیرا چھا گیا۔ میں بھاگا جا رہا تھا کہ دفعتہً ایک جگہ بجلی جو کوندی۔ تو میں نے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب اسی بارش، آندھی اور اندھیرے میں ایک بنچ پر خاموشی سے بیٹھے ہیں۔ اور جب مجھے رُکتے دیکھا۔ تو فرمایا ملک صاحب!

آپ جائیں بارش زیادہ ہے۔ میں آہستہ آہستہ آجاؤں گا۔ میں نے جب کہا۔ کہ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ کہ میں آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر چلا جاؤں۔ تو آپ میرے اصرار پر میرے ساتھ چل پڑے۔ اسی طرح ایک دن ہم دوپہر کے کھانے کے لئے سول ملٹری پریس سے نکلے۔ مئی کا مہینہ تھا۔ اور لاہور کی گرمی ریسٹورنٹ جہاں ہم کھانا کھانے جارہے تھے۔ کافی فاصلے پر تھا۔ میری بے وقوفی کہ میں سمجھا کہ ٹانگہ کی بجائے بس میں چلے جائیں گے۔ بس کے انتظار میں ہم ایک دوکان کی بڑی موٹی دیوار کے سایہ میں کھڑے ہوگئے۔ اتنے میں بادسموم کا ایک بے پناہ جھونکا جو آیا۔ تو میں نے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب کا چہرہ اس کی شدت کی تاب نہ لاسکا۔ اور کملا گیا میں نے کہا۔ حضرت! ٹانگہ لے لیتے ہیں۔ آہستہ سے فرمایا۔ آپ کی مرضی۔ تب میں نے ٹانگے والے کو آواز دی۔

میں اس کو آپ کی انکساری کہوں یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ وفاداری یا دلیری و جواں ہمتی۔ کہ مئی 1947ء کی بات ہے لاہور میں دن دہاڑے قتل ہورہے تھے۔ ایک دن سول ملٹری پریس کے سامنے مال روڈ پر دن کے بارہ بجے ایک شخص قتل کردیا گیا۔ یہ انسانی جان کی ارزانی کی حد تھی۔ پریس غیر معین عرصہ کے لئے بند ہوگیا۔ ہم واپس ہوسٹل آگئے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ حضرت مولوی صاحب کی جان نہایت قیمتی ہے۔ اور لاہور میں قیام خطرناک ہوگیا

ہے۔ اور معلوم نہیں پریس کب کھلے۔ یا نہ ہی کھلے۔ کیونکہ حالات ایسے ہی تھے۔ حضرت مولوی صاحب کو قادیان ہی چلے جانا چاہیے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ ہم کچھ دنوں کے لئے قادیان چلے چلیں۔ اور امن کے بحال ہونے پر واپس آ جائیں۔ حضرت مولوی صاحب کی جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے عادت تھی۔ کہ میری کسی بھی بات کے متعلق انکار نہیں کرتے تھے۔ فرمانے لگے بہت اچھا! ہم نے چوہدری مظفر دین صاحب کو قادیان بھیجا۔ کہ حضرت صاحب سے ہماری واپسی کی اجازت لے آئیں چوہدری صاحب اسی دن شام کی گاڑی میں حضرت صاحب کی اجازت لے کر واپس لاہور پہنچ گئے۔ لاہور میں حالات اور بھی نازک ہو گئے۔ اور ہر گھڑی نازک تر ہوتے جا رہے تھے۔ میں نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا۔ کہ آپ چوہدری صاحب کے ساتھ قادیان تشریف لے جائیں۔ آپ نے جواباً مجھ سے پوچھا اور آپ؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو یہ اجازت آپ ہی کے لئے منگوائی تھی۔ آپ قیمتی وجود ہیں آپ تشریف لے جائیں۔ میں تو خواہ کچھ ہو۔ اب قرآن کے ساتھ ہی قادیان جاؤں گا۔ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت حد درجہ نرم تھی۔ آپ نے نرم لیکن نہایت مضبوط لہجہ میں فرمایا ''تو پھر میں بھی نہیں جاؤں گا''۔ میں نے اصرار بے فائدہ سمجھا۔ اور ہم قرآن کریم کی چھپوائی کی تکمیل تک لاہور میں ہی رہے۔ اور راتیں پہروں میں گذاریں۔

حضرت مولوی صاحب کے کیریکٹر کا ایک اور نہایت ہی نمایاں پہلو
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ اور خاندان
کے تمام افراد جن میں بچے بھی شامل تھے کی اتنی تعظیم تھی۔ جو بعض اوقات غلو تک
پہنچ جاتی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے ہم دونوں دفتر تفسیر القرآن میں کام کر رہے
تھے۔ قرآن کریم ہمارے سامنے کھلے رکھے تھے۔ اتنے میں ایک صاحبزادہ جن
کا نام میں اس وقت بھولتا ہوں اور جو اس وقت بالکل ہی بچے تھے غالباً اپنے
عموی جان حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ کی تلاش میں وہاں
آ نکلے۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو وہاں نہ پا کر واپس چلے گئے۔ لیکن
جونہی وہ کمرہ میں داخل ہوئے حضرت مولوی صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے اور
جب تک صاحبزادہ صاحب باہر نہ چلے گئے۔ کھڑے رہے۔ میں نے کچھ
خشونت سے کہا۔ مولوی صاحب! صاحبزادہ صاحب لاکھ قابلِ احترام سہی لیکن
آپ کے سامنے تو خدا کی کتاب کھلی پڑی تھی اس کے احترام کا تقاضا تھا۔ کہ
آپ نہ اُٹھتے حضرت مولوی صاحب میری بات سن کر خاموش رہے۔ اسی طرح
ایک دن ہم دونوں مسجد اقصیٰ میں قرآن کریم کے پروف پڑھ رہے تھے مجھے
ایک لفظ نظر پڑا۔ جس کے استعمال میں گرائمر کے لحاظ سے کچھ سقم تھا۔ میں نے
مولوی صاحب سے عرض کیا کہ یہ لفظ صحیح استعمال کیا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ فرمانے
لگے آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اس کو صحیح کرنے لگا۔ تو فرمایا کہ اس کو ایسے ہی

رہنے دیں حضرت صاحبزادہ صاحب (یعنی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب) نے لکھا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جلدی میں لکھا گیا ہوگا۔ جب صحیح نہیں تو کیوں نہ درست کر دیا جائے۔ اور میں نے اس کو درست کر دیا۔ حضرت مولوی صاحب خاموش رہے۔

حضرت مولوی صاحب کے کریکٹر کا ایک اور نہایت ہی پیارا پہلو جس سے بہت کم لوگ آگاہ ہیں یہ تھا۔ کہ وہ نہ صرف کبھی کسی شخص کی بُرائی نہیں بیان کرتے تھے۔ بلکہ اگر ان کی موجودگی میں دو آدمی کسی تیسرے آدمی کے متعلق کچھ نکتہ چینی کر رہے ہوں۔ تو حضرت مولوی صاحب اس تیسرے شخص کی کوئی نہ کوئی خوبی بیان کر دیتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ میں اور ملک محمد عبداللہ صاحب دفتر میں بیٹھے مختلف باتیں کر رہے ہوتے۔ اور دورانِ گفتگو کسی شخص کے متعلق ہم نے کچھ نکتہ چینی کی۔ تو حضرت مولوی صاحب جو اس وقت کمرہ کے ایک کونہ میں بیٹھے ہوئے اپنے کام میں منہمک ہوتے تھے۔ فوراً اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے اس شخص کی کوئی خوبی بیان کر دیتے ہم حیران رہ جاتے کہ کام کے انہماک میں مولوی صاحب ------ نے ہماری گفتگو کیسے سن لی۔ اور پھر اس موقعہ پر اس شخص کی خوبی ان کو بروقت کیسے یاد آ گئی۔

حضرت مولوی صاحب اپنی عاجزی، فروتنی، انکساری اور طبیعت کی نرمی کے باوجود حق بات کے کہنے میں بڑے جری تھے۔ ایک دن مسجد مبارک

میں کسی امر کے متعلق ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس بات کو ایک طرح سے بیان فرما رہے تھے۔ اور دوسرے صاحب جن کے متعلق مجھے اس وقت علم نہیں۔ کہ کون تھے۔ اسی بات کو دوسری طرح بیان کرتے تھے۔ ذکر کسی پرانے اور اہم واقعہ کے متعلق تھا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب بھی مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ اور حسب عادت پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بیان کے متعلق یقین تھا کہ امر واقعہ اسی طرح ہی ہے۔ جس طرح حضور بیان فرما رہے ہیں۔ حضور نے حضرت مولوی صاحب سے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ حضرت مولوی صاحب نے خلاف عادت ذرا بلند آواز میں دوسرے دوست کے بیان کی تائید کی۔ حضرت مولوی صاحب کا اس دوسرے دوست کی اس طرح تائید کرنا مجھے ابھی تک یاد ہے۔

حضرت مولوی صاحب اپنی نیکی، سنجیدگی، بزرگی کے باوجود زندہ دل بھی تھے۔ جن دنوں ملک محمد عبداللہ صاحب ہمارے ساتھ تفسیر القرآن میں کام کرتے تھے۔ ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ وہ عموماً جمعرات کی شام کو فیض اللہ چک اپنے سسرال چلے جایا کرتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کہ جمعرات کے روز ملک صاحب کے فیض اللہ چک جانے میں کوئی امر حائل نہ ہو۔ اور اگر ملک صاحب کے جانے میں ذرا دیر

ہو جاتی تو مسکرا کر پوچھتے۔ ملک صاحب آج جمعرات ہے اور آپ ابھی تک فیض اللہ چک نہیں گئے؟

اسی طرح 1947ء میں جب قرآن کریم کی چھپوائی کے سلسلہ میں ہم لاہور میں تھے۔ ایک دن میں قرآن کریم کے دیباچہ کے پروف دیکھ رہا تھا اور جنگ احد کے ذکر میں جب میں نے اس صحابیہ کا واقعہ پڑھا۔ جس نے اپنے باپ، خاوند اور بھائی کی وفات کی خبر سننے کے بعد آنحضرت ﷺ کی خیریت کی خبر سن کر کہا تھا۔ کل مصیبۃ بعد ذالک جلل تو حوالہ کے طور پر اس عورت کا نام درج کرنا چاہا۔ اس وقت جتنی تاریخ کی کتب ہمارے پاس تھیں یعنی تاریخ حلبیہ خمیس، ابن ہشام، سیرۃ خاتم النبیین، سیرۃ النبی مصنفہ مولوی شبلی وغیرہ۔ ان میں سے کسی میں بھی ہمیں اس عورت کا نام نہ ملا۔ اس پر مجھے ایک مذاق سوجھا۔ میں اٹھا۔ اور حضرت مولوی صاحب کے پاس گیا۔ اور کہا کہ آپ نے اس عورت کے متعلق پروفوں میں پڑھ لیا ہے۔ کہ اس کا نام کسی مورخ نے نہیں دیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ ہاں! میں نے ہنس کر کہا کہ آپ بھی اپنے آپ کو بڑے معزز اور بزرگ سمجھتے ہوں گے۔ اور خیال کرتے ہوں گے کہ آنے والے لوگ ہمارے نام کو یاد رکھیں گے۔ آنے والے لوگ آپ کا نام ایسے ہی یاد رکھیں گے جیسے ہمارے مورخوں نے اور ہم نے اس فدائی رسول عورت کا نام یاد رکھا ہے۔ جس نے اتنی مصیبت کے وقت محبت رسول اور ثبات

حلبیہ

کا وہ نمونہ دکھلایا جس کی نظر ملنی مشکل ہے۔ مولوی صاحب نے میری اس خوش مذاقی کو خوب سراہا۔

کئی سال ہوئے میاں محمد شفیع صاحب جو ''م،ش'' کے نام سے اخبارات میں مضمون لکھتے ہیں۔ ہمارے سالانہ جلسہ کی رپورٹ لینے کے لئے قادیان گئے۔ اور میرے پاس ٹھہرے جب ہم جلسہ گاہ میں آئے تو میاں صاحب موصوف مجھ سے کہنے لگے۔ ملک صاحب! کوئی ولی اللہ دکھلائیں۔ میں نے کہا ہمارے نزدیک سب سے بڑے ولی اللہ تو ہمارے امام ہی ہیں۔ ان کو آپ نے دیکھ ہی لیا ہے۔ کہنے لگے کہ ہاں وہ تو ہوئے لیکن پھر بھی میں کسی فقیر ولی اللہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اُن کے مطلب کو سمجھ گیا۔ وہ اتنا کہنا ہی پائے تھے۔ کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب ہمارے پاس سے گذرے۔ آپ اس وقت اپنے کندھے پر ایک موٹا کھر دار بھورے رنگ کا کمبل ڈالے ہوئے تھے۔۔۔ (جو اُن کے روزمرہ لباس کی کیفیت ہوتی تھی۔ اُن کو جاننے والے احباب کو معلوم ہے) میں نے کہا یہ ہمارے مولوی شیر علی صاحب ہیں۔ 1902ء میں گریجوئٹ ہوئے۔ یورپ میں تین سال رہ آئے ہیں۔ انگریزی زبان کے بڑے ماہر ہیں برسوں رسالہ ریویو انگریزی کے ایڈیٹر رہے ہیں۔ اور اب قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ میاں صاحب موصوف کہنے لگے۔ میں ایسے ہی فقیر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ جب تک مولوی صاحب ہماری نظروں

سے اوجھل نہیں ہو گئے۔ ان کی نظر مولوی صاحب کا تعاقب کرتی رہی۔
غرضیکہ حضرت مولوی صاحب بڑی روحانی عظمت وشان کے مالک تھے۔ سلسلہ احمدیہ ہمیشہ ایسے بزرگوں پر فخر کرتا رہے گا۔ یہی اس سلسلہ کی بنیاد تھے اور بڑی مضبوط بنیاد! خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں مسیح کے ان پروانوں پر وہ اپنا فرض ادا کر گئے۔ اور اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ جہاں وہ ان سے راضی اور یہ اس سے راضی! خدا ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

گھریلو زندگی کا خاکہ

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ اپنے خاندان کے تمام افراد میں نہایت محبوب شخصیت کے مالک تھے۔ ہر فرد آپ کی تہِ دل سے قدر کرتا اور آپکو اپنا حقیقی ہمدرد اور غمگسار خیال کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے نواسے اور نواسیاں بھی آپ کو ''ابا'' کے پیارے نام سے پکارتے اور آپ کے چشم وابرو کا اشارہ پاتے ہی ہر بچے کی یہ اولین خواہش ہوتی تھی کہ وہ اپنے اباجی کے حکم کی تعمیل کی سعادت حاصل کرے۔

آپ کا دل کیا تھا محبت کا ایک بحر ناپیدا کنار کمال یہ کہ ہر بچہ اپنے دل میں یہ خیال کرتا۔ کہ جتنی محبت میرے ابا کی مجھ سے ہے کسی اور سے نہیں پھر

آپ کی محبت اپنے بچوں تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ کئی یتیم، غریب، بیکس اور بے یارومددگار بھی اس سے حصہ وافر پاتے۔ کیونکہ ان کی محبت خدا کی خاطر، ان کی ہمدردی خدا کی خاطر اور ان کا غم وغصہ صرف خدا کی خوشنودی کی خاطر ہوتا۔ ان کا وجود خدا کی ہستی میں کچھ اس طرح کھو کر رہ گیا تھا کہ ہمیشہ خدا کی رضا ہی ان کا مقصود ومطلوب تھی۔

آپ انتہائی درجہ شفیق ومہربان ہونے کے باوصف بچوں کی تربیت میں کڑی نگرانی رکھتے۔ اور ہر قدم پر ان کی رہنمائی فرماتے گھر میں اگر کسی بچے کو ننگے پاؤں بھاگتے دیکھتے تو غصہ کے اظہار کے لئے اپنی چھڑی لے کر دو چار قدم جلدی جلدی اٹھاتے ہوئے فرماتے کہ تمہارے پاؤں پر ماروں گا۔ سوٹی اتنی تیزی سے اٹھاتے کہ بچے اس کو دیکھ کر سہم جاتے۔ لیکن جب وہ صرف ان کے پاؤں سے چھو کر رہ جاتی تو وہ سب اپنی شرمندگی کو چھپاتے اور مسکراہٹ کو دباتے ہوئے وہاں سے بھاگ جاتے۔

آپ بچوں کی تعلیم کا بے حد خیال رکھتے۔ جب بچے سکول سے پڑھ کر آتے تو گھر کے بڑے افراد کو اُن کی پڑھائی میں مدد کرنے کی تاکید کے علاوہ آپ خود بھی ان کا ہاتھ بٹاتے۔ کھانا کھاتے ہوئے، وضو کرتے ہوئے، سیر کو جاتے ہوئے غرضیکہ تھوڑی سے تھوڑی فراغت کے موقع پر بھی آپ کچھ نہ کچھ ان کو بتاتے رہتے۔

آپ کو اس امر کا بے حد احساس اور فکر تھا کہ کسی طرح بچوں میں پڑھنے کا شوق پیدا ہو۔ چنانچہ آپ مختلف طریقوں سے بچوں کے دلوں میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے اور پڑھائی کا شوق پیدا کرنے کی سعی فرماتے چنانچہ محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ بی۔اے بی۔ٹی جو حضرت مولوی صاحب کو نواسی ہیں اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرتی ہیں۔ کہ

''ایک دفعہ جمعہ کے روز ابا جی نے مجھے میری بہن اور ماموں جان عبداللطیف صاحب ہم تینوں کو فرمایا جو مجھے جمعہ کی نماز میں جانے سے قبل قرآن مجید کی یہ تین آیات بغیر کسی غلطی کے سُنا دیگا اس کو یہ کتاب انعام ملے گی۔ اور وہ کتاب خوبصورت نیلی جلد کی دِرثمین تھی۔ چونکہ بچپن سے ہی میرے دل میں مسابقت کا جذبہ بدرجہ اتم تھا۔ اس لئے میں قرآن مجید لے کر چھت پر چڑھ گئی۔ اور بجائے چند آیات یاد کرنے کے پورا رکوع ہی یاد کر ڈالا۔ اور آپ کو سُنا کر علاوہ پیار اور دعاؤں کے درثمین کو بھی انعام میں پایا''۔

اپنے بچوں کی کامیابیوں پر آپ کا چہرہ فرطِ محبت سے چمک اٹھتا ایک مرتبہ نصرت گرلز ہائی سکول کے جلسہ تقسیم انعامات کے موقعہ پر آپ کی نواسی محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ کو جب کہ وہ چھٹی جماعت میں تعلیم پا رہی تھیں۔ کسی مضمون میں نمایاں کامیابی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''فتح اسلام'' پہلی بار انعام میں ملی۔ اس وقت حضرت مولوی صاحب کی خوشی کا ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ بار

بار آپ کے دل میں مسرت کی لہر اٹھتی۔اور بار بار اس انعام کا ذکر کر کے حظ اندوز ہوتے۔

آپ بچوں کی ہر قسم کی ضروریات کا خاص اہتمام کرتے اور بچے بھی آپ کی محبت و شفقت کے مدنظر اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات اور ضروریات یا جس چیز کے لینے کا ان کے دل میں شوق پیدا ہو جائے یا جو چیز ضائع ہو جائے اور اسے دوبارہ لینے کی ضرورت پیش آئے بلا تکلف آپ سے کہہ دیتے اور حضرت مولوی صاحب نہایت خندہ پیشانی سے ان کے مطالبات کو پورا کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے۔جب بچوں کے امتحان کے دن قریب آتے تو وہ اپنی کتابیں حضرت مولوی صاحب کے پاس لے جاتے کہ اس کتاب کو دعا کر کے کھول دیں۔اس قلم پر دعا کر دیں۔اس پرچہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دیں اور اسی قسم کی اور بیسیوں چھوٹی چھوٹی باتیں جن کی تکمیل میں انہیں اپنی کامیابی کی جھلک اور امید کی روشنی نظر آتی حضرت مولوی صاحب سے بے دھڑک کہہ دیتے۔ان کے مطالبات کو پورا کرنے میں حضرت مولوی صاحب کے شوق و ذوق کا یہ عالم تھا کہ جیسے انہوں نے اپنے آپ کو صرف اسی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہو۔بچوں کے ان عجیب و غریب مطالبات پر آپ نے نہ کبھی انہیں ڈانٹا نہ ٹال مٹول سے کام لیا اور نہ عدم توجہی سے دل شکنی کی۔بچوں کو مایوس لوٹانا اور ان کے دلوں کو توڑنا تو آپ گناہ کبیرہ تصور کرتے تھے۔

یہ آپ کی سیرت کا کتنا شاندار ورق ہے۔ کہ آپ سلسلہ احمدیہ کی اہم
ذمہ داریوں کے باوجود گھریلو زندگی کی ان دلچسپیوں میں حصہ لینا، بچوں کی
دلداری کرنا اور ان کی معصومانہ باتوں سے لطف اندوز ہونا بھی ضروری خیال
کرتے تھے۔

آپ کا معمول تھا۔ کہ عیدین کی مبارک تقریبات سے پہلے جب
آپ شام کو گھر آتے۔ تو ازراہ دلداری خاص طور پر اپنی نواسیوں سے پوچھتے کہ
تم نے چوڑیاں پہنیں مہندی لگائی۔ تمہارے نئے کپڑے سل گئے۔ پھر صبح
ہوتے ہی ہر ایک بچہ کو الگ الگ عید مبارک کہتے، عیدی دیتے، اور اس کے
علاوہ بے شمار دعائیں بھی جو گویا ان کے لئے مخصوص تھیں۔ چنانچہ محترمہ رقیہ بیگم
اپنے بچپن کے زمانے کا ایک واقعہ یوں بیان کرتی ہیں کہ

ایک مرتبہ عید کے موقعہ پر ہم دونوں بہنوں نے یہ سوچا کہ آج ہم ابا
جی کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے جائیں گی۔ جب آپ جانے لگے تو ہم بھی چپکے
سے آپ کے ساتھ ہولیں۔ گھر میں دوسرے افراد کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے
دی۔ ابا جی پہلی صف میں بیٹھ گئے۔ جب نماز شروع ہونے لگی۔ تو کسی نے
آگے بڑھ کر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے برابر کچھ فاصلہ پر کپڑا بچھا دیا۔
اور ہم نے اپنے بچپن کی نماز عید وہاں ادا کی۔ جب گھر لوٹے تو ہمارے ایک
ماموں صاحب ہم پر برس پڑے اور بہت ناراض ہوئے۔ بلکہ امی سے بھی کہہ کر

ہمیں خوب سرزنش کرائی۔ خود بھی اس مہم میں پیش پیش رہے۔ جب اباجی کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو آپ ماموں جان پر ناراض ہوئے۔ اور مجھے اب تک یاد ہے آپ نے ماموں جان سے فرمایا کہ گئیں تو وہ میرے ساتھ تھیں۔ تمہاری اس میں کون سی بے عزتی ہوئی تھی''۔

یہ واقعہ اپنی ذات میں کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس کی تہ میں جو چیز کام کررہی ہے اس کی شیرینی اور حلاوت انسانی ذہن محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

باوجود اس کے کہ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت میں بے انتہا نرمی اور حلم پایا جاتا تھا اور باوجود اس کے کہ آپ بچوں سے بے انتہا محبت وشفقت سے پیش آتے تھے۔ لیکن پھر بھی آپ کا ایک خُداداد رُعب تھا۔ غالبًا وہ آپ کی نیکی، تقویٰ اور دعاؤں اور تقدس کا تھا۔ کہ ہر بچہ آپ کا بے حد احترام ملحوظ رکھتا اور ان میں سے ہر ایک اس بات کا خاص خیال رکھتا کہ کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہ ہو۔ یہاں تک کہ گھر کا ہر فرد خواہ وہ چھوٹا ہوتا یا بڑا۔ اپنی اپنی سمجھ اور دماغی افتاد کے مطابق آپ کی خوشنودی کے حصول کی کوشش کرتا تھا۔

لیکن آپ کا اپنی اولاد سے یہ پیار ایسا نہ تھا۔ جو ان کے اخلاق کو بگاڑ دے یا ان میں شوخی اور گستاخی کا مادہ پیدا کردے۔ بلکہ آپ کے تربیت کے انداز ایسے نرالے اور دلفریب تھے کہ بچے کی وابستگی اور محبت آپ سے بڑھ جاتی

اور تمام عمر وہ سبق اُسے نہ بھولتا۔ مثلاً اگر بچہ کوئی غلطی کرتا تو آپ کی مہربانی اور پیار میں ذرہ بھر فرق نہ پڑتا۔ نہ کبھی اُس سے ناراض ہوتے۔ نہ اسے شرمندہ کرتے۔ اور نہ وعظ کے رنگ میں کبھی نصیحت کرتے۔ البتہ مناسب مواقع کی تلاش میں رہتے اور اس وقت صرف ایک فقرہ ہی اس دلآویز رنگ میں کہتے جو زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دیتا۔ اور بچے کو نہ صرف اپنی غلطی کا شدید طور پر احساس ہوتا۔ بلکہ آئندہ وہ اس قسم کی غلطیوں سے محترز رہنے کی پوری کوشش کرتا۔

چنانچہ یہاں آپ کے اس موثر طریق تربیت کی تائید میں محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ کے بیان کردہ دو دلچسپ واقعات اُن ہی کی زبان میں درج کئے جاتے ہیں۔

پہلا واقعہ:

''ایک مرتبہ میری امی کسی وجہ سے مجھ پر ناراض ہوگئیں۔ جمعہ کا دن تھا اور اباجی گھر پر تھے۔ چنانچہ امی نے میری نالائقی کا ذکر اباجی سے کردیا یہ سن کر اباجی کا چہرہ متفکر ہوگیا۔ اور دعائیں کرنے لگ گئے لیکن مجھ سے ایک لفظ تک نہ کہا۔ یہاں تک کہ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد جانے کا وقت قریب آگیا اور اس تمام عرصہ میں میرا دل دھڑکتا رہا کہ شاید اب اباجی ناراض ہوں گے۔ جب آپ کپڑے پہن کر جانے کے لئے بالکل تیار ہوگئے۔ تو میرے ہاتھ میں کاغذ کا تہہ کیا ہوا پرزہ دے کر خود فوراً باہر تشریف لے گئے۔ میں نے جب اس کو

تحول کر دیکھا تو اس پر صرف حدیث کے یہ پاکیزہ الفاظ درج تھے۔"الجنتہ تحت اقدام امھاتکم "میں وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی پتھر کی طرح جامد و ساکت"!

دوسرا واقعہ:

"بچپن میں میری طبیعت میں یہ چیز غلو کی حد تک پیدا ہوگئی تھی۔کہ میں کسی دوسرے کے جوٹھے برتن میں کھانا پینا بہت ہی ناپسند کرتی اور نہ یہ بات ہی گوارا تھی کہ کوئی دوسرے گھر کا فرد میرا برتن استعمال کرے اسی طرح اپنے کسی بہن بھائی کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا پینا بھی میری طبیعت کے منافی تھا۔

ایک مرتبہ میں اسکول جانے کے لئے تیار ہورہی تھی اور امی نے میرے ناشتے کے لئے پلیٹ میں چاول نکالے ہی تھے کہ میرے چھوٹے بھائی نے بغیر انتظار کئے فوراً میری پلیٹ میں سے ایک نوالہ لے لیا۔اس پر مجھے اس قدر غصہ آیا۔کہ میں بغیر کچھ کھائے پئے سکول چلی گئی۔امی نے میرے اس طرح بھوکے چلے جانے کا ذکر اباجی سے کردیا۔دوسرے روز اباجی جب نماز فجر کے بعد گھر آئے۔تو مجھے میرے ماموں عبداللطیف صاحب اور میری بہن صفیہ بیگم کو بلایا اور اپنے حساب اور سلیٹیں لانے کو کہا۔جب ہم ایک تخت پر اکٹھے بیٹھ گئے۔تب آپ نے ایک چائے کی پیالی منگوائی اور سب سے پہلے مجھے فرمایا کہ اس میں سے دوچار گھونٹ پی لو۔میں فوراً اصل معاملہ بھانپ گئی اور حسب

ارشاد اس میں سے چائے پی لی۔ پھر میرے ہاتھ سے پیالی خود اپنے ہونٹوں سے لگالی اور بعد میں پھر فرمایا:۔

''ایک مومن کا جُوٹھا دوسرے مومن کے لئے شفا ہے''۔ پھر پیالی رکھ دی اور سوال حل کرانے میں مصروف ہوگئے۔ آپ کے اس پیارے انداز تربیت نے مجھے ایسا سبق دیا کہ میں دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی اور یک دم جیسے میری نفرت محبت میں بدل کر رہ گئی''۔ بچوں کو سوال کرنے اور مانگنے کی عادت سے محفوظ رکھنے کے لئے حضرت مولوی صاحب کا یہ شاندار طریق تھا۔ کہ بچوں کی ہر ضرورت کواُن کے مطالبہ سے قبل ہی مہیا کر دیتے۔ اور گھر میں اس اصول کی پوری پابندی کی جاتی کہ بچے ہر چیز صرف اپنی ماں کے ہاتھ سے لیں۔ اس لئے حضرت مولوی صاحب جب کوئی چیز باہر سے لاتے تو ان کی والدہ کو دیتے اور وہ اپنے ہاتھ سے بچوں میں تقسیم کرتیں۔

بعض اوقات بچہ جب سو رہا ہوتا۔ تو اس کی چارپائی پر رکھ دیتے۔ جب وہ بیدار ہوتا تو اپنے مطلب کی چیز پا کر بے حد خوش ہوتا۔ اس کے پوچھنے پر کہ ''یہ کہاں سے آئی ہے''۔ اسے بتایا جاتا۔ کہ اللہ میاں نے دی ہے تا اس چھوٹی عمر سے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و ربوبیت کے جذبات پیدا ہوں۔

آپ اپنے بچوں کی نمازوں کا بھی خاص خیال رکھتے۔ آپ کا معمول

تھا کہ جب عشاء کی نماز پڑھ کر گھر آتے۔ تو دریافت فرماتے کہ کس کس نے نماز پڑھ لی ہے؟ اگر بچوں میں سے کوئی نماز ادا کئے بغیر سو جاتا تو اس کو اٹھاتے اور بعض اوقات تو سونے والے کی چارپائی بھی آہستہ سے الٹا دیتے تا اس کو نماز کی اہمیت کا احساس ہو۔

آپ بالالتزام صبح کی سیر کے لئے جاتے اور بچوں کو بھی ساتھ لے جاتے دورانِ سیر میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ آپ باہر کی ہر چیز میں دلچسپی لیتے جو مکان زیرِ تعمیر ہوتا۔ اس کے اندر داخل ہو کر چھوٹی سے چھوٹی چیز کو ملاحظہ فرماتے۔

میاں صاحب کا فارم ہو یا نواب صاحب کا باغ آپ اس بات کی کڑی نگرانی فرماتے کہ کوئی بچہ کسی پھل پھول یا پودے کو نہ چھیڑے۔ اس لئے بچے بھی عموماً محتاط رہتے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرتے جو حضرت مولوی صاحب کی طبع مبارک پر گراں گزرے۔

اس تعلق میں یہ واقعات دلچسپی سے خالی نہ ہونگے۔ محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ لکھتی ہیں:۔

''ایک دفعہ ہم حضرت میاں صاحب کے فارم میں سیر کر رہے تھے۔ کہ ایک مالی ہماری نگرانی کرتا رہا۔ جدھر ہم جاتے ہمارے پیچھے پیچھے جاتا اس کا اس طرح پھرنا مجھے بہت ناگوار گذرا۔ ان دنوں آم کو کافی بڑے ہو گئے تھے۔ مگر

ابھی پکے نہ تھے میں نے اباجی سے کہا کہ آم تو ابھی کچے ہیں یہ مالی ہمارے پیچھے
پیچھے کیوں پھر رہا ہے۔ ہم کچے آم توڑ کر کیا کریں گے۔ اس پر اباجی نے فی
برجستہ فرمایا کہ۔

''اگر آم پکے ہوتے تو تمہیں اس کا پیچھے پیچھے پھرنا اچھا لگتا''۔

پھر فرمایا:۔

''وہ اپنا فرائض ادا کر رہا ہے۔ تمہیں اس پر کیوں غصہ آ رہا ہے''۔''ہم
تقسیم ملک کے بعد جب لاہور آ گئے۔ تو ہمارا قیام احمدیہ ہوسٹل میں تھا۔ یہاں
گردونواح میں سیر و تفریح کے لئے بہت سی خوشگوار جگہیں تھیں۔ اباجی مجھے بھی
سیر کے لئے لے جاتے۔ لیکن ان دنوں میرا جی سیر کرنے کو نہ چاہتا تھا۔ ایک
دن میں نے اباجی سے یونہی تفریحاً کہا۔ کہ اگر آج مجھے لارنس گارڈن سے اپنی
پسند کا بہترین پھول لا کر دیں۔ تب میں آپ کے ساتھ سیر کے لئے جایا کروں
گی۔۔۔

اباجی جب سیر سے واپس آئے۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ
میں ایک زرد رنگ کا کملایا ہوا پھول ہے۔ میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ اباجی
کیا آپ کو تمام باغ میں یہی پھول سب سے زیادہ پسند آیا؟ تو آپ نے نہایت
ہی معصومانہ انداز میں فرمایا کہ ''جب میں باغ میں داخل ہوا۔ تو میں نے ایک
جگہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''پھول توڑنا منع ہے''۔ اس لئے میں تمہارے لئے ایک

پھول بھی نہ توڑ سکا۔ یہ ایک گرا ہوا پھول مجھے نظر آیا۔ سو وہ تمہارے لئے اٹھا کر
لے آیا ہوں"۔

یہ سن کر میں ایک گہری سوچ میں ڈوب کر رہ گئی۔ آپ کی بلند روحانی
شخصیت کے شدید احساس کے علاوہ میرے لئے یہ جواب بے حد ایمان افروز
ہوا"۔

بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی بیٹی محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ
کے بیان فرمودہ واقعات ہمارے لئے قندیل راہ ہیں۔

"موسمی تعطیلات میں میں اپنے بچوں کو ان کی دادی کے گاؤں لے جایا
کرتی تھی۔ گاؤں کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے میرے ایک چھوٹے بچے
نے جس کی عمر دو سال تھی۔ ایک خراب گالی سیکھ لی اور قادیان آ کر جب بھی اس
کا کسی بچے سے جھگڑا ہو جاتا تو وہی گالی دیتا۔ مجھے یہ سن کی بے حد تکلیف محسوس
ہوتی۔ لیکن باوجود کوشش کے میں اس کی اس عادت کو دور نہ کر سکی۔ ایک دفعہ ابا
جی وضو کر رہے تھے اتفاقاً اس کی کسی بچے سے لڑائی ہوگئی اور اس نے فوراً وہی
گالی دی۔ میں نے اباجی سے ذکر کیا۔ آپ کافی دیر تک اس کے لئے دعا کرتے
رہے۔ پھر اسے گود میں اٹھا کر فرمانے لگے۔ مجھے بتاؤ تمہارا کس چیز کے لینے کو
جی چاہتا ہے۔ میں تمہیں اچھی سے اچھی چیز لا کر دوں گا۔ لیکن پھر تم گالی نہ
دینا۔ یہ بہت بری ہوتی ہے۔ بچہ کہنے لگا۔ اباجی مجھے ننھے (گول چونے والی

مٹھائی لادیں)۔ پھر ابا جی نے پوچھا کیا اس سے بھی اچھی چیز چاہیے تو کہنے لگا

سنگترے لادیں۔

ابا جی کی دعاؤں اور اس شاندار تربیت کا ایسا اثر ہوا کہ اس دن کے بعد وہ گالی اس کی زبان پر کبھی نہیں آئی۔ اور ابا جی کافی دنوں تک اس کے لئے روزانہ سنگترے اور چاکولیٹ وغیرہ لاتے رہے''۔

''ابا جی کا تمام عمر یہ دستور رہا۔ جب ہم بچے تھے تب بھی اور جب میرے بچے چھوٹے تھے تب بھی ہمیشہ یہی تلقین فرماتے کہ جس چیز کو تمہارا دل چاہے بجائے اماں یا ابا سے مانگنے کے خدا سے مانگا کرو آپ جب بھی بازار سے کوئی کھانے کی چیز لاتے۔ تو اس کو اماں جی کی چارپائی کے تکیہ کے نیچے رکھ دیتے اور پھر بچوں کو بلا کر دریافت کرتے کہ آج تم میں سے کس کس نے دعا مانگی تھی۔ ہر ایک اپنی اپنی دعا کا ذکر کرتا پھر پوچھتے۔ کہ تم میں سے کس نے کھانے کی چیز مانگی تھی؟ تو کوئی نہ کوئی بچہ کہہ ہی دیتا کہ میں نے مانگی تھی۔ تب اسے فرماتے کہ جاؤ تمہاری امی کی چارپائی پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ضرور کوئی چیز بھیجی ہوگی۔ بچے دوڑے دوڑے جاتے اور وہ چیز اٹھا لاتے اور آپ سب بچوں میں بانٹ دیتے''۔

بچوں میں دعا کی عادت پیدا کرنے کا یہ بہترین طریق تھا جو حضرت مولوی صاحب نے گھر میں جاری رکھا ہوا تھا۔

حضرت مولوی صاحب صحت کے اصولوں کی بہت سختی سے پابندی
کرتے اور سب بچوں کو اس کی نصیحت فرماتے اور خاندان کے ہر فرد کے صحت و
آرام کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اگر گھر میں کسی قسم کی تکلیف کا آپ کو علم
ہو جاتا۔ تو آپ پریشان ہو جاتے اور بے شمار دعاؤں کے علاوہ جو آپ کی پاکیزہ
زندگی کا جزو لاینفک تھیں۔ دوائیں لا کر استعمال کرانے اور ہر قسم کی احتیاطیں
بتانے میں پورا خیال رکھتے۔ اور اس وقت تک چین نہ لیتے۔ جب تک آپ کو
اس کی صحت کی طرف سے پورا اطمینان نہ ہو جاتا۔

1939ء کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ آپ کی نواسی رقیہ بیگم سلمہا بعارضہ
ٹائیفائیڈ شدید بیمار ہو گئیں۔ کئی ماہ تک بخار نے پیچھا نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ
بظاہر ان کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ گھر کا ہر فرد ان کی اس تشویشناک حالت
سے بہت پریشان اور غمزدہ نظر آتا تھا۔ اور سبھی اپنی اپنی جگہ دعاؤں میں مشغول
تھے۔ لیکن حضرت مولوی صاحبؓ کی تو یہ حالت تھی کہ دیوانہ وار اپنی جان تک کی
بازی لگائے ہوئے ہر قسم کی خدمت میں مشغول رہتے۔ اعلیٰ ترین طبی امداد مہیا
کرنے کے علاوہ انتہائی سوز و گداز کے ساتھ خدائے قدوس کے آستانہ پر گر کر
التجائیں کرنے میں بھی آپ نے کمال کر دکھایا چنانچہ یہ اس فانی فی اللہ کی شبانہ
روز دعائیں ہی تھیں جنہوں نے زندگی اور موت کی کشمکش سے اپنی نواسی کو نجات
دلائی اور ایک بار خدا سے مانگ ہی لیا۔ ان کے صحت یاب ہونے کے بعد ایک

روز ان کے ماموں نے ذکر کیا۔ کہ بیماری کے دوران میں مجھے ایک شخص ملا اور
کہنے لگا کہ حضرت مولوی صاحب کو تو ان کی نواسی کی بیماری نے اتنا پریشان کیا
ہے۔ کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ میرے پاس سے کوئی انسان گذر رہا ہے یا
حیوان ہر ملنے والے سے یہی کہیں گے۔ کہ دعا کرنا کہ میری بچی بیمار ہے حتیٰ کہ
گلی کے تنکوں سے بھی یہی کہتے پھرتے ہیں۔ مطلب اس کا یہ تھا۔ کہ ہر کس و
ناکس سے دعا کے لئے کہتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ آیا وہ شخص دعا کرنے کی
اہلیت بھی رکھتا ہے۔ یا نہیں غرضیکہ حضرت مولوی صاحب نے اس درد اور تڑپ
سے دعائیں کیں کہ خدا نے انہیں شرف قبول بخشا۔ آپ بار ہا اس خیال کا اظہار
فرماتے۔ کہ یہ بچی اللہ میاں نے مجھے دوبارہ دی ہے اس لئے مجھے بہت ہی
پیاری ہے۔

چنانچہ آپ کی نواسی آپ کی محبت وشفقت کے متعلق تحریر فرماتی ہیں:۔
''ایک دفعہ ابا جی کی طبیعت ناساز تھی۔ ادھر میری طبیعت بھی کچھ
خراب ہوگئی۔ میں صبح ہونے پر ابا جی کے پاس گئی اور ان سے طبیعت کا حال
دریافت کیا۔ ابا جی فرمانے لگے۔ تم بتاؤ تم کیسی ہو۔ میں نے کہا میں تو اچھی ہوں
فرمانے لگے الحمد للہ بس تو پھر میں بھی اچھا ہوں تم اچھی ہو تو میں بھی اچھا ہوں۔
اس فقرہ کو دو تین مرتبہ دہرایا۔ مجھے کئی مرتبہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بیٹا اپنے لئے
نہیں تو میرے لئے اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔ ایک مرتبہ آپ بیمار تھے میں

نے آپ کو دوائی پلائی۔ فرمانے لگے کہ میں نے دیکھا ہے کہ تم نمازیں تو بروقت اور باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتی ہو مگر وضو نہیں کرتی ہو۔ میں اس پہیلی کو ابھی سمجھ نہیں سکی تھی۔ کہ فرمانے لگے میرے علاج کا تو فکر کرتی ہو مگر اپنی صحت کی پرواہ تک نہیں کرتیں پہلے خود دوائی پیا کرو۔ پھر مجھے پلایا کرو"۔

"جب میں بی۔اے کے امتحان کی تیاری کر رہی تھی۔ تو ابا جی کے ساتھ والے کمرہ میں میرا بستر تھا۔ میں نے کئی مرتبہ محسوس کیا کہ اپنے کمرہ میں حسب معمول ٹہل رہے ہیں اور دعائیں کر رہے ہیں آپ نے صرف جرابیں پہنی ہوتیں اور جوتے اتارے ہوتے مبادا میری نیند میں خلل واقع ہو کیونکہ میری نیند بہت ہلکی تھی"۔

"ایک روز میرے ماموں جان حافظ عبداللطیف صاحب اور خالہ جان محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہ ایم۔اے باتیں کر رہے تھے۔ میں اپنے کمرہ میں سو رہی تھی میرے گلے میں خراش ہو کر کھانسی شروع ہو گئی میں نے بستر پر لیٹے لیٹے ہی خالہ کو آواز دی کہ مجھے چمچ اور لال شربت کی بوتل لا دیں۔ خالہ جان نے وہیں سے آواز دے کر پوچھا کہ بوتل اور چمچ کہاں پر پڑے ہیں۔ اس پر ابا جی فرمانے لگے کہ آوازیں دے کر اس کی نیند کیوں خراب کر رہی ہو خود ڈھونڈ لو۔ اور اس کو جا کر شربت پلا دو۔ میں بستر پر لیٹی لیٹی یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی کہ کیا دنیا میں ہم سے بھی زیادہ خوش نصیب کوئی ہوگا۔ جس کو خدا

تعالیٰ اتنا پیارا باپ دے"۔

"ایک مرتبہ ہم ڈلہوزی گئے۔ جو پلنگ میرے حصہ میں آیا وہ کھٹملوں اور پسوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ دو تین راتیں اسی طرح گذر گئیں۔ کہ میں پل بھر کے لئے نہ سو سکی۔ آخر ماموں جان نے ایک لوہے کا پلنگ منگوایا اس پر بستر وغیرہ بچھایا گیا۔ اباجی باہر سے سیر کر کے تشریف لائے۔ تو چارپائی کو بغور دیکھا پھر اس پر بیٹھ گئے۔ میں چونکہ کھٹملوں کی وجہ سے دو تین راتیں سو نہیں سکی تھی۔ اس لئے مجھے خیال آیا کہ کہیں اباجی اپنا بستر ہی نہ سمجھ لیں۔ میں نے جلدی سے کہا اباجی یہ تو میرا بستر ہے۔ اباجی نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ بیٹی میں تو اس پر لیٹ کر یہ دیکھنے لگا تھا کہ تمہارے لئے آرام دہ بھی ہوگا یا نہیں؟ میری شرمندگی کا اندازہ خود ہی لگا لیجئے"۔

حضرت مولوی صاحب کی نظر عنایت اپنے کسی خاص بچہ تک محدود نہ تھی۔ بلکہ ہر بچہ کو اور پھر ان کی اولاد کو ایک ہی نظر سے دیکھتے اور ایک سا سلوک روا رکھتے تھے۔ اپنے عزیز و اقارب سے اس قسم کا مشفقانہ برتاؤ کرتے کہ جس پر انسانیت فخر کرے۔

آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ خدیجہ بیگم زینب صاحبہ فرماتی ہیں کہ "بچپن میں مجھے دودھ پینے کی بہت عادت تھی۔ اس لئے دس برس تک میں صرف دودھ ہی پیتی رہی۔ اس کے بعد روٹی شروع کی تو بیمار ہو گئی

کافی عرصہ بعد ایک روز میں نے ابا جی سے اپنے بچپن کے اس واقعہ کا ذکر کر کے کہا کہ آپ نے مجھے تو دودھ کی عادت ڈال دی تھی۔اب میں اپنے بچوں کو ایسی عادت نہیں ڈالونگی اس پر ناراض ہو کر فرمانے لگے کہ جو خدا خدیجہ کے لئے دودھ مہیا کرتا رہا۔کیا رقیہ اور صفیہ کے لئے مہیا نہیں کرے گا؟

اس کے بعد آپ کو ہمیشہ یہ خدشہ رہتا۔کہ میں شاید بچوں کو دودھ نہیں پلاتی آپ نے ہر بچہ کی ایک بھینس مقرر کر دی اور انہیں چھوٹی چھوٹی گڑویاں خرید دیں۔تا کہ وہ خود نوکر سے جا کر اپنی اپنی گڑویوں میں دودھ ڈلوا کر پی لیا کریں۔پھر آپ رات کو گھر تشریف لا کر ایک ایک سے دریافت کرتے۔بچے! تم نے کونسی بھینس کا دودھ پیا۔تا کہ بچوں کو شکایت کی عادت بھی نہ ہو۔اس طرح ان کو خود تسلی بھی ہو جاتی۔

پھر جہاں دوسروں کے لئے ایثار وقربانی کا جذبہ خدا تعالیٰ نے جبلی طور پر آپ کے اندر ودیعت کر دیا تھا۔وہاں گھر کے بچوں کی ادنیٰ ادنیٰ خواہش کا آپ بے حد احترام کرتے اور کبھی کسی بچے کو آزردہ نہ ہونے دیتے۔چنانچہ آپ کی صاحبزادی محترمہ خدیجہ بیگم ایک دلچسپ واقعہ یوں بیان کرتی ہیں۔

''ایک دفعہ چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے نے ابا جی سے ذکر کیا۔کہ ان کی اہلیہ سخت بیمار ہیں۔اور ڈاکٹر نے انہیں بہت زیادہ مکھن کھلانے کی ہدایت کی ہے۔بھینس خریدنے میں شاید دیر ہو جائے۔اگر آپ کی

کوئی بھینس دودھ دیتی ہوتو مجھے دے دیں۔ چنانچہ اسی روز ابا جی نے ایک بھینس ان کے ہاں بھجوادی۔ وہ بھینس میری بچی رقیہ بیگم سلمہا کے نام کی تھی۔ جب اسے معلوم ہوا تو وہ منہ بسور کر اور رنجیدہ ہو کر کہنے لگی۔ کہ میری بھینس ابا جی نے کیوں دے دی۔ یہ دیکھ کر آپ نے اسی روز دوسری بھینس خریدنے کی کوشش شروع کر دی۔ جب سودا ہو گیا تو بھینس کا مالک ہمارے گھر اپنی بھینس لے کر آیا۔ ابا جی نے رقیہ کی دلداری کے خیال سے اسی کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ لو تم اپنے لئے بھینس خرید لو۔ چنانچہ وہ خود بھینس کے مالک کو روپے دے کر اور نئی بھینس لے کر بہت خوش ہوئی۔

گھر میں حضرت مولوی صاحب کی حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے مدنظر یہ عادت تھی کہ آپ حتی الامکان اپنے تمام کام خود کرتے۔

مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب عارف مبلغ سلسلہ احمدیہ جو آپ کے گھر میں سالہا سال بچوں کی طرح رہے وہیں بڑھے پلے اور تعلیمی عرصہ مکمل کیا۔ تحریر کرتے ہیں کہ

''میں نے گھر میں بارہا اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ آپ اپنا کام حتی القدر خود کرتے۔ جب کبھی غسل کا ارادہ کرتے تو خود ہی کنوئیں سے پانی نکالنے میں مصروف ہو جاتے۔ میں یہ دیکھ کر آپ کے پاس جا کر عرض کرتا کہ خاکسار

جو اس خدمت کے لئے حاضر ہے۔ تو آپ فرماتے کہ آپ تکلیف نہ کریں جب میں اصرار کرتا۔ تو آپ اچھا فرما کر میرے لئے دعا فرماتے۔ گھر میں بھینسوں کو آپ خود ہی نہلاتے اور انہیں چارہ ڈالتے۔ جب خاکسار گھر پر ہوتا۔ تو اس خدمت کو انجام دینے کی درخواست کرتا جسے آپ میرے جذبہ شوق کے مدنظر قبول فرما لیتے۔ اور میرے لئے دعائیں بھی فرماتے''۔

''اکثر غرباء جو آپ کے گھر لسی لینے کے لئے آتے بعض دفعہ جب گھر پر آپ کے بچوں یا ہم خدام میں سے کوئی نہ ہوتا تو آپ خود ایک ایک کا برتن لے جاتے اور ان کو لسی لا کر دیتے اور غرباء کے ساتھ پاس خاطر کے طور پر ایسی ہمدردانہ گفتگو فرماتے کہ ان کو قلبی راحت محسوس ہوتی''۔

گھریلو زندگی آپ کے وجود سے گویا جنت کا نمونہ تھی۔ جب آپ گھر میں تشریف لاتے۔ تو بلند آواز سے سب کو السلام علیکم کہتے پھر جُوں جُوں گھر کے ایک ایک فرد سے ملاقات ہوتی۔ ان کو الگ الگ السلام علیکم کہتے بچوں سے مصافحہ کرتے چھوٹے بچوں کو پیار سے اٹھا لیتے اور کافی دیر تک خاص محویت کے عالم میں خاموش صحن میں ٹہلتے رہتے اور لبوں پر دعائیں جاری ہوتیں۔

آپ بہت ہی کم گو بزرگ تھے۔ گفتگو کو طول دینا بلند آواز سے وعظ و نصیحت کرنا، قہقہہ لگا کر ہنسنا یا خفا ہونا آپ کی طبیعت کے خلاف تھا۔ نہایت متین اور سنجیدہ مسکراہٹ ہمیشہ آپ کے ہونٹوں پر کھیلتی رہتی۔

خوشی اور غم کے مواقع پر آپ کا چہرہ آپ کے جذبات کی خوب ترجمانی
کرتا۔ مسرت کے موقعہ پر چہرہ ٹمٹما اُٹھتا۔ آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو جاتی۔
اور جب فکر مند یا پریشان ہوتے۔ تو سوز کی کیفیت پائی جاتی۔ آپ کے ٹہلنے
انداز اور دعاؤں میں اضطراب ورقت آپ کی قلبی کیفیت کے آئینہ دار ہوتے۔

آپ کی تمام زندگی میں جو چیز ہمیں نمایاں نظر آتی ہے وہ یہ کہ انہوں
نے اپنی ہر حرکت وسکون کو شریعتِ اسلامیہ کے احکام کے تابع بنایا ہوا تھا۔ آپ
اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، سوتے جاگتے، گھر میں داخل ہوتے، گھر سے باہر
جاتے، جوتی پہنتے اور اتارتے وقت حتیٰ کہ لیٹے لیٹے کروٹ بدلتے وقت ان
ہدایات کو مدِنظر رکھتے جو شریعت نے دی ہیں۔ اور ہر موقعہ پر ان دعاؤں کے
ورد سے آپ کی زبان معمور رہتی جو قرآن پاک اور احادیث میں مذکور ہیں۔
یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ چیزیں آپ کی عادت میں داخل ہو کر آپ کی پاکیزہ
سیرت کا جزو بن گئی تھیں۔

کئی بار ایسا بھی ہوا۔ کہ جب آپ گھر تشریف لاتے اور آپ کی کوئی
بچی آپ کی جوتی اور جرابیں اتارتے وقت دائیں پاؤں پر ہاتھ رکھتی تو آپ اپنا
پاؤں کھینچ لیتے۔ جس سے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا اور پھر وہ بائیں پاؤں
سے جراب پہلے اُتارتی۔

اسی طرح جب آپ کی موجودگی میں آپ کے گھر کے بچے سکول

جانے کے لئے تیار ہوتے تو آپ ان کو گھر سے نکلتے وقت دعا پڑھنے کے لئے
فرماتے چنانچہ اس پر پوری طرح عمل کرانے کے خیال سے آپ نے ایک مرتبہ
اس دعا کو خوشخط لکھوا کر اور فریم کروا کر کارنس پر اس جگہ رکھ دیا جہاں آئینہ پڑا
ہوتا ہے۔ تاکہ سکول جانے سے قبل کنگھی کرتے وقت وہ دعا بچوں کے ذہن میں
مستحضر رہے۔

اپنے کھانے کے اوقات میں بھی آپ کے ہوں پر دعائیں جاری
رہتیں۔ کھانے کے بعد صحن میں ٹہل رہے ہوتے تو اکثر یہ دعا پڑھ رہے ہوتے۔

ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار

درود شریف تو اس کثرت سے پڑھتے۔ گویا آپ کی روح کو حقیقی
اطمینان درود پڑھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ رمضان شریف کی راتوں میں تو
آپ گھنٹوں درود شریف اور استغفار پڑھنے میں مستغرق رہتے۔

دعا گویا ان کی روح کی غذا تھی۔ رات کو بستر پر لیٹتے وقت جب تک
آنکھ نہ لگ جاتی درود شریف اور استغفار پڑھنے میں مشغول رہتے۔ کبھی زبان پر
''لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین '' کے الفاظ ہوتے
حتیٰ کہ اسی مقدس مشغلہ میں آپ گہری نیند سو جاتے۔ پھر آنکھ کھلنے کے ساتھ ہی
دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ سفر پر روانگی سے قبل خواہ سفر کتنا ہی چھوٹا کیوں
نہ ہوتا۔ سب کو اکٹھا کر کے دعا کرتے۔ گھر میں سے کوئی فرد جب سفر پر جانے

لگتا۔ تو اس کی روانگی کے وقت ضرور پہنچ جاتے اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتے۔

مختلف لوگوں کی طرف سے دعا کے لئے جو آپ کو خطوط موصول ہوتے ان کے متعلق آپ کا یہ معمول تھا۔ کہ خط پڑھ کر اسی وقت اس کے لئے دعا کرتے۔ آپ اپنے بچوں میں سے کسی سے خط پڑھواتے اور غور سے سنتے جاتے چنانچہ آپ کی عمر کے آخری پانچ چھ سالوں میں تو یہ شرف خاص طور پر آپ کی نواسی محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ کو نصیب ہوتا رہا۔ جب آپ عشاء کی نماز پڑھ کر آتے اور کھانا کھا رہے ہوتے یا نماز کے لئے وضو کر رہے ہوتے۔ تو آپ دریافت فرمایا کرتے کہ آج کہاں کہاں سے کس کس کا خط آیا ہے۔ اور ان میں کس کس امر کے واسطے دعا کے لئے لکھا گیا ہے۔ اور اپنے بچوں کو اکثر یہ بھی فرماتے کہ میں اس لیے تم سے خطوط پڑھواتا ہوں کہ تم بھی ان لوگوں کے لئے دعا کیا کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تم دعا کرو کہ خدا تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں ان لوگوں کے لئے دعا کر سکوں کبھی کبھی آپ کی جیب سے جو کاغذات نکلتے۔ ان میں ایک لسٹ ہوتی جس پر خطوط لکھنے والوں کے نام ہوتے اور مختصر طور پر اس امر کی تفصیل بھی جس مقصد کے لئے دعا کرنی ہوتی۔

ہر وہ شخص جس نے قریب سے آپ کو نماز میں یا ویسے ہی دعا کرتے دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ دعا کرتے وقت آپ کے لب...

لگتا۔ تو اس کی روانگی کے وقت ضرور پہنچ جاتے اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتے۔

مختلف لوگوں کی طرف سے دعا کے لئے جو آپ کو خطوط موصول ہوتے ان کے متعلق آپ کا یہ معمول تھا۔ کہ خط پڑھ کر اسی وقت اس کے لئے دعا کرتے۔ آپ اپنے بچوں میں سے کسی سے خط پڑھواتے اور غور سے سنتے جاتے چنانچہ آپ کی عمر کے آخری پانچ چھ سالوں میں تو یہ شرف خاص طور پر آپ کی نواسی محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ کو نصیب ہوتا رہا۔ جب آپ عشاء کی نماز پڑھ کر آتے اور کھانا کھا رہے ہوتے یا نماز کے لئے وضو کر رہے ہوتے۔ تو آپ دریافت فرمایا کرتے کہ آج کہاں کہاں سے کس کس کا خط آیا ہے۔ اور ان میں کس کس امر کے واسطے دعا کے لئے لکھا گیا ہے۔ اور اپنے بچوں کو اکثر یہ بھی فرماتے کہ میں اس لیے تم سے خطوط پڑھواتا ہوں کہ تم بھی ان لوگوں کے لئے دعا کیا کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تم دعا کرو کہ خدا تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں ان لوگوں کے لئے دعا کرسکوں کبھی کبھی آپ کی جیب سے جو کاغذات نکلتے۔ ان میں ایک لسٹ ہوتی جس پر خطوط لکھنے والوں کے نام ہوتے اور مختصر طور پر اس امر کی تفصیل بھی جس مقصد کے لئے دعا کرنی ہوتی۔

ہر وہ شخص جس نے قریب سے آپ کو نماز میں یا ویسے ہی دعا کرتے دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ دعا کرتے وقت آپ کے لب ولہجہ میں شدید درد و

لگتا۔ تو اس کی روانگی کے وقت ضرور پہنچ جاتے اور دعاؤں کے ساتھ رخ[illegible]
کرتے۔

مختلف لوگوں کی طرف سے دعا کے لئے جو آپ کو خطوط [illegible]
ہوتے ان کے متعلق آپ کا یہ معمول تھا۔ کہ خط پڑھ کر اسی وقت اس [illegible]
دعا کرتے۔ آپ اپنے بچوں میں سے کسی سے خط پڑھواتے اور غور [illegible]
جاتے چنانچہ آپ کی عمر کے آخری پانچ چھ سالوں میں تو یہ شرف خاص [illegible]
آپ کی نواسی محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ کو نصیب ہوتا رہا۔ جب آپ عشاء کی نماز پڑھ
کر آتے اور کھانا کھا رہے ہوتے یا نماز کے لئے وضو کر رہے ہوتے۔ تو آپ
دریافت فرمایا کرتے کہ آج کہاں کہاں سے کس کس کا خط آیا ہے۔ اور ان میں
کس کس امر کے واسطے دعا کے لئے لکھا گیا ہے۔ اور اپنے بچوں کو اکثر یہ بھی
فرماتے کہ میں اس لیے تم سے خطوط پڑھواتا ہوں کہ تم بھی ان لوگوں کے لئے
دعا کیا کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تم دعا کرو کہ خدا تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں
ان لوگوں کے لئے دعا کرسکوں کبھی کبھی آپ کی جیب سے جو کاغذات نکلتے۔
ان میں ایک لسٹ ہوتی جس پر خطوط لکھنے والوں کے نام ہوتے اور مختصر طور پر
اس امر کی تفصیل بھی جس مقصد کے لئے دعا کرنی ہوتی۔

ہر وہ شخص جس نے قریب سے آپ کو نماز میں یا ویسے ہی دعا کرتے
دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ دعا کرتے وقت آپ کے لب ولہجہ میں شدید درد و

کرب اور سوز و گداز کی کیفیت اس بات کا ثبوت ہوتی کہ دعا آپ کے دل کی گہرائیوں سے نکل رہی ہے۔

آپ کے دل میں مخلوقِ خدا کی ہمدردی کا اتنا گہرا نقش تھا کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ آپ کو دعا کے لئے کہہ دیتا تو اس کے لئے دعا کرنا فرض سمجھتے۔

نذیر احمد صاحب نامی آپ کو متواتر دعا کے لئے خطوط لکھا کرتے۔

محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ

''مہینوں ان کا خط قریباً روزانہ آتا رہا۔ جس میں شروع سے آخر تک روزانہ ایک ہی مضمون ہوتا۔ پھر مختصر بھی نہیں۔ بلکہ اچھا خاصا طویل مجھے خط دیکھتے ہی ہنسی آجاتی۔ کیوں کہ ان کے خط کا مضمون مجھے قریباً زبانی یاد ہو چکا تھا۔ مگر آپ ہر روز بلاناغہ اس خط کو شروع سے آخر تک سُنتے اور دعا فرماتے''۔

پاکیزگی کا آپ کو بے انتہا خیال رہتا۔ آپ نہایت عمدگی سے اس کا اہتمام کرتے اور اکثر باوضو رہتے۔ آپ کے وضو کرنے کا نقشہ محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ نے نہایت دلکش انداز میں کھینچا ہے۔ آپ لکھتی ہیں کہ

''جب آپ وضو کرنے لگتے تو ہم صحن میں پھولوں کے پودوں کے پاس چوکی رکھ دیتے۔ آپ غسل خانہ سے واپس آتے تو پہلے اپنے ہاتھ مٹی سے خوب رگڑتے پھر اس کے بعد صابن پر اپنی انگلیاں خوب گھساتے جس طرح کہ ایک زنگ آلود چھری یا چاقو پر سے رگڑ رگڑ کر زنگ کو اتارا جاتا ہے۔ وضو

کرتے وقت کہنیوں تک اپنے بازؤں کوخوب تیزی سے بار بار ملتے۔اسی طرح چہرے کوبھی خوب صاف کرتے۔یہ عمل آپ کا اتنے اطمینان سے ہوتا کہ ہم اُن کے وضو کے دوران میں دس مرتبہ بھی وضو کر کے فارغ ہو جائیں۔ساتھ ساتھ دعائیں بھی جاری ہوتیں۔حتیٰ کہ میں سوچا کرتی کہ آپ کا وضوبھی ہماری نماز سے اچھی عبادت شمار ہوتا ہوگا''۔

حضرت مولوی صاحب کے نماز پڑھنے کی عجیب شان تھی آپ خدا کے حضور اس طرح کھڑے ہوتے جیسے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہمہ تن عبودیت کا پیکر بن کر آستانہ رب العزت پر حاضر ہیں۔اور التجائیں کر رہے ہیں۔آپ کی علالت کے آخری ایام میں بھی کمزوری یا بیماری آپ کی عبادت میں بہت ہی کم حائل ہو سکی۔اتنی نقاہت اور پھر پیرانہ سالی کے باوجود آپ گھنٹوں خدا کے حضور خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے اور دعائیں کرنے میں مصروف رہتے۔آپ کی حتی الامکان کوشش یہ ہوتی۔کہ مسجد مبارک میں نماز ادا کریں۔جب آپ بہت زیادہ کمزور نہیں تھے۔آپ کا معمول یہی تھا کہ شام کی نماز پڑھ کر گھر آتے کھانا کھاتے، وضو کرتے اور پھر مسجد مبارک میں جا کر عشاء ادا کرتے، بارش ہو، بادل ہو، آندھی ہو، گرمی ہو یا سردی آپ اپنی منزل مقصود پر پہنچ کر ہی دم لیتے یا اگر موسم اچھا نہ ہوتا۔تو مسجد مبارک میں شام کی نماز ادا کرنے کے بعد وہیں کھانا بھی منگوا لیتے یا پھر نماز عشاء ادا کرنے کے بعد گھر

شریف لے کر کھانا کھاتے۔ گویا آپ مسجد مبارک میں نماز ادا کرنے سے ہی حقیقی اطمینان قلب حاصل کرتے۔

آپ کی سیرت میں یہ ہی ایک خاص چیز نظر آتی ہے کہ جب آپ کسی کام کو شروع کرتے یا اس کا کرنا ضروری سمجھتے تو نہایت استقلال اور جانفشانی سے اس کو سرانجام دیتے۔ آپ کی طبیعت میں صبر وتحمل اور دلجمعی سے کام کرنے کا مادہ اس قدر تھا کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے ادنیٰ سے ادنیٰ باتوں سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ امور میں آپ کی یہ صفات ایک موہ لینے والے انداز میں نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسا دل دیا تھا جو دین کے کاموں کے لئے ایک تڑپ اور ایک درد رکھتا تھا۔

اب جب کہ وہ عظیم ہستی ہم سے جدا ہو چکی ہے اس کی کمی کا احساس رہ رہ کر ستاتا اور اس کی قابلِ رشک زندگی کی یاد دل میں چٹکیاں لینے لگتی ہے۔

اس حقیقت سے بھلا کسے انکار ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقدس وجود روحانی اعتبار سے پارس کی مانند تھا۔ جو بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوا۔ اس کی دنیا ہی بدل گئی۔ ان میں سے ایک ایک فرد نہ صرف بااخلاق بنا۔ بلکہ حضور کی قوتِ قدسی نے ان کے وجودوں کو باقی دنیا کے لئے خدا نما بنا دیا۔ ایسے ہی مطہر اور مزکّی نفوس عالیہ میں سے ایک حضرت مولوی شیر علی صاحب تھے۔ آپ کی زندگی دست بکار اور دل بیار کا کامل نمونہ تھی۔ اب اس

مجسمہ اخلاق کے کس کس خلق کو لکھا جائے اور پھر کہاں تک لکھا جائے۔ جس انسان نے اپنی زندگی کے ہر لحہ میں اور ہر قدم پر اس باخدا انسان کے لیل ونہار کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہو اور اس سے روحانی تسکین حاصل کی ہو۔ وہی ان واقعات سے صحیح رنگ میں لطف اندوز ہوسکتا ہے پھر وہ بیان کرے تو کس چیز کو اور چھوڑے تو کس واقعہ کو:۔

آپ کی اہلیہ محترمہ

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کی اہلیہ محترمہ کی زندگی کا مکمل خاکہ کھینچا جائے تا احباب اندازہ کرسکیں۔ کہ جس خاتون نے حضرت مولوی صاحب جیسے بلند پایہ بزرگ کے عقد میں آنا تھا وہ کن اوصاف سے متصف تھیں۔

☆☆☆☆☆

آپ کی اہلیہ کے آباؤ اجداد حسب ونسب کے لحاظ سے عرب قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے جو گاؤں بسایا۔ اس کا نام بدر رکھا۔ یہ لوگ اپنے تئیں قریش ہی کہتے چلے آئے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان میں اکثر الفاظ عربی کے پائے جاتے ہیں۔

آپ کی پرورش اپنی پھوپھی کے پاس ہوئی جو موضع لالیاں ضلع جھنگ

(نزد ربوہ) میں آباد تھیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کے زمینداری ماحول میں پرورش
پانے کی وجہ سے ابتدائی عمر میں ہی تیراکی اور گھوڑے کی سواری میں خوب
مہارت حاصل کرلی۔ پردے کی سختی سے پابند تھیں۔ کئی میل کا سفر بچوں سمیت
گھوڑے عرصہ میں طے کرلیتیں۔ ان سفروں کے لئے ایک خاص طرز کا سلا ہوا
پاجامہ ہوتا تھا۔ جس میں پاؤں نہایت عمدگی سے ڈھکے رہتے تھے اور سر پر برقعہ
اوڑھ لیا کرتیں۔

محلہ دارالعلوم قادیان میں جس وقت حضرت مولوی صاحب کا مکان
تعمیر ہوا۔ اس وقت چاروں طرف دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی۔ ہر طرف ہو کا
عالم اور جنگل کا سا مہیب سکوت چھایا رہتا تھا۔ آپ چونکہ حضرت مولوی
صاحب کے آرام کے مدنظر عموماً بھینس رکھتی تھیں۔ اس لئے ایسے پرخطر ماحول
میں رات کو اکثر چوروں کا خطرہ رہتا تھا۔ اس عرصہ میں کئی ایسے واقعات بھی
پیش آئے۔ کہ چوروں کے آنے پر آپ نے نہایت دلیری کے ساتھ مردانہ وار
مقابلہ کیا۔ اور ان کو مار بھگایا اور اکیلئے پن سے کبھی خوف زدہ نہیں ہوئیں۔

آپ خدا کے فضل سے صاحبہ رویا صادقہ بھی تھیں۔ چنانچہ بالکل بچپن
کی عمر میں جب کہ آپ کو حضرت مولوی صاحب اور آپ کے گھر سے کوئی
واقفیت نہ تھی۔ آپ کو خواب کے ذریعہ حضرت مولوی صاحب دکھائے گئے اور
آپ کا نام بھی بتایا گیا۔ پھر ایک بہت بڑا مکان دکھایا گیا جو شہری اور دیہاتی

سامان سے آراستہ ہے۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے اس خواب کی تعبیر کا پُورا نقشہ ہمارے سامنے کھینچ دیا۔

آپ کی زندگی نہ صرف ظاہری آلائشوں سے مبرا د پاک تھی۔ بلکہ ایک روحانی عظمت کی آئینہ دار بھی تھی۔ دینی نقطہ نظر سے آپ کی تمام زندگی میں صحابیات کے اُسوہ حسنہ کا عکس نظر آتا تھا۔ جماعت کے جن بڑے بڑے لوگوں کو آپ کے ساتھ گفتگو کا موقع ملا۔ وہ آپ کے فہم و فراست کے بے حد مداح تھے۔

آپ کی اخلاقی خصوصیات

آپ جملہ احکام شریعت کی پابند اور حد درجہ متقی و پرہیزگار تھیں۔ نماز تہجد بالالتزام ادا کرتیں۔ بے حد غریب پرور اور مہمان نواز تھیں۔ اپنی اولاد کو اکثر فرمایا کرتیں۔

''امیر لوگ تمہاری ہمدردی کے محتاج نہیں۔ ہمیشہ غریبوں کے طرف نظر التفات رکھا کرو۔ ان کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہوتا۔ غریبوں کے ساتھ تعلق اللہ تعالیٰ کو بھی بہت پسند ہے۔ محبت و الفت کے جو چشمے غریبوں کے سینوں میں پُھوٹ سکتے ہیں اور جو دعائیں تمہیں ان سے مل سکتی ہیں۔ ان کی کسی اور سے توقع فضول ہے آپ خود بھی تمام عمر غریبوں اور محتاجوں کی دادرسی کرتی رہیں اور حتی المقدور اُن کی مدد فرماتی رہیں''۔

اونچے درجہ کی سوسائٹی سے لے کر متوسط اور نچلے درجہ تک کے تمام گھروں میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جو آپ سے کسی نہ کسی رنگ میں تعلق نہ رکھتا ہو۔

خادموں کے ساتھ سلوک

گھر کے کام کاج کے لئے ہمیشہ خادم رکھتیں۔ لیکن اُنکے کاموں میں برابر کی شریک رہتیں۔ ہر قدم پر ان کا ہاتھ بٹاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ خادموں اور خادماؤں میں سے ان سے کوئی شاکی نہیں ہوا۔ بلکہ اکثر آپ کی شفقت اور حُسنِ سلوک کی وجہ سے نقدی کی صورت میں معاوضہ لینے سے بھی انکار کر دیتے اور کہتے کہ آپ ہماری تمام ضروریات کا اتنا عمدگی سے خیال رکھتی ہیں۔ کہ ہمیں تنخواہ لیتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

غربا پروری

آپ کے پاس تمام عمر ایک نہ ایک یتیم رہا۔ جس کو بچوں کی طرح گھر میں رکھا۔ اور زیورِ علم سے آراستہ کر کے پروان چڑھایا۔

رمضان المبارک میں آپ کا معمول تھا۔ کہ تہجد سے فراغت پا کر دودھ بلوتیں اور سحری کے وقت کافی تعداد میں دور دور سے آنے والے غربا کے لئے لسی کا اہتمام کرتیں۔ اس خدمت کے لئے بچوں کو بھی باری باری بیدار کر لیتیں۔ غرباء پروری کی یہ خدمت آپ نے آخری لمحات تک نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دی۔ اور فرمایا کرتیں ممکن ہے کہ یہ نیکی ہی مجھے اللہ تعالیٰ کی

مغفرت کا مستحق بنادے۔

خاوند کی خدمت و اطاعت

خاوند کی اطاعت اوران کو آرام پہنچانے کی سعی ان کی زندگی کا اہم ترین کردار تھا۔ حضرت مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں اتنا دماغی کام صرف اس لئے کرسکا ہوں کہ میری اہلیہ نے مجھے تمام ترتفکرات سے آزاد کردیا تھا۔اورمیری ذمہ داریوں کو پوری طرح سنبھال لیا تھا۔

غرض آپ کا ہرکام اطاعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ اگر بھینس رکھنے کی مصیبت مول لی۔ تو اپنے شوہر کے آرام کے لئے اگر سُوت کات کات کر کھیس اور لحاف بنائے تو حضرت مولوی صاحب کے متعلقین اورمہمانوں کی خدمت کے لئے ۔ اگر گھر کی صفائی کا خیال رکھا تو اس لئے کہ آپ کے خاوند کو گھر کے پاکیزہ ماحول میں ذہنی سکون مل سکے۔ خلاصہ یہ کہ آپ کا ہرکام ایسا تھا۔ جس میں ان کو حضرت مولوی صاحب کی خوشنودی مدِنظر تھی ۔

بچوں کی تربیت

آپ بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھتیں۔ اوراُن کی ہرضرورت کی چیز خودمہیا کرتیں۔ اگر اپنے بچے دوسروں کے بچے سے جھگڑ پڑتے۔ تو اپنے بچوں کو کوستیں بچوں کے ہجولیوں پر کڑی نگرانی رکھتیں اور انہیں صحبت بد سے بچاتیں بادی النظر میں یہ بالکل سادہ سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں

نہیت باریک تربیتی نکات مضمر ہیں۔

احتیاط کی انتہا تو یہ ہے کہ گھر میں بیٹھے بٹھائے اس امر کی اطلاع رکھتی تھیں کہ سکول میں بچوں کا سیٹ فیلو کون ہے اور کیسی ہے۔ آپ کی صاحبزادی (کیسا) محترمہ امتہ الرحمٰن عمر صاحبہ اہم۔اے فرماتی ہیں:۔

''مجھے یاد ہے کہ اماں جی نے بچپن میں مجھے ایک دولڑکیوں کے ساتھ بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اس وقت تو میں اس راز کو سمجھنے سے قاصر رہی لیکن عمر کے ماہ وسال جب مجھے شعور کی منزل میں لے آئے۔ تو مجھے ان خامیوں کا علم ہوا۔ جن کے مدِ نظر اماں جی نے میرے لئے ان کی صحبت مضر سمجھی تھی۔ نیز آپ فرمایا کرتیں کہ لڑکی کے لئے علم بھی بہت اہم چیز ہے لیکن علم سے کہیں بڑھ کر تربیت کا درجہ ہے۔ اس لئے علم کے پہلو بہ پہلو عمل بھی جاری رکھو چنانچہ اماں جی نے ہمیں سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ گھر کا کام بھی سکھایا۔ ہم سے کپڑے سلوائے ہمیں باورچی خانہ کے تمام کام سکھائے۔ گھر کی صفائی کی ہدایات دیں۔ چنانچہ تعلیمی زمانہ میں مجھ پر یہ ذہنی اثر رہا کہ اگر مجھے تعلیم مکمل کرنی ہے تو روزانہ گھر کے کام میں ضرور دلچسپی لینی ہوگی۔ ورنہ اماں جی میری تعلیم بند کر دیں گی''۔

سلیقہ شعاری

یہ وصف بھی آپ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ یہ تو ظاہر بات ہے کہ

حضرت مولوی صاحب چندہ جات کی وضعات کے بعد برائے نام رقم ہی گھر کے لئے بچا سکتے تھے۔ لیکن اس قلیل آمدنی میں بھی آپ کی اہلیہ نے اپنی سلیقہ شعاری سے گھر کو جنت زار بنا دیا تھا۔ اور خانگی ضروریات کی کوئی ایسی اہم چیز نہ تھی۔ جس سے گھر مزین نہ ہو۔

آخری ایام

آپ اپنی عمر کے آخری سالوں میں ذیابیطس کا شکار ہوگئی تھیں۔ چنانچہ 1936ء میں جب حضرت مولوی صاحب بسلسلہ ترجمۃ القرآن انگریزی ولایت تشریف لے گئے تو آپ کی اہلیہ کی بیماری ریڑھ کی ہڈی پر کاربنکل نکل آنے کی وجہ سے بہت زیادہ تشویشناک صورت اختیار کر گئی۔ اس وقت آپ کو بہت فکر ودامنگیر ہوا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے بے نظیر شوہر کی عدم موجودگی میں ہی چل بسیں۔ دعا فرماتیں کہ اُن کے ہاتھوں میں ہی خاتمہ بالخیر ہو۔ چنانچہ آپ کی وہ دعائیں مستجاب ہوئیں اور عارضی طور پر آرام کی صورت پیدا کر دی۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب پر خاص اعتقاد تھا۔ اور انہیں سے موتیابند کا آپریشن کرایا تھا۔

ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب نے آپ کی بیماری کے ایام میں دریافت کیا کہ اب آپ کی کون سی خواہش ایسی ہے جسے آپ اپنی زندگی میں پورا ہوتے دیکھنا چاہتی ہیں۔ تو آپ نے نہایت اطمینان قلب کے ساتھ فرمایا کہ:۔

''میری تمام خواہشیں اللہ تعالیٰ نے پوری کردی ہیں۔اب تو صرف
ایک ہی تمنا ہے کہ میرا خاتمہ بالخیر ہو۔اوراللہ تعالیٰ مجھے اپنا قرب نصیب کرے''
اب لحہ بہ لحہ وہ گھڑی بھی قریب آتی جارہی تھی۔جب آپ کو اپنے خدا
کے حضور پیش ہونا تھا۔لیکن اس وقت بھی گھبراہٹ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔اور اپنی
اولاد کے ساتھ مسکراتے ہوئے باتیں کررہی تھیں اور راضی برضاء رہنے کی تلقین
فرماتے ہوئے انہیں تسلی دے رہی تھیں کہ دیکھو دنیا میں آج تک کوئی نہیں رہا۔
میں تمہارے پاس کیونکر رہ سکتی ہوں۔تم سب یکجان ہوکر اپنے بزرگ باپ کی
خدمت میں لگ جاؤ۔اور مجھے ان کے ہاتھوں میں ہی اپنے مولا کے پاس
سدھارنے دو۔

چنانچہ 12 جولائی 1942ء کو اپنی جان جان آفرین کے سپرد
کردی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔آمین
حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کو اپنی اہلیہ کی وفات پر بے شمار تعزیتی
خطوط موصول ہوئے۔جن میں سے دو درج ذیل ہیں:۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہ نے تحریر فرمایا:۔

''مرحومہ بہت نیک اور ہر قسم کے فتنوں سے بچ کر اور ڈر کر چلنے والی

گوشہ نشین بیوی تھیں۔ اپنے گھر کے لئے ہمیشہ سایہ رحمت بن کر رہیں اب انشاء اللہ خدا تعالیٰ کے سایہ رحمت میں ہیں"۔

خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ربیع الفر کشمیر نے تحریر فرمایا:۔

"مرحومہ غریبوں کی بڑی خبر گیری فرماتی تھیں۔ مجھے انہوں نے عزیزان عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، ہمشیرہ خدیجہ سلمہم اللہ تعالیٰ کی طرح پالا پوسا تھا"۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب کی نگاہ میں اپنی اہلیہ محترمہ کا مقام

حضرت مولوی صاحب اپنی اہلیہ محترمہ کی وفات پر احباب کے تعزیتی خطوط کے جواب میں بعنوان "شکریہ" جو مضمون الفضل 27 ستمبر 1946ء میں لکھا۔ اس میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مرحومہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی خواتین نہایت محبت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ اور یہ اسی دیرینہ محبت کا نقاضا تھا کہ حضرت ام المومنین مدظلہ اللہ العالی نے مرحومہ کے چہرہ پر اپنے مبارک ہاتھ پھیرے۔ مرحومہ غریبوں پر رحم کرنے والی اور مصیبت زدوں پر ترس کھانے والی تھیں۔ وہ کسی کو بھی خالی واپس کرنا پسند نہ کرتی تھیں۔ نہایت فیاض اور مہمان نواز تھیں۔ میرے لئے وہ سراسر مجسمہ رحمت تھیں۔ جو سلوک اور برتاؤ انہوں نے میرے

ساتھ کیا۔ اس کو دیکھ کر میں ہمیشہ یہی سمجھتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو خاص میرے لئے ہی بنایا ہے۔ مرحومہ ہمیشہ مجھے نماز کے لئے جگاتی رہیں۔ اور اپنی اس ڈیوٹی کو اپنی بیماری کی شدید ترین حالت میں بھی ادا کرتی رہیں مگر جب ان کی کمزوری اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ اپنی آواز مجھ تک نہ پہنچا سکتی تھیں۔ تو وہ اپنی نواسی کو جو بالکل اُن کے قریب سوئی ہوتیں۔ جگاتی تا کہ وہ مجھ کو جگا دے''۔

''میرے دل میں مخفی خواہش تھی کہ میں اپنی رفیقہ حیات کا نیک خاتمہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ پس جو کچھ میں نے خدا سے مانگا۔ اس سے بڑھ کر خدا نے مرحومہ پر فضل کیا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ سب انعام جو مجھ پر اور مرحومہ پر ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے ہے۔ ورنہ ہمارے اعمال اس لائق نہ تھے''۔

ان کو یقین تھا کہ یہ ان کی آخری بیماری ہے۔ اس کے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہونے والی ہیں۔ لیکن وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی آخری گھڑی کا انتظار کرتی رہیں۔ اپنے بچوں کو بھی صبر کی تلقین کرتے ہوئے کہتیں۔ رونا نہیں، صبر کرنا، کسی قسم کا اضطراب یا بے چینی ان کی طبیعت میں نہ پائی جاتی تھی۔ اس دنیا سے اور عزیزوں سے آنے والی جدائی کے خیال پر کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا۔ بیمار پرسی کرنے والوں سے ان کی اس سے سوا اور کوئی درخواست نہ تھی کہ میرے نیک خاتمہ اور ایمان کے لئے دعا کرو۔ چنانچہ

جیسا کہ مجھے بتلایا گیا ہے کہ ایک عورت بیمار پرسی کے لئے آئی۔ یہ بات انکی وفات سے ایک ماہ قبل کی ہے۔ جاتے وقت اس نے مصافحہ کیا اور دعا کی۔ خدا تعالیٰ آپ کو صحت دے۔ مرحومہ نے اس کو جواب میں کہا کہ میرے خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کرو۔ پھر کہا کہ ہاں مگر ابھی آپ کی زندگی کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو صحت دے۔ پھر مرحومہ نے فرمایا بس تم میرے ایمان اور خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کرو۔ پھر تیسری مرتبہ اس خاتون نے اپنی دعا دہرائی۔ اور پھر مرحومہ نے اس سے سلامتی ایمان اور خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کی درخواست کی۔

خدا تعالیٰ نے ان کو نیک انجام کی قبل از وقت خبر دے دی تھی انہوں نے ایک خواب میں دیکھا۔ کہ وہ کسی راستہ پر جارہی ہیں۔ اور چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی والدہ اُن کو ملی ہیں۔ جنہوں نے نہایت سفید لباس پہنا ہوا ہے۔ وہ ان کو اپنے مکان پر اپنے ہمراہ لے گئی ہیں خاطر و مدارت کی اور کھانے پینے کی بہت سی چیزیں پیش کی ہیں۔

اس طرح اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے دیکھتی ہیں کہ وہ اپنے گاؤں میں جس کا نام بدر ہے فوت ہوگئی ہیں اور اس وقت اُن کے پاس ایک مرد بنام خدا بخش اور ایک عورت طالع بی بی ہے وہ خدا بخش کو کہتی ہے کہ میں نے دیر سے وصیت کی ہوئی ہے۔ میرا جنازہ قادیان پہنچانا ''بدر'' میں فوت ہونے کی

مرنا

بیر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حالت تکمیل میں فوت ہونے کی ہے۔
مرحومہ کے دادا نے جو ایک صالح انسان تھے غالباً رمضان شریف کی آخری عشرہ
کی راتوں میں جب کہ وہ اپنے کھیتوں میں کھڑے پانی دے رہے تھے۔ ایک
روشنی دیکھی اور اس روشنی میں دیکھا کہ فرشتے ایک پالکی اٹھائے لئے آ رہے
ہیں۔ اس نظارہ کے متعلق میرا یہی خیال رہا ہے۔ کہ ان کو دکھایا گیا کہ ان کی
اولاد سے ایک خوش قسمت خاتون پیدا ہوگی۔ جن کے لئے یہ مقدر تھا کہ نوعمری
کی حالت میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں حاضر ہوئیں۔
اور اپنی ساری عمر مسیح کی بستی میں گذار دی اور آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت
عمر کے نماز جنازہ کا شرف حاصل کرتے ہوئے اور بہت سے بزرگوں اور
خواتین کی دعائیں لیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں پہنچ
گئیں۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ نے مزید احسان یہ کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ
اللہ بنصرہ العزیز نے جنازہ کو کاندھا دیا۔ اور اس کے علاوہ یہ شرف بھی بخشا کہ
حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے خاندان کے ساتھ وابستگی کا فخر عطا کیا۔

فضل عمر

"فالحمد لله علیٰ ذالک اللھم زد فزد"

علمی خدمات

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی قلمی زندگی کا آغاز قریباً 1901ء سے ہوتا ہے۔تحریر کا ملکہ خدا تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر آپ میں ودیعت کر رکھا تھا یہی وجہ تھی کہ آپ کے رشحات قلم میں غضب کی روانی، اور بلا کی نکتہ آفرینی پائی جاتی تھی۔ آپ جس عنوان کو لیتے۔ اس کی باریکیوں تک جا پہنچتے اور پھر اس پر ایسا سیر حاصل تبصرہ فرماتے کہ پڑھنے والا داد دیئے بغیر نہ رہ سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب ریویو آف ریلیجنز کا اجراء ہوا۔ تو دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ٹھوس اور عالمانہ مضامین کی شہرت اکناف عالم میں پہنچ گئی۔ یورپ، امریکہ اور روس کے مفکرین نے اس کے بلند پایہ مضامین کی علمی افادیت کے مدنظر شاندار ریویو لکھے۔

ان علمی مضامین کے پس پردہ جو شخصیت کام کر رہی تھی۔ وہ آپ ہی کی ذاتِ گرامی تھی۔

''اشاعتِ اسلام'' ینابیع الاسلام پر ریویو'' ۔''قبرِ مسیح'' اور اس قسم کے بیسیوں معرکۃ الآرا مضامین جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے اور اونچے علمی طبقہ میں قبولِ عام حاصل کرتے رہے وہ آپ ہی کے قلم کے حسین نقوش ہیں۔ اور وہ کوئی چند اوراق کا مجموعہ نہیں بلکہ وسعتِ علمی کے لحاظ سے مستقل ریسرچ کی

حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ''اشاعت اسلام'' جو ریویو آف ریلیجنز کے 1909ء اور 1910ء کے پرچوں میں بالاقساط شائع ہوتا رہا۔ وہ رسالہ ریویو کے قریباً 320 صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مضمون کو اپنی اعلیٰ ترین علمی خصوصیات کی بنا پر اتنی مقبولیت حاصل ہوئی۔ کہ امرتسر کی ایک مشہور فرم ''وکیل بک ایجنسی'' نے اسے کتابی صورت میں وسیع پیمانہ پر شائع کیا۔ جو اس وقت اشاعت لٹریچر کی ایک موقر اور معزز ایجنسی تھی۔

ینابیعُ الاسلام پر ریویو

''ینابیع الاسلام'' ایک کتاب کا نام ہے جو فارسی زبان میں چرچ مشن سوسائٹی کے پادری ''ڈبلیو سینٹ کلیر ٹسڈال'' متعین جلفہ واقع ایران کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کو بہت بڑے انگریز مستشرق ''سرولیم میور'' نے انگریزی زبان میں سورسز آف اسلام (Sources of Islam) کے نام سے منتقل کیا ہے۔ مصنف نے اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ بانئے اسلام علیہ التحیہ والسلام کی دماغی اختراع ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے جو کچھ عرب کے عیسائیوں اور یہودیوں سے سُنا۔ اُسے ترتیب دے کر ایک کتاب میں درج کر دیا اور اس مجموعہ کا نام قرآن رکھ دیا۔

حضرت مولوی صاحب نے اس کتاب کا نہایت عالمانہ رنگ میں ایسا

تحقیقی جواب دیا کہ اس کے تمام تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ اور دنیا پر سرور کائنات ﷺ اور اسلام کی برتری اور عظمت روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی۔

آپ کا یہ شاہکار بھی ریویو آف ریلیجنز کے 1910ء اور 1911ء کے پرچوں میں ''نیا بیع الاسلام پر ریویو'' کے عنوان سے شائع ہوتا رہا۔ جو 213 صفحات پر مشتمل ہے۔

نابیع

ان مضامین کو پڑھ کر حضرت مولوی صاحب کی بلند شخصیت کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔ نام ونمود اور شہرت سے چونکہ آپ کو فطرتاً نفرت تھی۔ اس لئے ان مضامین پر آپ نے اپنا نام رقم نہیں فرمایا۔

چنانچہ ایک وقت آیا کہ اہل پیغام نے غلط فہمی کی بنا پر ''پیغام صلح'' میں یہ لکھ دیا کہ ان مضامین کے مصنف مولوی محمد علی صاحب ہیں اور ہم انہیں کتابی صورت میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن جب ''الفضل'' نے ان کی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے حقیقت کے چہرے سے نقاب کو سرکایا اور وضاحت کی کہ یہ سب مضامین حضرت مولوی صاحب کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہیں تو ان کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا۔

یہ حضرت مولوی صاحب کی بے نفسی کی کتنی بڑی دلیل ہے کہ ہمیشہ حقیقت کے اظہار کو آپ نے اپنا نصب العین قرار دیا اور نام ظاہر کرنے کی بھی خواہش نہیں کی۔

درحقیقت حضرت مولوی صاحب کی ذات اس خاموش سمندر کی طرح
تھی جس کی گہرائیوں میں بے شمار گہر ہائے آبدار پوشیدہ ہوں اگر آپ کی تمام
تحریرات کو جمع کیا جائے تو ان کی ضخامت کئی ہزار صفحات سے متجاوز ہوگی۔

ایک اہم کارنامہ

اگست 1924ء تاریخ احمدیت کا ایک خونچکاں ورق ہے۔ جس
نے دنیا کو ایک بار پھر بتا دیا کہ انبیاء کی جماعتیں تلواروں کی چھاؤں کے نیچے پلتی
اور پتھروں کی بوچھاڑ میں بقائے دوام حاصل کرتی ہیں۔ یہ سانحہ حضرت نعمت
اللہ خان کی شہادت سے متعلق ہے، جس نے حق و باطل کی قدیم آویزش کا علمی
رنگ میں اعادہ کیا۔ اگر ایک طرف شہید احمدیت نے صحابہ کرام کی طرح
ثبات، فدائیت ایمان اور جان نثاری کا فقید المثال نمونہ پیش کیا۔ تو دوسری
طرف کابل کی گورنمنٹ نے اس جانباز کے ساتھ وہی سلوک کیا۔ جو قدیم سے
دشمنانِ حق مومنوں کے پاکباز گروہ کے ساتھ کرتے چلے آئے ہیں۔
ستم تو یہ ہے کہ ہندوستان کے مولویوں نے بھی اس مکروہ فعل کی
حمایت میں اپنے قلم کا سارا زور صرف کر دیا۔ چنانچہ لاہور کے مشہور اخبار
"زمیندار" میں ایک زبردست سلسلہ مضامین شائع ہوتا تھا۔ جس کے سرنامے
پر یہ رقم تھا کہ یہ مضامین مولوی ظفر علی خاں کے قلم کے رہین منت ہیں لیکن
بالاصل ان کے لکھنے والے ایک اور مشہور صحافی تھے۔ ایسے نازک حالات میں

حضرت مولوی شیر علی صاحب ہی وہ مردِ میدان نکلے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس حملہ کا دندان شکن جواب دینے کی توفیق ارزاں فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ''کیا اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے'' کے عنوان سے ایسے مدلل اور پُر زور مضامین لکھے اور ایسا مسکت اندازِ بیان اختیار کیا۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے پہلو بہ پہلو ہر دو سلسلہ ہائے مضامین کو دیکھا ہے جانتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب نے اپنے طرزِ تحریر اور طریقِ استدلال کے ساتھ زمیندار کے فاضل مضمون نگار کے سارے زور کو یکسر توڑ کر رکھ دیا اور ان کے مضامین کی ساری فسوں کاری باطل کر دی۔

حضرت مولوی صاحب کے یہ مضامین ''قتل مرتد اور اسلام'' کے نام سے علیحدہ کتابی صورت میں چھپ چکے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آئندہ جو شخص بھی اس موضوع پر قلم اٹھائے گا۔ وہ حضرت مولوی صاحب کی اس تصنیف کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں آپ کی علمی قابلیت اور دماغی تفوق کا احساس ہوتا ہے۔ وہاں آپ کی روحانی شخصیت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ کس طرح آپ کا دل ایک نفس زکیہ کے ناحق خون پر پگھل رہا ہے۔

آپ نے اس مسئلہ پر جس جامعیت کے ساتھ سوچا وہ لائق صد تحسین ہے۔ اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد دل اس یقین کے ساتھ لبریز ہوتا ہے کہ اس مضمون کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو تشنۂ تکمیل ہو۔ چنانچہ آپ نے قرآن کریم،

احادیث اور اقوال فقہاء سے اس بات کو ثابت کیا۔ کہ مرتد کو محض ارتداد کے لئے قتل کرنا ظلم ہے۔ اور ایسی بھیانک تعلیم ایک لحہ کیلئے بھی اسلام ایسے پاکیزہ مذہب اور حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ جیسے مقدس انسان کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی ہے۔

یہ شاندار کتاب جن زبردست دلائل پر مشتمل ہے اس کا اقتضاء تو یہی ہے کہ ساری کتاب ہی نقل کر دی جائے۔ لیکن طوالت کے خوف سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب اس مضمون کے لکھنے کی غرض ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''میری اس مضمون کے لکھنے سے یہ غرض نہیں کہ میں یہ ثابت کروں کہ علماء کابل نے احمدیوں کو مرتد قرار دینے میں غلطی کی ہے اور یہ کہ ارتداد کے لئے جو سزا بیان کی جاتی ہے۔ وہ احمدیوں پر چسپاں نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ احمدی مرتد نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حقیقی اور سچے مسلمان احمدی ہیں۔ بلکہ اس مضمون کے لکھنے سے میری غرض یہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل و رحم سے دنیا پر روز روشن کی طرح یہ بات ثابت کر دوں کہ اسلام محض ارتداد کے لئے اس دنیا میں کوئی سزا بھی تجویز نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے لئے صرف وہی سزا ہے جو آخرت میں کفار کے لئے مقرر ہے''۔

''پس اصلی سوال یہ نہیں کہ احمدی مسلمان ہیں۔ اسلئے ان کو مرتد قرار

دے کر قتل کرنا ایک ظلم ہے۔ بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ مرتد کو محض ارتداد کے لئے قتل کرنا ایک ظلم ہے۔ اسلام ایسی تعلیم نہیں دیتا۔ اور یہ اسلام پر ایک بہتان ہے''۔

پھر ایک جگہ اصولی طور پر اسلام کو ایک علمی مذہب قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اسلام ایک علمی مذہب ہے

''جب ہم قرآن شریف پر نظر کرتے ہیں۔ تو سب سے پہلی بات جو ہماری آنکھوں کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن شریف اسلام کو ایک سائنس اور فلسفہ کے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ سب سے پہلی وحی ہی کو دیکھو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غارِ حرا میں نازل ہوئی۔ قرآن شریف کی ان پانچوں آیتوں کو پڑھو۔ جو سب سے اول بطور پیش خیمہ آسمان سے اُتریں۔ یہ پانچ آیتیں پانچ پھول ہیں۔ جو اسلامی بہار کے آغاز میں کھلے ان کو سونگھو اور دیکھو ان میں کیسی خوشبو آتی ہے۔ تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ اس موسمِ بہار میں کس رنگ کے پھول کھلنے والے تھے۔ یہ پانچ آیتیں اسلام کے باغ کا سب سے پہلا پھل ہیں۔ ان کو چکھو اور ان سے اندازہ لگاؤ۔ کہ اس باغ کے دوسرے پھل کس رنگ اور کس مزہ کے ہونے چاہئیں۔ وہ پانچ آیتیں وہ اسلام کا پہلا پیغام جو اہل دنیا کے نام آسمان سے نازل ہوا یہ ہے:۔

یعنی اقراء باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق.
اقراء و ربک الاکرم الّذی علّم بالقلم علّم الانسان مالم یعلم.
ان آیات سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ کیا یہی نہیں کہ اب ایک ایسا دین
اترنا شروع ہوا ہے کہ جو ایک علم کے رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔
اور اس کی اشاعت قلم کے ذریعہ یعنی دلائل اور براہین کے ذریعہ ہو گی نہ
جبر واکراہ کے ذریعہ۔ قرآن شریف کے سوا اور کون سی کتاب ہے جس کے
جھنڈے پر قلم کا نشان ہے؟ اور اسلام کے سوا کون سا دین ہے جس نے علم کو اپنا
(ماٹو) Motto اور مقصود قرار دیا ہے۔ تمام دنیا کے مذاہب میں یہ امتیازی
نشان صرف اسلام نے اپنے لئے انتخاب کیا ہے۔ پس کیا یہ ظلم نہیں کہ ایسے دین
کی نسبت جو قلم کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہوا۔ اور جس نے اپنے پیغام کو علم کے لفظ
سے تعبیر کیا یہ کہا جائے۔ کہ اس نے اپنی اشاعت کے لئے اپنے پیروؤں کو حکم
دیا۔ کہ وہ تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنے دین میں داخل کریں اور جو داخل ہو کر
نکلنا چاہیں اس کا سر قلم کر دیں۔

اے تلوار کی دھار پر گھمنڈ کرنے والو! ممکن ہے قلم اور دوات تمہاری نظر
میں حقیر اور ذلیل ہوں۔ مگر خدا ان کو عزت دیتا ہے۔ اور ان کے نام پر اپنی پاک
کتاب میں قسم کھاتا ہے۔ قرآن شریف میں اس سورۃ شریفہ کو تلاش کرو جس کا
نام سورۃ القلم رکھا گیا ہے۔ اور دیکھو وہ کن مبارک الفاظ کے ساتھ شروع ہوتی

ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ن . والقلم وما یسطرون. پس جس کو تم حقیر سمجھتے ہو خدا تعالیٰ اس کو عزت دیتا ہے۔اور اس کے نام پر قسم کھاتا ہے۔اگر اسلام ایک جنگی مذہب تھا۔تو چاہیے تھا کہ سیف وسنان کی قسم کھاتا نہ کہ ن و القلم وما یسطرون کی۔کیا تمہیں کہیں نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں تلوار اور نیزے اور بندوق کی بھی قسم کھائی ہے۔قلم تو یہ فخر کرسکتا ہے۔کہ قرآن شریف کی ایک سورہ کریمہ اس کے نام سے موسوم ہے مگر کیا تلوار اور نیزے کو بھی یہ عزت دی گئی۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ تمام قرآن مجید اس پہلی وحی الٰہی کے رنگ میں رنگین ہے جو قلم کے نشان کے ساتھ علم کا جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے دنیا پر نازل ہوئی۔کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اپنی ہر ایک بات کو علم کے پیرایہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔وہ صرف یہی نہیں کہتی کہ ایک خدا پر ایمان لاؤ۔بلکہ خدا کی ہستی کے زبردست دلائل بھی ساتھ پیش کرتی ہے۔ وہ صرف ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ خدا تعالیٰ کی ذات فلاں فلاں صفات سے متصف ہے۔بلکہ ان صفات کے مظاہر بھی ہمارے سامنے رکھ دیتی ہے تا ہمیں ان صفات کے متعلق یقین حاصل ہو۔

وہ صرف یہ نہیں کہتی کہ الہام اور وحی کا نزول دنیا کی ہدایت کے لئے ضروری ہے۔بلکہ یہ دلائل اس دعویٰ کو ثابت کرتی ہے وہ صرف اتنا ہی نہیں کہتی

کہ خدا کے رسولوں اور نبیوں پر ایمان لاؤ۔ بلکہ وہ ہمیں وہ معیار بھی بتلاتی ہے جن کے ذریعہ ہم سچے اور جھوٹے مدعیوں میں امتیاز کر سکیں۔ وہ صرف ہمیں یہی نہیں سکھاتی۔ کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے۔ جو جزا و سزا کی زندگی ہے۔ بلکہ وہ اس کا ثبوت بھی پیش کرتی ہے۔ غرض جو امور ایمانیات کے متعلق ہیں۔ وہ ان کے متعلق ہم سے اس امر کا مطالبہ نہیں کرتی۔ کہ ہم ان کو اندھا دھند مان لیں۔ بلکہ پہلے دلائل کے ساتھ ان کی حقیقت کا یقین ہمارے دلوں پر بٹھاتی ہے اس کے بعد ان پر ایمان لانے کا حکم دیتی ہے۔

قرآن شریف ہمیں صرف یہ حکم نہیں دیتا۔ کہ نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو صدقہ دو۔ حج کرو، فلاں بدی سے بچو، فلاں نیکی اختیار کرو۔ بلکہ ان احکام کی حکمت اور ان کے فوائد بھی ساتھ ہی بیان فرماتا ہے تا ہم شوق سے بطیبِ خاطر ان اعمال کو بجا لائیں۔ اور ان کو ایک بوجھ نہ سمجھیں۔ ہم قرآن شریف میں جا بجا دیکھتے ہیں کبھی وہ ہماری توجہ صحیفہ قدرت کی طرف پھیرتا ہے۔ اور کبھی وہ ہماری عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے آگے اپیل کرتا ہے اور ہمیں غور اور فکر اور تدبر سے کام لینے کی ترغیب دیتا ہے۔ کبھی وہ سنن الٰہیہ اور اللہ تعالیٰ کے غیر مبدّل قوانین کا ذکر کرتے ہوئے گذشتہ واقعات اور پہلے انبیاء اور ان کی قوموں کی مثال سے عبرت حاصل کرنے کی تحریک کرتا ہے کبھی وہ نہایت ہی پیچیدہ اور مغلق مسائل کو نہایت ہی آسان پیرایہ میں حل کر کے دکھاتا ہے اور کبھی وہ مخالفین کے

اعتراضات کا رد کر کے ان پر اتمام حجت کرتا ہے اور کبھی عقائد باطلہ اور خصائل رذیلہ کو عقائد حقہ اور اخلاق فاضلہ کے مقابل میں رکھ کر اسلامی تعلیم کی فضیلت کو طالبانِ حق پر واضح کرتا ہے اور کبھی ہماری ضمیر اور کانشس سے اپیل کر کے ہماری زبان سے حق کا اقرار کرواتا ہے۔ غرض کوئی علمی، ذہنی، عقلی اور فطری ذریعہ نہیں۔ جس کو وہ استعمال نہیں کرتا''۔

پس قرآن شریف شروع سے لے کر آخر تک انسان کو اپنی عقل اور دانش اور آنکھوں اور کانوں اور غور وفکر سے کام لینے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور ہر ایک بات دلیل کے ساتھ منواتا اور ہر ایک حکم کی حکمت بیان فرماتا ہے۔۔۔ پس کیا یہ ظلم نہیں کہ ایسے دین کی نسبت جس کا دارومدار دلائل و براہین پر ہے اور جو فطرتِ صحیحہ کا نقشہ ہے۔ اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ ان تمام لوگوں کے سروں پر جو اس کو قبول کریں ایک شمشیر برہنہ آویزاں رکھتا ہے۔ اور ہر آن ان کو اس کی طرف سے یہ دھمکی مل رہی ہے کہ اگر تم مجھے ترک کرنے کا خیال بھی کرو گے تو یاد رکھو۔ یہی شمشیر تمہارے سر پر گرے گی اور تمہیں ہلاک کر دے گی۔ ص 9807۔

پھر ایک اور مقام پر آپ اسلام میں قتلِ مرتد کا جواز ثابت کرنے والے علماء کو نہایت عجیب رنگ میں یوں مخاطب کرتے ہیں:۔

''مجھے بتاؤ وہ کون سے ذرائع ہیں جو کسی کو حق کی طرف راہنمائی

کرنے کے لئے استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ وہ کونسی نشتر ہے جو آنکھوں کے
پردوں کو چیر سکتی ہے۔ وہ کس توپ کی گرج ہے جو کانوں کی گرانی کو دور کرسکتی
ہے؟ وہ کون سی تلوار ہے جو کانوں کی بند کھڑکیوں کو کھول سکتی ہے۔ کیا وہی تلوار
جس کی نسبت

مولوی شبیر حسن صاحب دیو بندی فرماتے ہیں کہ ''آخر الحیلۃ السیف'' اور جس کی نسبت مولوی ظفر علی صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن میں اس کو تلاش کرنا فضول ہے۔ اس کو ڈھونڈنا ہو تو کابل کے اسلحہ خانہ میں تلاش کرو۔ اے اسلام کو بدنام کرنے والے مولویو! بتاؤ کیا یہی تلوار دلوں کے بند قلعوں کو فتح کر سکتی ہے؟ کیا دلوں کے قفل کھولنے والی یہی چابی ہے جو تمہارے ہاتھ میں دی گئی؟ کیا تسخیر قلوب کے لئے یہی خاص تدبیر ہے جس پر تم کو ناز ہے۔ افسوس! صد افسوس!!

آؤ میں تمہیں بتاؤں وہ تلوار جس کی چوٹ دل پر لگتی ہے۔ وہ لوہے یا فولاد کی تلوار نہیں۔ بلکہ وہ دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کی تلوار ہے۔ وہ نیزہ جو انسان کے سینہ کو چیرتا ہے وہ لکڑی اور لوہے کا نیزہ نہیں۔ بلکہ وہ وہ نیزہ ہے جس کے چلانے کے لئے قرآن کریم کی اس آیت میں حکم دیا گیا ہے **قل لهم فی انفسهم قولا بلیغا** (سورہ نساء) ان سے ایسی باتیں کرو جو اچھی طرح ان کے دلوں پر اثر کریں۔ وہ حربہ جس کے چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے۔ خود اسلام کی تعلیم ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فطرت الله التی فطر الناس علیها** (سورہ روم، 4) یعنی یہ دین کیا ہے؟ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے۔ جس خدا نے لوگوں کو پیدا کیا لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ اور فطرت انسانی پر وہی چیز اثر کر سکتی ہے جو عین فطرت کے مطابق ہو۔ پس دشمن کے دل کو

فتح کرنے کے لئے سب سے بڑا ہتھیار قرآن شریف ہے۔ اس نے وہ کام کیا جو تلوار نہیں کرسکتی۔ وہی ہتھیار اب بھی موجود ہے۔ مگر ہمارے مخالف مولویوں کے ہاتھ میں طاقت نہیں کہ اس کو چلا سکیں۔ اس لئے اس آسمانی تلوار کو چھوڑ کر زمینی تلوار کی طرف جھک گئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ کسی کو ہدایت دینا ہمارے اختیار میں نہیں۔ اس لئے تلوار کے ذریعہ کسی کو اسلام کی طرف لوٹانے کی کوششیں کرنا ایک بے سود فعل ہے" (قتل مرتد اور اسلام ص 11-12)

اس کتاب کے ہر صفحے پر سینکڑوں جواہر بکھرے پڑے ہیں جو پڑھنے والے کے دل کو موہ لیتے ہیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جواہرات اور موتیوں کو جب ایک لڑی میں مربوط کردیا جائے تو اُن کے حسن میں دو بالا پیدا ہو جاتی ہے اور ان میں جذب وکشش کا ایک سیلاب امڈ آتا ہے۔ اور یہی حضرت مولوی صاحب کا کمال ہے۔ جو اس کتاب کی ہر سطر سے ظاہر ہوتا ہے۔

خدمت قرآن

آج انسان مختلف نظریات اور متضاد خیالات کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے۔ مذہبی لٹریچر لوگوں کی توجہات کا مرکز بن رہا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے متعلق ان کی دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ اور وہ ایک روشنی کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ جو انہیں موجودہ سیاسی تحریکات کے مہیب گرداب سے نکال کر

ساحل مراد تک پہنچائے اور حقیقی نجات سے ہمکنار کرے۔

آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل رسول عربی (فداہ امی وابی) صلعم کے ذریعہ ہمیں ایک "صحیفہ فطرت" ملا۔ یہی وہ نور تھا جس کی روح نواز کرنوں میں انسانیت کو بلند ترین نصب العین حاصل ہوا۔ یہی وہ ضابطہ اخلاق ہے جو ہماری دینی و دنیاوی فلاح وبہبودی کا کفیل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بعثت کا تعلق "تکمیل شریعت" کے ساتھ تھا تا بکھری ہوئی صداقتیں دستور اساسی کے طور پر ایک لڑی میں منسلک ہو جائیں۔ اسلامی لٹریچر کی تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس عمدگی سے یہ اہم کام آپ کے مبارک وجود کے ذریعہ کمال تک پہنچا۔ اور ہمیں اُن روحانی خزائن سے روشناس ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر اس طویل عرصہ کے بعد آپ کی بعثت ثانیہ کا ظہور ہوا۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام "تکمیل اشاعت" کے لئے مبعوث ہوئے۔ حضور نے فلسفہ حیات کو قرآنی معارف کی روشنی میں جس دلکش انداز میں پیش کیا وہ تاریخ احمدیت کا کھلا باب ہے۔

جس طرح ستارے مہ تاباں سے نور حاصل کر کے اپنی دلفریب جگمگاہٹ سے اہل عالم کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں۔ اسی طرح خدا کے مامورین کے ماننے والے بھی فیضان سماوی سے فیوض و برکات حاصل کر کے دنیا میں

ایک روحانی انقلاب پیدا کرتے اور اس کی تیرہ و تار فضاء کو بقعۂ نور بنا دیتے
ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی شان میں فرماتے ہیں:۔
"اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم "یعنی میرے
صحابہ ستاروں کی مانند روشن ہیں۔ اُن میں سے جس کی تم پیروی کرو گے ہدایت
پاؤ گے چنانچہ اس زمانہ میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور
خادم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے بے شمار
صحابہ نے اس نور سے مستفیض ہو کر علوم قرآنیہ کے دریا بہا دیئے۔ ان میں آپ
کے ایک نہایت ہی مخلص اور جان نثار صحابی حضرت مولوی صاحبؓ بھی تھے۔
جن کی اعلیٰ ترین علمی قابلیت اور بے نظیر اخلاص کے پیش نظر حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کا
کام آپ کے سپرد کیا جسے آپ قادیان کے زمانہ میں حضرت مرزا بشیر احمد
صاحب ایم۔ اے ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے مکرم مولوی عبدالرحیم
صاحب درد ایم۔ اے اور خان بہادر چوہدری ابوالہاشم خاں صاحب ایم۔ اے
کی مدد سے باوجود ضعیف العمری کے نہایت محنت اور تندہی سے سرانجام دیتے
رہے۔

پھر 1936ء میں آپ کو اسی غرض کے ماتحت لنڈن بھجوایا گیا۔ جہاں
آپ نے قریباً تین سال تک اس فریضہ کو نہایت حُسن و خوبی سے سرانجام دیا۔

چنانچہ 26 فروری 1936ء کو آپ کے لنڈن تشریف لے جانے کے موقعہ پر
مبلغین احمدیت کی طرف سے آپ کو ایک دعوت دی گئی۔ اس میں حضرت
مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے مبلغین کی طرف سے بطور ایڈریس جو
تقریر فرمائی۔ اس کا ملخص الفضل 28 فروری 1936ء میں ذیل کے الفاظ
میں شائع ہوا ہے۔

''حضرت مولوی شیر علی صاحب کا قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ و
تفسیر کی اشاعت کا عظیم الشان کام سرانجام دینے کے لئے تشریف لے جانا
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس منشاء کو پورا کرنے والا ہے۔ جس کا ذکر
آپ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں بایں الفاظ فرمایا ہے''۔

''بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ یورپ اور امریکہ نے اسلام پر اعتراض
کرنے کا ایک بڑا ذخیرہ پادریوں سے حاصل کیا ہے۔ اور ان کا فلسفہ اور طبعی بھی
ایک الگ ذخیرہ نکتہ چینی کا رکھتا ہے۔ میں نے دریافت کیا ہے کہ تین ہزار کے
قریب حال کے زمانہ نے وہ مخالفانہ باتیں پیدا کی ہیں جو اسلام کی نسبت
بصورت اعتراض سمجھی گئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور
انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف
صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا
نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ ہی میں

داخل ہے''۔

(ازالہ اوہام صفحہ 772، 773)

اب انشاء اللہ یہ کام جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارادہ ظاہر فرمایا۔ حضرت امیر المومنین کے ذریعہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاخ ہیں۔ اور حضرت مولوی صاحب کے ذریعہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ہیں تکمیل پذیر ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور کشف ہے جو حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ذریعہ اس کام کی تکمیل کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ کشف تذکرہ صفحہ 18 میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

''ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا۔ کہ اس کا نام شیر علی ہے۔ اس نے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں۔ اور صاف کی ہیں اور میل اور کدورت ان میں سے پھینک دی۔۔۔ اور ہر ایک بیماری اور کوتاہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے اور ایک مصفّٰی نور جو آنکھوں میں پہلے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل کر کے پھر وہ فرشتہ غائب ہوگیا اور میں اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہوگیا''۔

اس کشف میں نور سے مراد قرآن کریم کے حقائق و معارف کی وہ

درخشان تنویر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کی گئی۔ اور وہ مواد جس کے نیچے وہ نور دبا ہوا ہے۔ اس سے مراد مولوی محمد علی صاحب کا ان حقائق و معارف کو اپنی تفسیر میں توڑ مروڑ کر اور غلط انداز میں پیش کرنا ہے جس سے اس نور کی چمک مدہم پڑ گئی۔ مگر ایک فرشتہ انسان جس کا نام ''شیر علی'' ہے۔ اس نور سے میل اور کدورت کو دور کر کے پھر اس کو ظاہر اور آشکارا کرتا ہے۔ یعنی حضرت مولوی شیر علی صاحب جو قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت کے لئے ولایت جا رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ حقائق و معارف کو ان کی پوری تنویر کے ساتھ مغرب کے سامنے پیش کریں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اس عظیم الشان کام کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے چنانچہ آپ نے لنڈن پہنچ کر اس مقصد کی تکمیل کیلئے انتھک کوششیں کیں اور تین سال کے عرصہ کے بعد کامیاب و کامران واپس تشریف لائے یہ اس فرشتہ سیرت انسان کی مساعی اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج قرآن کریم مترجم انگریزی دیدہ زیب اور دلکش صورت میں احباب کے ہاتھوں میں ہے۔ جس کو مکرم و محترم صاحبزادہ میاں عبدالمنان صاحب عمر ایم۔ اے انچارج تالیف و تصنیف نے دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن کی طرف سے ہالینڈ سے چھپوایا ہے۔ یہ حضرت مولوی صاحبؓ کا ایک ایسا کارنامہ ہے۔ جو رہتی دنیا تک تابندہ رہے گا۔ آپ کی یہ عزیز ترین خواہش تھی۔ کہ یہ کام ان کی

زندگی میں تکمیل پذیر ہو۔ چنانچہ آپ کی صاحبزادی محترمہ خدیجہ بیگم تحریر فرماتی ہیں۔ کہ ایک روز اباجی نے مجھے اپنا خواب سنایا۔ کہ ''میں نے چندروز ہوئے خواب میں دیکھا ہے کہ فرشتے آئے ہیں اور کہہ رہے کہ **''شیر علی ہمارے ساتھ چلو''** میں نے انہیں جواب دیا کہ انجمن نے میرے سپرد ایک کام کیا ہے وہ پورا کرلوں تو چلوں گا''

آپ کا یہ خواب اس رنگ میں پورا ہوا کہ جب آپ اس مقدس فریضہ سے عہدہ برآ ہو چکے تو خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلالیا۔ پھر حضرت مولوی صاحب کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہوگی۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز نے اپنے دیباچہ تفسیر القرآن کے آخر میں ''شکریہ و اعتراف'' کے عنوان کے تحت حضرت مولوی صاحب کی تفسیر القرآن سے متعلق خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا۔

''میں اس دیباچہ کے آخر میں مولوی شیر علی صاحب کی ان بے نظیر خدمات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔ جو انہوں نے باوجود صحت کی خرابی کے قرآن کریم کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے متعلق کی ہیں۔

میاں بشیر احمد صاحب، ملک غلام فرید صاحب، خان بہادر ابوالہاشم خاں صاحب، قاضی محمد اسلم صاحب، سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب اسی طرح باقی بزرگوں کا جنہوں نے خدمات کی ہیں۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو

اپنی برکات کے عطر سے ممسوح کرے اور دین و دنیا میں ان کا حافظ و ناصر رہے“۔

فیروز خان نون اور چوہدری ظفر اللہ خان کے ساتھ ایک یادگار تصویر

آخری ایام

بیماری اور وفات

بیماری کا آغاز

1945ء کے موسم گرما کا ذکر ہے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب انگریزی ترجمۃ القرآن کے سلسلہ میں بمع دفتر وعملہ ڈلہوزی پہاڑ پر تشریف فرما تھے۔ کہ ایک دن عصر کے وقت آپ نہایت درد وکرب کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے مصروف نظر آئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ آپ کو بندشِ پیشاب کی شکایت ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا تکلیف میں زیادتی ہوتی گئی۔

اس پریشانی کو دیکھ کر گھر کے افراد نے بھی خدا تعالیٰ کے حضور آپ کی شفایابی کی دعائیں شروع کر دیں۔

مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے کو جب حضرت مولوی صاحب کی اس حالت کا علم ہوا۔ تو انہوں نے ڈاکٹر بلانے کے متعلق آپ سے دریافت کیا۔ لیکن حضرت مولوی صاحب نے اپنے طبعی حجاب کے باعث پسند نہ فرمایا۔ اور درد برداشت کیے پڑے رہے۔

نصف شب کے قریب جب درد نے کسی طرح بھی آپ کو دم نہ لینے دیا۔ تو مکرم ملک صاحب نے ملک محمد عبداللہ صاحب کو جگا کر فوراً کسی ڈاکٹر کو بلانے کی تاکید کی دفتر ترجمۃ القرآن کے قریب ہی ڈاکٹر اوم پرکاش صاحب کا مکان تھا جو نہایت خلیق اور ملنسار تھے۔ ان کو جب آپ کی شدید تکلیف کی اطلاع ملی۔ تو اپنی دواؤں کا بکس (میڈیسن بکس) لے کر فوراً آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اچھی طرح معائنہ کیا۔ اور پھر ہر قسم کی مدرات (پیشاب آور ادویہ) کے ذریعہ پیشاب لانے کی تدابیر اختیار کیں۔ جس سے آپ کو افاقہ ہوا۔

علاج

دوسرے روز جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی بیماری کی تفصیلی رپورٹ پہنچی۔ تو حضور نے مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کو ہدایت فرمائی۔ کہ دن میں دوبار حضرت مولوی صاحب کا معائنہ کریں۔ لیکن سب کچھ کرنے کے باوجود بالآخر اس آخری تدبیر سے کام لینا پڑا۔ جس سے آپ کی طبیعت بہت خائف تھی یعنی کیتھیٹر (Catheter) کے ذریعہ پیشاب نکالا گیا۔ حضور خود بھی باوجود علالت طبع کے آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ ڈاکٹر اوم پرکاش صاحب بھی آپ کو دیکھنے کے لئے آتے رہے۔ ان پر حضرت مولوی صاحب کی نیکی کا اتنا اثر تھا۔ کہ ایک سال بعد جب ملک محمد عبداللہ صاحب کسی کام سے چند روز کے لئے ڈلہوزی گئے اور ڈاکٹر اوم

سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو انہوں نے بار بار حضرت مولوی صاحب کا حال
دریافت کیا۔ اور کہا کہ ایسے بزرگ دنیا میں کہاں موجود ہیں۔ جب ڈلہوزی میں
کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو حضور نے کمال مہربانی سے اپنی کار اس غرض
سے مرحمت فرمائی۔ کہ حضرت مولوی صاحب کو پہاڑ کی مرطوب آب و ہوا
سے قادیان کے پرسکون ماحول میں پہنچایا جائے۔ کیونکہ یہاں مرض کے بڑھ
جانے کا ڈر تھا۔

واپسی

چنانچہ مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی معیت میں حضرت مولوی
صاحب قادیان تشریف لے آئے۔ یہاں پہنچتے ہی خدا کے فضل سے جلدی
آرام محسوس ہونے لگا۔ گو مستقل طور پر یہ مرض دور نہ ہوا اور کچھ وقفہ کے بعد
جب کبھی یہ تکلیف عود کر آتی تو مکرم ڈاکٹر صاحب خواجہ عبدالمنان صاحب میر کی
مدد سے (Catheter) کے ذریعہ اس کو رفع دفع کر دیتے۔ اس عرصہ میں
لاہور کے ایک مشہور ہومیو پیتھک ڈاکٹر جے چند کی تجویز کردہ دوائی موافق
آئی۔ چنانچہ جب بیماری کے آثار نمودار ہوتے فوراً اس دوائی کے استعمال سے
آرام آ جاتا۔

افاقہ

ان ایام میں حضرت مولوی صاحب کی عام صحت تسلی بخش تھی۔

1947ء کے اوائل کا ذکر ہے جب آپ احمدیہ ہوسٹل واقعہ 32 ڈیوس روڈ
لاہور میں مقیم تھے اور سول اینڈ ملٹری گزٹ کے دفتر سے قرآن مجید انگریزی کی
طباعت میں مصروف تھے۔ آپ ساتھ ہی ساتھ پروف ریڈنگ کرتے جا رہے
تھے۔ قریب قریب اسی زمانہ میں قرآن مجید کے پہلے دس پاروں کی ایک جلد
شائع ہو چکی تھی۔ جس کے بعد آپ قادیان تشریف لے آئے۔

ملکی تقسیم:۔ ہندوستان کی تاریخ کا یہی وہ نازک دور تھا۔ جب تقسیم ملک
کا ہنگامہ برپا ہوا۔ اور پاکستان ایسی وسیع الحدود اسلامی مملکت معرض وجود میں
آئی۔

لاہور کو روانگی

انہی خطرناک ایام میں 24/8/47 کی صبح کو حضرت خلیفۃ المسیح
الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے یہ ارشاد موصول ہوا کہ حضرت
مولوی صاحب سب سے پہلے قافلہ کے ساتھ لاہور روانہ ہونے کے لئے تیار
ہو جائیں۔ اپنے آقا کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے آپ 24/8/47 کی صبح کو
دارالحمد (دارالانوار) قادیان سے روانہ ہو کر سہ پہر کے قریب لاہور پہنچے۔ اور
احمدیہ ہوسٹل کے ایک کمرہ میں قیام فرمایا۔ لیکن حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے انتہائی
عقیدت کے باعث آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ کسی طرح حضور کے قرب
میں یعنی رتن باغ یا جودھامل کی عمارات میں سے کوئی کمرہ رہائش کے لئے مل

جائے اس کے لئے آپ کی صاحبزادی محترمہ امتہ الرحمٰن صاحب ایم۔اے نے
پوری کوشش کی لیکن مساعد حالات کے باعث کامیابی نہ ہوئی۔ بڑھاپے اور
بیماری کے باوجود حضرت مولوی صاحب کے اشتیاق کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ ہر روز
تقریباً ڈہائی میل کی مسافت طے کر کے رتن باغ پہنچتے اور زیادہ سے زیادہ وقت
اپنے امام کے قرب میں بسر کرتے اس آمد و رفت میں ایک مرتبہ تانگے سے ٹکرا
کر سڑک پر گر پڑے اور آپ کی چھنگلی ٹوٹ گئی۔ لیکن وہ صبر و ثبات کا پیکر کبھی
حرف شکایت زبان پر نہ لایا۔

ان دنوں آپ کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب رانجھا
غالباً بنارس میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ تقسیم ملک کے بعد ان کی طرف سے
کوئی خیریت کی اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔

حضرت مولوی صاحب کو ان کا بے حد فکر دامنگیر تھا۔ آپ ریڈیو پر
اعلان کے ذریعہ ان کے متعلق اطلاع حاصل کرنے کی کوشش کراتے رہے۔
لیکن اس تشویش کے باوجود آپ نے کوئی ایسا انداز اختیار نہ کیا۔ جو آپ کے
خاندان کے افراد کے لئے موجب پریشانی ہوتا۔ ہر قسم کے صبر آزما حالات سے
گذرنے کے باوجود آپ ہر مشکل کے سامنے سینہ سپر رہے۔ اور تقریباً ساری
ساری رات نمازیں پڑھنے اور خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنے اور
جماعت کے افراد کی خیروعافیت اور عام مسلمانوں کی بھلائی کے لئے انتہائی سوز

دگداز سے دعائیں کرنے میں مصروف رہے۔

کچھ اس قسم کے لیل ونہار بسر ہو رہے تھے کہ ایک روز یہ المناک خبر سُنی گئی۔ کہ محترم صوفی غلام محمد صاحب وفات پا گئے ہیں۔

تعلقات محبت کی بنا پر آپ کا دل ان کی جدائی سے بہت متاثر ہوا جنازہ میں شمولیت فرمانے کے بعد گھر تشریف لے گئے اور صوفی صاحب محترم کی سیرت سے متعلق ایک نوٹ اخبار کے لئے لکھوایا۔ ان دنوں آپ کے چہرے کے خدوخال اس امر کے آئینہ دار تھے کہ قادیان کا غم، اپنے عزیزوں اور ساتھیوں کی جدائی کا احساس آپ کے دل کو کمزور سے کمزور تر کئے چلا جارہا ہے۔

بیماری کی شدت

آپ کی طبیعت پہلے ہی کمزور تھی۔ جب سے ہوسٹل آئے۔ پیشاب کی تکلیف اور بڑھ گئی تھی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ کے مطابق لاہور کے موجود الوقت مشہور ڈاکٹروں کے پاس جاتے اور کیفیت بتلا کر دوائی لیتے رہے۔

غرضیکہ اس عرصہ میں آپ نے لاہور کا کوئی ہندو یا مسلمان ڈاکٹر نہ چھوڑا جس سے مشورہ لے کر دوائی استعمال نہ کی ہو۔

گوطبعی حجاب کے باعث (Catheter) کے ذریعہ پیشاب

رج کرنے کا طریق آپ کے دل پر بہت گراں تھا۔ لیکن بیماری اس حد تک
ی کر چکی تھی کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ چونکہ آپ کو ڈاکٹر حشمت
اللہ خاں صاحب کے علاوہ کسی دوسرے ڈاکٹر سے (Catheter) کے
ذریعہ پیشاب خارج کرانے میں شرم محسوس ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت امیر
المومنین ایدہ اللہ کی اجازت سے ڈاکٹر صاحب کو احمدیہ ہوسٹل لایا گیا۔

ارشادِ حضور

جب تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب
کا آپریشن کروا کر (Prostate Gland) کو Remove ہی
کیوں نہیں کروالیتے۔ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت آپریشن سے ہمیشہ
گھبراتی تھی۔ لیکن جب حضور کا فرمان پہنچایا گیا۔ تو آپ نے کچھ اس طرح بے
بی کے ساتھ اپنے سر کو ہلایا جیسے کہ زبان حال سے کہہ رہے ہوں کہ ”چلو اب
خدا اور اس کے مسیح کے خلیفہ کی مرضی ہونے دو“۔ ارشاد سنتے ہی ہسپتال جانے
کے لئے تیار ہو گئے۔ نماز پڑھی، دعائیں کیں۔ اور اپنی صاحبزادی کو فرمایا۔
اب ہسپتال ہی پہنچا دو“۔

ہسپتال میں داخلہ

مکرم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب (جوان دنوں ہسپتال میں ملازم
تھے)۔ کی زیر نگرانی آپ کو میو ہسپتال میں 20/10/47 کو داخل کر دیا گیا۔

آپ کے بیٹوں میں سے کوئی بھی ان دنوں پاکستان میں نہ تھا اس لئے صرف آپ کی بیٹیاں ہی آپ کی خدمت میں حاضر تھیں جن کو خدا تعالی نے ان کی کمزوری اور ناتجربہ کاری کے باوجود ہر قسم کے انتظامات کرنے کی توفیق بخشی۔

یہ آپ کی شبانہ روز دعاؤں کا ثمرہ تھا۔ کہ خدا نے معجزانہ رنگ میں نہ صرف آپ کے سکون و آرام کے سامان پیدا کئے بلکہ آپ کے گھر کے افراد کو بھی ہر قسم کی احتیاجات سے مستغنی کر دیا۔

آپ کی نواسی نے ہسپتال کے سپیشل وارڈ میں داخلہ کے وقت وہاں کے اخراجات کا تخمینہ سن کر جب اپنی بے بضاعتی کے پیش نظر کچھ گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ تو حضرت مولوی صاحب نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا ''اس کو سمجھاؤ'' کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔ وہ خود ہی سب انتظام کر دے گا۔

چنانچہ ناموافق حالات کے باوجود خدا تعالیٰ نے حیرت انگیز طریق پر امداد فرمائی۔

آپریشن

میو ہسپتال میں داخل ہونے پر ہسپتال کے ماہر سرجن کرنل امیر الدین صاحب نے اپنی فنی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے نہایت عمدگی سے (Prostate Gland) کا پہلا آپریشن کیا۔ جسے آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ کروایا اور جو ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق کامیاب بھی رہا۔

کچھ روز ٹھہر کر دوسرا آپریشن ہونا تھا۔ حضرت مولوی صاحب کی عام
صحت اچھی تھی۔ پیشاب کے اخراج کے لئے پیٹ کے ساتھ ٹیوب لگا دی گئی
تھی۔ طاقت کی بحالی کے لئے فروٹ اور اچھی اغذیہ کا انتظام آپ کی
صاحبزادیاں خود اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ مگر بایں ہمہ آپ کو اچانک کھانسی
کی شکایت ہوگئی۔ اس حالت میں آپریشن قطعی طور پر ناممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر
صاحبان نے کھانسی کے دور ہونے تک آپریشن ملتوی کر دیا۔

اسہال کا عارضہ

کھانسی کے دفعیہ کے لئے ہر قسم کی ادویہ کے علاوہ (Sulpha
Tablets) کا استعمال بھی شروع کرا دیا۔ یہ گولیاں غالباً آپ کے لئے
ناموافق ثابت ہوئیں۔ اور شدید اسہال کی شکایت ہوگئی۔ جس کی وجہ سے
ضعف حد سے سوا ہو گیا۔ ضعف کو دور کرنے اور طاقت کی بحالی کے لئے ڈاکٹر
صاحبان نے ہر ممکن تدابیر اختیار کیں۔ طاقت کے ٹیکے لگائے۔ پھلوں کا رس
نیز غذاؤں میں ساگودانہ، اراروٹ وغیرہ بھی استعمال کرائیں مگر کمزوری دن
بدن بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ 13 نومبر 1947ء کا غمناک دن اپنے پہلو میں
نئے خطرات لے کر طلوع ہوا۔

آخری وقت

تمام ممکن مساعی بروئے کار لانے کے باوجود ضعف دور نہ ہوا۔ آپ

نہایت خموشی اور سکون سے اپنے سفر زندگی کی آخری منزلیں طے کرتے رہے۔ اس دوران میں کسی وقت آنکھ کھول کر اپنے بچوں کو دیکھ لیتے۔ ان کی کسی بات کا جواب بھی دے دیتے۔ دعائیں جو آپ کی زندگی کا واحد سہارا تھیں آخر دم تک جاری رہیں۔ یہاں تک کہ پانی کا آخری گھونٹ پیتے وقت بھی ''لا الـــه الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین'' کا ورد جاری رہا۔

وفات

آپ کی صاحبزادی محترمہ امتہ الرحمٰن ایم۔اے۔بی ٹی اور محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ بی۔اے۔بی۔ٹی آپ کے دائیں اور بائیں بیٹھ کر تلاوتِ قرآن کرتی رہیں۔ اس طرح وہ قرآن کا عاشق مسیح موعود علیہ السلام کا فدائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا سچا جان نثار اور جماعت کا محبوب اپنے ہونٹوں سے لا الـــه الا اللـــه کے پیارے الفاظ کہہ کر اور اپنے کانوں سے قرآن پاک کی مقدس آیات سُن کر زبانِ حال سے لبیک کہتے ہوئے اپنے مولا کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا۔

انا لله و انا اليه راجعون

حرف آخر

اسہال کی تکلیف کے آغاز میں آپ ایک رنگ میں سمجھ چکے تھے۔ کہ آپ کی روانگی آخری مرحلہ پر ہے لیکن اپنے بچوں کی گھبراہٹ اور پریشانی کے

زبان سے صاف صاف نہیں فرماتے تھے۔آپ کی وفات سے قریباً آدھ گھنٹہ
پیشتر جب آپ کی صاحبزادی محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہ نے عرض کیا کہ میں
حضرت اماں جان اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں آپ کے
لئے دعا کی درخواست کر کے آئی ہوں۔تو آپ نے نہایت نحیف آواز میں ٹھہر
ٹھہر کر صرف اتنا فرمایا۔اماں جان السلام علیکم حضرت صاحب السلام علیکم۔سب
کو السلام علیکم۔گویا آپ کی مراد یہ تھی کہ ان سب کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا
دیں۔چنانچہ حضور ایدہ اللہ جب آپ کی وفات کے تھوڑی دیر بعد ہسپتال
تشریف لائے تو حضرت مولوی صاحب کا پیغام آپ کی صاحبزادی نے پہنچا
دیا۔اسی طرح حضرت اماں جان سے بھی عرض کر دیا گیا کہ حضرت مولوی
صاحب آپ کو ہدیہ سلام پہنچا کر اس مادی دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

کل من علیہا فان و یبقیٰ و جہ ربک ذی الجلال و الاکرام

آپ کی روح ظہر وعصر کے درمیان قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔عصر کے بعد
آپ کو ہسپتال سے آپ کی قیام گاہ احمدیہ ہوسٹل (واقعہ 32 ڈیوس روڈ) پہنچا دیا
گیا۔آپ کی وفات سے دو روز قبل یعنی 10/10/47 کو آپ کے بیٹے محترم
حافظ عبداللطیف صاحب اور محترم مولوی عبدالرحیم صاحب فاضل اور آپ کے
نواسے مکرم صاحبزادہ میاں عبدالمنان صاحب عمر ایم اے آ چکے تھے۔اسی طرح

آپ کی بڑی صاحبزادی وفات سے ایک روز پیشتر پہنچ گئی تھیں۔ جن سے مل کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔

"بہت ہی اچھا ہوا خدیجہ تم آگئیں"

اسی طرح وفات سے قبل ہی آپ کے بڑے صاحبزادے مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کے بنارس سے کراچی بخریت پہنچنے کی اطلاع بھی آپ کو مل گئی تھی۔

ایمان افروز واقعات

اہل بیت کا ادب

اہل بیت کا ادب اور احترام حضرت مولوی صاحب کی سیرت کا ایک نمایاں جزو تھا۔ ایک موقعہ پر سلسلہ کے ایک مشن کی طرف سے اخراجات کے بعد بھجوائے جانے کا تار موصول ہوا اس تار کے الفاظ میں سے ایک لفظ کچھ مبہم تھا۔ ایک طرح پڑھنے سے تار کے ایک معنے نکلتے تھے۔ اور اسی لفظ کو دوسری طرح پڑھنے سے تار کو مفہوم بدل جاتا تھا خاکسار کو بھی لاہور سے طلب کیا گیا۔ اور خاکسار سے دریافت کیا گیا۔ کہ اس تار کے کیا الفاظ ہیں۔ تار پڑھ کر خاکسار نے اپنی رائے گزارش کر دی۔ معلوم ہوا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب کی رائے میں اس مبہم لفظ کو دوسری طرح پڑھنا چاہئے۔ میں نے مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی رائے پیش کی۔ مولوی صاحب نے مسکرا کر فرمایا "تار تو میں نے بھی اسی طرح پڑھا تھا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رائے میں یہ لفظ دوسری طرح پڑھنا چاہئے۔ تو میں نے

کا

اپنی رائے بدل لی''۔ فیصلہ یہی ہوا کہ مولوی صاحب کی اپنی رائے درست تھی۔
(چوہدری محمد ظفر اللہ خاں) (جج بین الاقوامی عدالت)

طلباء سے آپ کی محبت

مجھے اول بار حضرت مولوی شیر علی صاحب کی زیارت کا موقعہ ستمبر 1905ء میں نصیب ہوا۔ میں اس وقت سیالکوٹ سکول میں پڑھتا تھا۔ اور گرمیوں کی تعطیلات میں اپنے والد صاحب مرحوم کے ہمراہ قادیان حاضر ہوا تھا۔ آخر ستمبر میں جب تعلیم الاسلام سکول کے گرمیوں کی تعطیلات کے بعد کھلنے کا وقت قریب آیا۔ تو ایک دن چوک میں ایک یکہ کے پہونچنے پر ہر سمت سے مدرسہ کے طلباء جو چوک کے آس پاس کہیں بھی موجود تھے۔''مولوی صاحب'' مولوی صاحب پکارتے ہوئے یکہ کے گرد آجمع ہوئے ان سب کے چہرے خوشی اور شوق سے دمک رہے تھے۔ مجھے محسوس ہوا کہ یکہ میں آنے والے صاحب کوئی ایسے بزرگ ہیں جوان سب بچوں کو حد درجہ محبوب ہیں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ کسی لڑکے نے ان بزرگ کی انگلی پکڑی ہوئی ہے۔ کسی نے بازو کو ہاتھ ڈالا ہوا ہے۔ کوئی چھوٹی بچی کو جو ان بزرگ نے اپنے دائیں بازو کے سہارے اٹھائی ہوئی ہے لپک کر اپنی گود میں لینا چاہتا ہے۔ کوئی یکہ سے سامان اتار رہا ہے۔ کوئی مستورات کو یکہ سے اترنے میں مدد دے رہا ہے۔ غرض شوق اور ادب کا ایک دلچسپ مظاہرہ تھا جو میرے دیکھنے میں آیا۔ اور

جو اب تک میری نظروں کے سامنے ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ آنے والے
بزرگ حضرت مولوی شیر علی صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ اور
یہ طالب علم جو پروانوں کی طرح ان کے گرد جمع ہو گئے ہیں۔ ان کے شاگرد
ہیں۔ تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ میرے ذہن میں استاد اور شاگرد کے
درمیان رعب، ادب اور فرمانبرداری کے تعلقات کا تو اندازہ تھا۔ لیکن محبت اور
شوق کا یہ نظارہ جو میں نے دیکھا ایک نہایت غیر معمولی بلکہ ایک نادر تجربہ تھا۔
اسی ایک واقعہ سے حضرت مولوی صاحب مرحوم کے بلند اخلاق اور مدارج
تقویٰ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد مجھے حضرت مولوی صاحب سے ملنے اور پھر ساتھ مل کر
کام کرنے کے مواقع بھی میسر آتے گئے۔ اور ہر ملاقات کے نتیجہ میں آپ کی
عزت اور محبت میرے دل میں بڑھتی چلی گئی۔ مولوی صاحب مرحوم ایک فرشتہ
سیرت انسان تھے۔ اور آپ کی سیرت کی اس صفت کی تصدیق خود اللہ تعالیٰ نے
بھی فرما دی۔

(چوہدری) محمد ظفر اللہ خان (جج بین الاقوامی عدالت)

خوش طبعی

جب حضرت خلیفۃ المسیح نے تحریک جدید کا اعلان فرماتے ہوئے اس
کے مختلف شعبہ جات کی تشریح فرمائی۔ اور اس پر پوری تندہی سے عمل کرنے کی

تلقین فرمائی۔اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے پر زور دیا۔انہی دنوں ایک روز میں اور حضرت مولوی بقاپوری صاحب سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے۔آپ نے اپنے کندھے پر کچھ بوجھ اٹھایا ہوا تھا۔دور سے ہی کہنے لگے کہ

''دیکھئے مولوی صاحب میں حضور کے حکم کے مطابق خود گندم اٹھا کر مشین پر لے جار ہا ہوں''

اس پر حضرت مولوی صاحب نے مجھے کہا کہ ان کو کہیں کہ حضور کے ارشاد کی تعمیل عمدگی سے تو تب ہوتی۔کہ خود گندم کو پیستے۔خالی دانے اٹھانے سے یہ ارشاد پورا نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر حشمت اللہ

بیخودی و ہشیاری

ایک مرتبہ مجھ سے حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل جو سلسلہ کے ایک متبحر عالم تھے نے ذکر کیا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب بہت دانا زیرک اور ذہین انسان تھے۔ان کی ظاہری سادگی کی وجہ سے بعض دفعہ ایک ایسا شخص جسے آپ کی حقیقی قابلیتوں کا پورا علم نہ ہوتا۔آپ کو صرف ایک زاہد مرتاض سمجھتا۔لیکن آپ دراصل اس شعر کے صحیح مصداق تھے ؎

سادگی و پرکاری بیخودی وہشیاری
حسن کو تغافل میں جرات آزمایا پایا

افراطِ ندامت

خاکسار مدرسہ احمدیہ قادیان میں مدرّس تھا۔ اور حضرت مولوی شیر علی صاحب ان دنوں ناظر دعوۃ وتبلیغ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ کہ آپ کی طرف سے مجھے سیرت النبی ﷺ کے جلسہ میں تقریر کرنے کے لئے جالندھر جانے کا تحریری حکم ملا۔ لیکن میں ان دنوں بعارضہ بخار بیمار رہا تھا۔ اور کمزوری کی وجہ سے سفر کے قابل نہ تھا۔ اس لئے میں نے معذرت لکھ بھیجی دوسرے روز مجھے حضرت مولوی صاحب کے دستخطوں سے ایک چٹھی ملی۔ جس میں ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کرنے کی ہدایت تھی۔ میں نے ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کا تصدیقی سرٹیفکیٹ بھیج دیا۔ غالباً تیسرے روز بعد جب کہ جلسہ کی تاریخ میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تھا۔ حضرت مولوی صاحب خاکسار کے مکان پر تشریف لائے اور میرا حال دریافت کرنے کے بعد مجھے کچھ رقم دے کر فرمایا۔ یہ جالندھر جانے کا خرچ ہے۔ جو وہاں کی جماعت نے بھیجا ہے۔ مجھے کوئی موزوں آدمی نہیں مل سکا۔ اس لئے آپ تشریف لے جائیں۔ میں آپ کی صحت کے لئے دعا کروں گا۔ حضرت مولوی صاحب نے کچھ اس انداز سے جانے کا ارشاد فرمایا۔ کہ میں انکار نہ کر سکا۔ اور میں نے وعدہ کرلیا۔ کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ صبح کی گاڑی سے روانہ ہو جاؤں گا علی الصبح اسٹیشن پر پہنچ کر جب میں ٹکٹ لینے کے بعد گاڑی پر سوار ہونے لگا۔ تو دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب پلیٹ

فارم پر نہل رہے تھے میں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ تو حضرت مولوی صاحب مجھے ایک طرف لے گئے۔ اور فرمایا:۔ (گو یہ الفاظ کہتے ہوئے طبیعت رُکتی ہے لیکن چونکہ حضرت مولوی صاحب کے بلند اخلاق کا اُن سے ثبوت ملتا ہے۔ اس لئے مجبوراً یہ الفاظ لکھ رہا ہوں)۔

''میں ایک جاہل اور بے وقوف آدمی ہوں۔ دراصل اپنے کلرک کے کہنے پر میں نے آپ سے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ طلب کر لیا تھا ورنہ میری طبیعت ایسا نہیں چاہتی تھی۔ میں بہت شرمسار ہوں اور معافی مانگنے کے لئے آیا ہوں''۔

حضرت مولوی صاحب کے ان الفاظ سے مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ اور میں آپ کی تکلیف کے احساس سے بہت نادم ہوا۔ کہ کاش میں پہلے ہی روانگی پر آمادہ ہو جاتا۔ تا حضرت مولوی صاحب اس ذہنی اور جسمانی تکلیف سے دوچار نہ ہوتے۔ بہر حال میں مولوی صاحب کو اس امر کا یقین دلاتا رہا۔ کہ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ طلب کرنے کی وجہ سے مجھے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور نہ اب ہے۔ لیکن حضرت مولوی صاحبؓ نے میری بات کی طرف چنداں توجہ نہ دی اور اپنے سابقہ الفاظ بار بار دہرا کر معافی مانگتے رہے۔ اور ایک دفعہ پھر دعا کا وعدہ فرما کر واپس تشریف لے گئے۔

(تاج الدین لائل پوری)

تقویٰ

زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ میں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب سے انگریزی پڑھانے کی درخواست کی۔ جسے آپ نے بخوشی منظور فرمالیا۔ آپ ان دنوں دار الانوار کے (Guest House) میں ترجمۃ القرآن کا کام کرتے تھے۔ میں بھی وہیں چلا جایا کرتا تھا۔ ایک روز باہر سے کوئی رسالہ آیا اس کے پتے والے کاغذ پر ایک ٹکٹ ایسا بھی تھا۔ جس پر ڈاک خانہ کی مہر نہیں لگی ہوئی تھی۔ میں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ اس ٹکٹ پر مہر نہیں ہے۔ آپ اگرچہ اس کاغذ کو ردی کی ٹوکری میں پھینک چکے تھے۔ لیکن میرے اشارہ کرنے پر آپ نے اس ٹکٹ کو چاک کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ''اس ٹکٹ سے جو مقصد تھا وہ تو پورا ہو چکا ہے'':۔

(محمد شفیع اشرف)

پابندی شریعت

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ اپریل کا مہینہ تھا۔ ہمارے امتحان کے دن قریب آرہے تھے۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ ذرا زیادہ پڑھا کرو تا کہ کورس جلد ختم ہو جائے۔ ان دنوں آپ روزے رکھ رہے تھے۔ ایک دن سبق میں صرف میں اور مبارکہ بانو بنت حضرت مولانا نیر صاحب ہی موجود تھیں۔ میں نے مبارکہ بانو سے کہا۔ آج ہم حضرت مولوی صاحب کا روزہ افطار

کرائیں۔ افطاری کے تمام تر انتظامات تو ہم نے پہلے ہی کر رکھے تھے۔ صرف پانی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ مبارکہ بانو حضرت مولوی صاحب سے اجازت لے کر پانی پینے گئیں۔ اب میں اکیلی رہ گئی تھی۔ حضرت مولوی صاحب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:۔

''نمبر 7 تم بھی چلی جاؤ۔ کیونکہ شریعت میں اجازت نہیں ہے کہ دو نامحرم مرد اور عورت کسی تیسرے کے بغیر رہیں''۔

(میمونہ صوفیہ)

ایفائے عہد

حضرت مولوی صاحبؓ کو جب کبھی کچھ رقم کی ضرورت ہوتی تو بعض دفعہ مجھ سے ارشاد فرماتے تو میں مطلوبہ رقم فوری طور پر مہیا کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔

لیکن ہر مرتبہ جس بات کو خاص طور پر میں نے نوٹ کیا۔ وہ یہ تھی کہ جس وقت آپ اس رقم کی واپسی کا وعدہ فرماتے عین اسی وقت رقم واپس بھجوا دیتے۔ بلکہ عموماً اصل رقم سے کچھ زائد رقم بھجوا دیتے (لیتے خود تھے اور بھجواتے کسی دوسرے کے ذریعہ سے تھے۔ تا کہ زائد رقم لینے میں حجاب نہ ہو)۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ نے مجھ سے پچاس روپے لئے۔ اور واپسی کے دن پچپن بھجوائے۔ تو میں نے یہ کہہ کر لانے والے کو واپس بھجوا دیا۔ کہ میری

رقم تو اس قدر نہ تھی۔
حضرت مولوی صاحب نے دوبارہ ان کو بھجوایا۔ اور فرمایا کہ ان کو کہیں جو رقم میں نے بھیجی ہے۔ وہ ٹھیک ہے آپ لے لیں۔ چنانچہ مولوی صاحب کے اصرار پر میں نے اس شرط پر رقم لے لی۔ کہ جب حضرت مولوی صاحب یہاں سے گذریں گے تو میں حساب کرلوں گا۔

(غلام محمد نیلہ ماسٹر سرگودہا)

عشق مسیح موعود

ماسٹر صوفی نذیر احمد صاحب رحمانی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ جمعرات کے دن میں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کو دیکھا۔ کہ آپ مسجد اقصیٰ کے پرانے حصہ کے ایک ستون سے بازو کا سہارا لئے کافی دیر تک اشکبار رہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی گہرے درد سے آنسو خود بخود بے اختیاری کے عالم میں گرتے جا رہے ہیں۔ دوسرے روز جمعہ کے دن حضرت مولوی صاحب نے خود ہی اپنے اس طرح رونے کی وجہ بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اسی ستون کے ساتھ ٹیک لگائے دیکھا تھا۔ مجھے اس زمانہ کی یاد نے تڑپا دیا اور ضبط نہ کر سکا اس لئے آبدیدہ ہو گیا۔

احترام امام

میٹرک کا امتحان پاس کر چکنے کے بعد میرے متعلق حضرت ابا جان کو

یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ مجھے ڈاکٹری کی تعلیم دلا کر سلسلہ احمدیہ کے لئے زیادہ مفید رنگ میں تیار کریں۔ اور جیسا کہ انہوں نے بعد میں بتلایا کہ اس خیال کے پایہ تکمیل تک پہنچانے اور سلسلہ کے حق میں مفید ہونے کے لئے آپ نے رب العزت کی بارگاہ میں بے شمار پرسوز دعائیں بھی کی تھیں۔ نیز دہلی کے لیڈی اردن کالج میں میرے داخلہ کے لئے تمام انتظامات بھی مکمل کر لئے تھے۔ لیکن جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ آپ کوئی کام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت کے بغیر نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ اس امر کے متعلق بھی آپ نے حضور سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت اقدس نے بعض مصالح کی بنا پر اس کو پسند نہ فرمایا۔ کہ آپؓ اپنی بچی کو میڈیکل کالج میں بھجوائیں۔ اس پر حضرت ابا جان کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا۔ اور مجھے دوسری لائن میں تعلیم دلوائی۔ آپ کو اپنے فیصلہ کے بدلنے پر طبعاً افسوس تو ہوا۔ لیکن جیسا کہ انہوں نے بعد میں فرمایا۔ کہ بظاہر تو یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ اپنی بچی کی تعلیم کے بارہ میں کی ہوئی دعاؤں کو شاید خدا تعالیٰ نے شرف قبولیت نہ بخشا تھا۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کی باریک در باریک حکمتوں کے ماتحت حضرت ابا جان کی تضرع اور خشوع سے نکلی ہوئی دعائیں کسی دوسرے اور زیادہ بہتر رنگ میں قبولیت کا درجہ پا چکی تھی۔

(امۃ الرحمٰن عمر ایم۔اے)

عقیدت

غالباً 1938ء کا ذکر ہے کہ جب حضرت مولوی شیر علی صاحب ؓ ترجمۃ القرآن کا دفتر محلہ دارالانوار (Guest House) میں تھا اور میں محض خدمت کے طور پر کبھی کبھی چلا جایا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ سورہ کہف کے متعلق کسی قسم کی معلومات اگر مل سکیں۔ تو مجھے بتائیں۔ چنانچہ اس پر میں نے غیر احمدی اور عیسائی مفسرین کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا۔ کہ کیا وہ بھی سند کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں؟ تو اس پر آپ نے فرمایا:۔

''ہمارے نزدیک تو وہی تفسیر یا مطالب قابل قبول ہوں گے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر سے مطابقت رکھتے ہوں''۔

(چوہدری شبیر احمد بی۔اے)

امام سے محبت

غالباً 1925ء کا ذکر ہے جب کہ میں مبلغین کلاس میں تعلیم پا رہا تھا۔ ایک روز میں اپنے استاد حضرت حافظ روشن علی صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' سنا رہا تھا۔ پڑھتے پڑھتے ایک جگہ پنکھا جھلنے کے الفاظ آئے۔ تو حضرت حافظ صاحب نے استفسار کے رنگ میں دریافت فرمایا۔ کہ کیا ''پنکھا جھلنا'' اردو میں

استعمال ہوتا ہے؟ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تو فرمایا کہ مولوی شیر علی صاحب سے پوچھ آئیں۔

حضرت مولوی صاحب اُن دنوں قریب ہی لائبریری کے ایک کمرے میں تحریری کام کیا کرتے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس محاورہ کے اردو میں استعمال ہونے کے متعلق دریافت کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔

''میں تو اُردو میں سند نہیں ہوں''۔ ذرا توقف کے بعد فرمایا کہ:۔

جب حضرت صاحب نے یہ محاورہ استعمال کیا ہے تو اگر اُردو میں اس سے قبل نہ بھی بولا جاتا ہو۔ تو بھی اب یہ محاورہ بن گیا ہے''۔

(تاج الدین لائل پوری)

نوٹ:۔

یہ محاورہ اہلِ زبان بھی استعمال کرتے ہیں۔

قلم کا سونٹا

ایک دفعہ میں سرگودھا سے ایک عمدہ سا سونٹا بنوا کر لایا۔ جس پر نہایت خوبصورت طریق سے پیتل کے شامیں چڑھی ہوئی تھیں۔ ایک دن ریتی چھلہ کے راستہ پر جاتے ہوئے حضرت مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے حسب معمول السلام علیکم کے بعد سونٹا میرے ہاتھ سے لے کر اچھی طرح دیکھا

بھالا اور بہت پسند کیا اور کہا کہ نہایت عمدہ بنا ہوا ہے۔ پھر فرمایا:۔

''سونٹا ضرور رکھنا چاہیے یہ سنتِ نبوی ہے''۔ لیکن ساتھ ہی تلقین بھی فرمائی کہ ''کبھی قلم کا سونٹا بھی چلایا کرو''۔

بدر سلطان اختر)

طریقِ اصلاح

میٹرک اور ایف۔اے کے امتحانات کی تیاری کے سلسلہ میں مجھے انگریزی پڑھنے کی سعادت حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے نصیب ہوئی۔ مولوی عبدالرحیم صاحب بھی میرے ہم سبق ہوتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ دوسرے روز سبق ضرور سُنتے۔ اگر ہم میں سے کسی کو سبق یاد نہ ہوتا۔ تو آپ نہایت شائستگی کے ساتھ کسی کی طرف مخاطب ہوئے بغیر عام رنگ میں فرماتے:۔

''جانور بھی کھا کر جگالی کرتے ہیں۔ اور جب تک جگالی کر کے پہلے کھائے ہوئے چارہ کو ہضم نہ کرلیں۔ مزید نہیں کھاتے اس لئے انسان کو کم از کم جانوروں سے سبق حاصل کرنا چاہئے''۔

(محمد احمد جلیل)

خدمتِ دین کیلئے انگریزی پڑھنا

مولوی فاضل کے امتحان میں کامیابی کے بعد طبعی طور پر میرا رجحان

انگریزی پڑھنے کی طرف تھا۔لیکن والد صاحب کی یہ خواہش تھی۔کہ میں علوم
عربیہ میں کمال پیدا کروں۔ چنانچہ والد صاحب نے میرا انگریزی کی طرف
میلان دیکھ کر حضرت مولوی شیر علی صاحب کو سمجھانے کے لئے کہا۔
ایک دفعہ میں حضرت مولوی صاحب کے ہمراہ محلہ دارالفضل سے شہر
کی طرف آ رہا تھا۔کہ راستہ میں باتوں باتوں میں حضرت مولوی صاحب نے
فرمایا:۔

''محمد احمد! تمہارے والد صاحب کی یہ خواہش ہے کہ تم عربی علوم
سیکھو۔لیکن میں نے سُنا ہے۔تم انگریزی پڑھنے کے زیادہ خواہش مند ہو''۔

حضرت مولوی صاحب کی سادگی اور بے تکلفی سے فائدہ اٹھاتے
ہوئے میں نے اپنی سمجھ کے مطابق بے حجابانہ انگریزی پڑھنے کے فوائد بیان
کرنے شروع کر دیئے۔کہ خدمتِ دین کے لئے اس کا سیکھنا نہایت ضروری
ہے۔اول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس رویا کا ذکر کیا۔جس میں آپ
نے لنڈن میں تقریر کے دوران میں سفید پرندے پکڑے تھے۔

دوئم اس حدیث کی طرف اشارہ کیا۔جس میں بتایا گیا ہے کہ سورج
مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا۔پھر ان سے یہ استدلال کیا۔کہ ہم دین کی
خدمت اسی صورت میں عمدگی سے کر سکتے ہیں۔کہ پہلے انگریزی سیکھیں۔اور
پھر اپنا بیش قیمت دینی سرمایہ اس زبان میں پیش کریں۔

حضرت مولوی صاحب نہایت خاموشی سے میرے دلائل سنتے رہے جب میں بات ختم کر چکا۔ تو اس پر کسی قسم کی تنقید کئے بغیر نہایت سادگی سے فرمایا:-

"اچھا تو بتاؤ تمہارے والد صاحب نے کوئی دین کی خدمت کی ہے"

میں نے عرض کیا "بہت کافی کی ہے"۔

"تمہارا کیا خیال ہے اگر تم اتنی خدمت کر لو جتنی انہوں نے کی ہے۔ تو کافی نہیں"؟

میں نے عرض کیا۔ "بہت کافی ہے"۔

فرمایا:- "یہ بتاؤ کہ آپ کے والد صاحب انگریزی جانتے تھے"؟

میں نے عرض کیا۔ "انگریزی تو وہ نہیں جانتے تھے"۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا:-

"اچھا یہ بتاؤ تمہارے علم میں حضرت خلیفہ اول نے دین کی کوئی خدمت کی ہے"؟

میں نے عرض کیا "ان کی خدمت میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے"۔

حضرت مولوی صاحب نے اسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا:-

"اچھا یہ بتاؤ تمہارے خیال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کوئی

دین کی خدمت کی ہے"۔

میں پہلے ہی شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا۔ اس سوال پر تو اس قدر منفعل ہوا کہ فرطِ ندامت سے کچھ جواب نہ دے سکا۔ پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ:۔

"اگر تمہارے خیال کے مطابق انگریزی خدمت دین کے لئے اتنی ہی ضروری ہوتی۔ تو جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے عربی سکھا دی تھی۔ اس طرح انگریزی بھی سکھا دیتا"۔

بالآخر میں نے عرض کیا کہ خدمتِ دین کے لئے انگریزی کی چنداں ضرورت نہ سہی۔ لیکن اگر ذاتی شوق کی بناء پر کوئی شخص پڑھنا چاہے تو اس میں کیا حرج ہے اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ:۔

"پھر صاف بات کرو۔ خدمتِ دین کا بہانہ کیوں بناتے ہو"۔

(محمد احمد جلیل)

طریق اصلاح

1932ء میں بندہ نویں جماعت میں تعلیم پا رہا تھا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب ہماری جماعت کو انگریزی گرائمر وغیرہ پڑھایا کرتے تھے ایک روز میں آپ کے پیریئڈ میں جلدی جلدی ایک لڑکے کی کاپی سے حساب کے سوال نقل کر رہا تھا۔ کیوں کہ یہ خوف دامنگیر تھا کہ ریاضی کے استاد سزا دیں گے۔

اب یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کو میرے اس

نیں کیسے علم ہوگیا۔ کہ آپ یکا یک سبق چھوڑ کر سیدھے میری طرف آئے اور
دریافت فرمایا" آپ کیا کرر ہے ہیں"۔ میں نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ سوال
نقل کرر ہا ہوں۔

حضرت مولوی صاحب اقبالِ جرم کی بناء پر کافی سزا دے سکتے تھے
لیکن آپ نے صرف یہ فرمایا کہ" آپ باہر تشریف لے جائیں"۔ میں انتہائی
ندامت کے ساتھ باہر چلا گیا۔ بعض طالب علموں کو خوب ہنسی کا موقع ملا۔ کہ آج
تو حضرت مولوی صاحب نے ایک لڑکے کو پکڑ ہی لیا۔ اس کے بعد پھر سبق
شروع ہوگیا۔

میں برآمدے میں حضرت مولوی صاحب کی کوٹھی کی طرف منہ کئے
کھڑا تھا۔ ابھی بمشکل ایک منٹ گذرا ہوگا۔ کہ حضرت مولوی صاحب تشریف
لائے۔ اور میرے پاس آکر آہستہ سے فرمایا:۔

"اگر آپ چاہیں تو واپس کلاس میں تشریف لا سکتے ہیں"۔

بادی النظر میں یہ ایک نہایت حقیر سا واقعہ ہے لیکن حضرت مولوی
صاحب کے حُسنِ اخلاق کو دیکھ کر جو مجھ پر گذری۔ میں ہی جانتا ہوں۔

(عبدالرحمٰن شاکر)

طریق تربیت

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا نوجوانوں کو نماز باجماعت کی طرف

توجہ دلانے کا ایک دلآویز طرق یہ بھی تھا۔ کہ جب آپ مسجد مبارک کی طرف نماز کی ادئیگی کے لئے تشریف لا رہے ہوتے اور راستہ میں لڑکوں کو خوش گپیوں میں مشغول پاتے۔ تو آپ اُن سے صرف اتنا دریافت فرماتے ''کیا اذان ہوگئی ہے''۔

(ریاض ملک)

روس کا عصاء

ایک مرتبہ حضرت خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت جوبلی کے مبارک ایام میں میں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب سے دریافت کیا کہ:۔

''یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زارِ روس کے عصاء اور خوارزم بادشاہ کی کمان کے متعلق الہام ہے۔ اس بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے''۔

یہ سنتے ہی حضرت مولوی صاحب کے چہرے پر ایک جلالی رنگ آیا (جو آپ کی فطرت کے خلاف تھا) اور فرمایا کہ:۔

''آپ لوگ بادشاہت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ کیا تبلیغ اسلام کا وہ عظیم الشان فریضہ جو جماعت احمدیہ کے سپرد ہے۔ اس کو آپ نے کما حقہ، ادا کرلیا ہے۔ یا صرف بادشاہت کے حصول کا جذبہ ہی آپ کے اندر کارفرما ہے؟ کیا حاجی عمر ڈار صاحب (میرے والد بزرگوار) کو جو صحابیت کا

حاصل تھا۔ اس کے سامنے بادشاہت کی کوئی قیمت ہے''۔

(خواجہ عبدالعزیز ڈار)

فرض شناسی

1936ء کے آغاز میں جب حضرت مولوی شیر علی صاحب ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں لندن تشریف لے جانے لگے۔ تو آپ نے کپڑے وغیرہ سوانے کا انتظام میرے سپرد فرمایا۔ چنانچہ میں میاں غلام محمد صاحب گجرات ٹیلرنگ ہاؤس کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ انہوں نے حضرت مولوی صاحب کا ناپ لیا۔ آپ نے تاکید فرمائی۔ کہ سلائی عمدہ ہو۔ چنانچہ میاں غلام محمد صاحب نے یوروپین فضاء کے مطابق پتلون اور شیروانی نہایت اعلیٰ سی دی۔ جب ہم حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں ٹرائی کے لئے آئے۔ تو حضرت مولوی صاحب شیروانی اور خصوصاً پتلون کے بٹن دیکھ کر فرمانے لگے۔ کہ یہ بٹنوں کا کھولنا اور بند کرنا تو میرے بس کا کام نہیں۔ اس طرح تو میں تمام دن اسی پریشانی میں اُلجھ کر رہ جاؤں گا۔ اور جس کام کے لئے حضور مجھے لندن بھجوا رہے ہیں۔ وہ کام تو ادھورا رہ جائے گا۔

حضرت مولوی صاحب کے اس ارشاد پر میاں غلام محمد صاحب بے حد متاثر ہوئے۔ اور اس احساس سے کہ حضرت مولوی صاحب کو میں خوش کرنے کی بجائے تکلیف پہنچانے کا موجب ہوا ہوں۔ ان کے آنسو نکل آئے

چنانچہ وہ پتلون لے گئے۔ اور اس کے بٹن اُتار کر اپنی فنی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے الاسٹک کی پٹی لگا کر پتلون کو کچھ ایسا آرام دہ بنا دیا۔ کہ آپ آزار بند اور بٹنوں وغیرہ کے کھولنے اور بند کرنے کی زحمت سے آزاد ہو گئے۔

چنانچہ میاں غلام محمد صاحب اور خاکسار جب دوبارہ حضرت مولوی صاحب کے پاس حاضر ہوئے تو آپ پتلون کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔

سید شاہ محمد۔ رئیس التبلیغ انڈونیشیا

مومن کا نصب العین

جب میں زندگی وقف کر کے قادیان آیا۔ تو ایک دفعہ حضرت مولوی شیر علی صاحب سے مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے نہایت شفقت سے میرے حالات دریافت فرمائے۔ دورانِ گفتگو میں جب آپ کو علم ہوا۔ کہ میں زندگی وقف کر کے آیا ہوں۔ تو آپ نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرا انجام بخیر کرے۔ اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی توفیق بخشے۔

میری اس استدعا پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔

''بہشتی مقبرہ میں تو ایک عورت بھی سو روپیہ میں سے دس روپیہ ادا کر کے دفن ہو سکتی ہے ایک واقف زندگی کو تو اپنا مطمع نظر اس سے بلند رکھنا

پئے"۔

(چوہدری عزیز احمد بی۔اے)

فراست ایمانی

ایک مرتبہ کسی جگہ میری ہمشیرہ کے عقد کی تجویز زیر غور تھی۔ چنانچہ لڑکے کے بعض لواحقین بات چیت کے لئے آئے۔ میں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں اس مجلس میں شمولیت کی درخواست کی۔ جسے انہوں نے بطیب خاطر منظور فرمالیا۔ چونکہ لڑکا آسودہ حال ہونے کے ساتھ ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے بغیر کسی لمبی بحث وتمحیص کے معاملہ جلد ہی طے ہوگیا۔اور یہی قرار پایا کہ یہاں رشتہ کرنا موزوں ہے۔

لیکن دوسرے روز علی الصبح ہی حضرت مولوی صاحب ہمارے ہاں تشریف لائے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا:۔

"کسی مناسب طریق سے انکو جواب دے دیا جائے تو اچھا ہوگا"۔

چنانچہ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ایسا ہی کیا گیا۔

تقریباً دو سال کے بعد یہ سننے میں آیا۔ کہ وہ شخص مرتد ہوگیا ہے۔

اس وقت ہمیں حضرت مولوی صاحب کے اس ارشاد کی حکمت معلوم ہوئی۔

(بدر سلطان اختر)

مومنانہ فراست

ایک مرتبہ میں نماز فجر باجماعت ادا نہ کر سکا۔ تو میں نے نماز گھر پر ہی ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں کسی کام سے بازار کی طرف آرہا تھا۔ کہ دار الانوار کے راستہ پر حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ مجھے آتے دکھائی دیئے۔ میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا۔ کہ آج تو میں ضرور حضرت مولوی صاحب سے سلام کرنے میں سبقت لے جاؤں گا۔ چنانچہ ابھی میں اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی فکر میں ہی تھا۔ کہ حضرت مولوی صاحب نے حسب دستور کافی فاصلہ سے بلند آواز سے ''اسلام علیکم'' کہا۔ میں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مولوی صاحب مصافحہ کرتے ہی فرمانے لگے:۔ ''شیخ صاحب! اگر انسان نماز باجماعت ادا کرنے سے رہ جائے تو اُسے وہ نماز مسجد میں ہی ادا کرنی چاہیے''۔

میں حضرت مولوی صاحب کی اس فراست پر حیران رہ گیا۔ کہ کس طرح انہوں نے میرے ذکر کیئے بغیر میری اس غفلت کو بھانپ لیا۔

(شیخ محمد علی آف مسانیاں)

منشاء قدرت

میں جب مدرسہ احمدیہ کی تیسری جماعت میں تعلیم پا رہا تھا۔ اس وقت

یوں آتے جاتے مجھے ریتی چھلہ سے گذرنا پڑتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ
میں اپنا بستہ اُٹھائے حسب معمول وہاں سے گذر رہا تھا کہ سامنے سے حضرت
مولانا شیر علی صاحب آتے دکھائی دیئے۔ آپ نے مجھے سلام کہا اور اس کے فوراً
بعد ہی آگے بڑھ کر میرا دایاں ہاتھ چوم لیا۔ اور تشریف لے گئے۔

اس وقت میں اپنی عمر کے تقاضہ سے اس کی حکمت سمجھنے سے قاصر رہا
چنانچہ اسی طرح ماہ و سال بڑی سرعت سے گذرتے گئے۔

میں مولوی فاضل کے امتحان میں کامیاب ہو کر ادارہ ''الفضل'' میں
نائب مدیر کی حیثیت سے کام کرنے پر مامور ہوا۔ علاوہ ازیں وقتاً فوقتاً حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبات، ملفوظات، جلسہ سالانہ کی
تقاریر اور تفسیر القرآن کے نوٹس وغیرہ لکھنے کا اہم ترین کام بھی میرے سپرد کیا
گیا۔

یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میں ان خدمات کے بجالانے میں کہاں
تک عہدہ برآ ہو سکا ہوں۔ لیکن بہرحال مجھے ان خدمات پر بجا طور پر ناز ہے۔

چنانچہ ان واقعات کے ظہور پذیر ہونے کے بعد میں نے اپنی گذشتہ
عمر کے اس عجیب واقعہ کو ذہن میں مستحضر کرنے کی کوشش کی۔ جب حضرت
مولانا شیر علی صاحب نے راستہ میں جاتے ہوئے میرا دایاں ہاتھ چوم لیا تھا۔
اور اس کی حکمت بھی میری سمجھ میں آئی۔ کہ خدا کی مشیت یہ تھی کہ مجھ سے زود

نویسی کا کام لے۔اس لئے ممکن ہے حضرت مولوی صاحب ایسے فرشتہ خصلت بزرگ کو کشفی طور پر یہ سب نظارہ دکھادیا ہو اور آپ نے بے اختیاری کے عالم میں میرا ہاتھ چوم لیا ہو۔

(محمد یعقوب طاہر مولوی فاضل)

الٰہی تصرف

حضرت مولوی شیر علی صاحب کے والد بزرگوار حضرت میاں نظام الدین صاحب کے متعلق میرے والد صاحب (چوہدری تصدق حسین صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میاں نظام الدین صاحب نے کئی مرتبہ اس امر کا ذکر کیا ہے کہ مجھے بعض دفعہ شیر علی پر سخت غصہ آتا ہے اور میں اس کو مارنے کیلئے ہاتھ اٹھاتا ہوں۔لیکن کوئی غیبی طاقت مجھے اس فعل سے روک دیتی ہے۔

(بدر سلطان اختر)

نگاہِ دوربین

جلسہ سالانہ کے موقع پر ہم حسب معمول حضرت مولوی صاحب کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ایک روز میں صبح ہی گھر سے نکل کر قضائے حاجت کے لئے بادے کے باغ کی طرف سگریٹ پیتا ہوا جا رہا تھا۔کہ کچھ فاصلہ پر مجھے حضرت مولوی صاحب آتے دکھائی دیئے۔پہلے تو مجھے خوف سا محسوس ہوا

لیکن پھر اس خیال سے کہ مولوی صاحب تو بعض دفعہ اپنے بیٹے کے متعلق (حالانکہ وہ پاس بیٹھے ہوتے ہیں) پوچھ لیتے ہیں کہ عبدالرحیم کہاں ہے۔ تو مجھے اتنے فاصلہ سے سگریٹ پیتے ہوئے کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ میں بے دھڑک دھوئیں کے بادل اُڑاتا اپنی منزل مقصود کی طرف چل پڑا۔ جلسہ کے بابرکت ایام ختم ہوگئے اور ہم اپنے گاؤں جانے کیلئے تیار ہوئے تو حضرت مولوی صاحب بھی حسب معمول الوادع کہنے ہمارے ساتھ اسٹیشن تک تشریف لائے۔ مسافروں کے بے پناہ ہجوم میں بمشکل تمام میں گاڑی میں بیٹھنے کی جگہ حاصل کر سکا۔ حضرت مولوی صاحب متبسم چہرے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی روانگی کا شاندار منظر دیکھ رہے تھے۔ کہ دفعتاً میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا:۔ ''بیٹا ذرا بات سنو''۔

گاڑی چونکہ کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ اس لئے میں نے سیٹ پر بیٹھے بیٹھے ہمہ تن گوش ہوکر عرض کی۔ فرمائیے!

آپ نے فرمایا کہ ''باہر آؤ''۔ چنانچہ میں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ہجوم کو چیرتا ہوا گاڑی سے نیچے اُتر آیا۔ تو حضرت مولوی صاحب نہایت شفقت سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے مجھے ذرا فاصلے پر لے گئے۔ اور رازدارانہ لہجہ میں فرمایا:۔

''بیٹا سگریٹ نہ پیا کرو۔ یہ بُری عادت ہے اسے چھوڑ دینا ہی بہتر

ہے''۔ میں بہت شرمسار ہوا۔ اور سوچنے لگا کہ حضرت مولوی صاحب کو کس طرح اتنے فاصلہ سے میرے سگریٹ پینے کا علم ہوگیا۔ چنانچہ آپ کی نصیحت کا یہ اثر ہوا۔ کہ جلد ہی خدا تعالیٰ نے مجھے سگریٹ ترک کرنے کی توفیق بخش دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(بدر سلطان اختر)

خوش طبعی

جن دنوں مجھے حضرت مولوی صاحبؓ کے ساتھ دفتر ترجمۃ القرآن میں کام کرنے کا موقع میسّر تھا۔ ایک روز ظہر کی نماز کے بعد میں حضرت مولوی صاحب کے ہمراہ دفتر پہنچا۔ تو آپ نے چابی میرے سپرد کی اور فرمایا کہ تالا کھولو۔ میں تالا کھولنے کی کوشش کرتا رہا اور حضرت مولوی صاحب نہایت خاموشی سے میری ناکامی کا تماشا دیکھتے رہے۔ چابی تو نہایت آسانی سے گھوم جاتی تھی۔ لیکن تالا نہیں کھلتا تھا۔ حضرت مولوی صاحب مسکراتے جاتے اور فرماتے ''اور زور لگاؤ'' میں زرا دبا کر چابی گھماتا لیکن تالا نہ کھلا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ تو نہیں کھلتا فرمانے لگے۔ میں تو روزانہ کھولتا ہوں۔ تالا تو بالکل درست حالت میں ہے۔ تمہارے چابی لگانے میں نقص ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں قطعی طور پر یہ بات نہ آئی۔ کہ یہ (Trick Lock) ہے۔ جس میں ایک طرف پتی سی لگی ہوتی ہے۔ جب تک اُسے اوپر نہ کیا جائے۔ تالا نہیں کھلتا۔ آخر

پ نے متبسم چہرے کے ساتھ فرمایا کہ ''بس زور ختم ہو گیا''۔ اور جھک کر اس
بی کو اوپر کر دیا۔ جس سے تالا فوراً کھل گیا میں حضرت مولوی صاحب کے اس
یف مذاق سے بے حد محفوظ ہوا۔

(چوہدری ناصر الدین بی۔اے)

تصرفاتِ الٰہیہ

تقسیم ملک کے بعد سوائے چند احباب کے جن کا قادیان میں رہنا
ضروری تھا۔ باقی تمام خواتین اور مرد لاہور آ گئے تھے۔ میری اہلیہ رتن باغ کیمپ
میں صفائی کا اچھا انتظام نہ ہو سکنے کی وجہ سے شدید بیمار ہو گئیں۔ اس لئے لاہور
سے میرے چھوٹے بھائی محمد عبد اللہ کا خط آیا۔ اگر بیوی بچوں کا منہ دیکھنا ہو۔ تو
فوراً لاہور پہنچو۔

میں نے وہ خط مقامی امیر کو دکھایا۔ آپ نے موقع کی نزاکت کے مدِ
نظر اس شرط پر مجھے لاہور آنے کی اجازت دی۔ کہ جب مقامی طور پر ضرورت
پڑے گی۔ تو تمہیں بلا لیا جائے گا۔

جب میں لاہور پہنچا۔ تو مجھے پہلی اطلاع یہ ملی۔ کہ حضرت مولوی شیر
علی صاحب وفات پا گئے ہیں۔ اور آپ نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ باقی
دوستوں کے ہمراہ میں بھی آپ کے غسل میں شریک ہوں۔ حضرت مولوی
صاحب کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد میں سوچنے لگا۔ کہ کس طرح اللہ

تعالیٰ نے اپنے تصرف خاص سے محض حضرت مولوی صاحب کی وصیت کو پورا
کرنے کے لئے مجھے عجیب طریقہ سے قادیان سے بلوایا۔ اس دوران میں میں
نے اپنی بیوی کی خبر تک نہ لی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس کو خود
ہی شفاء دے دی۔ **فالحمد لله علیٰ ذالک**۔

(عبدالمنان میر)

قرآن سے عشق

1936ء کے آخر کا ذکر ہے۔ جب مجھے سیدنا حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مکرم صوفی مطیع الرحمٰن صاحب کے
ہمراہ امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لئے بھجوایا راستہ میں چند روز لنڈن میں قیام کرنا
پڑا۔ ان دنوں حضرت مولوی شیر علی صاحب ترجمہ قرآن کریم کی تکمیل کے لئے
مسجد فضل لنڈن کے مشن ہاؤس میں قیام فرما تھے۔ حضرت مولوی صاحب کی
صحبت کی گھڑیاں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے اس طرح لمبی ہوگئیں کہ جب نیو
یارک پہنچنے پر حکومت امریکہ نے مجھے ویزا کی بعض خامیوں کی وجہ سے اپنے
ملک میں داخل نہ ہونے دیا۔ تو پھر مجھے مرکز سے مزید ہدایات ملنے تک لنڈن
مشن میں ٹھہرنا پڑا۔ اس طرح مجھے انگلستان میں حضرت مولوی شیر علی صاحب
کی معیت میں قریباً چھ ہفتے گذارنے کا موقعہ ملا۔

حضرت مولوی صاحب کا طریق تھا۔ کہ آپ فجر کی نماز کے بعد

قرآن کریم کی تلاوت سے فارغ ہوکر بالعموم ویمبلڈن کامن کی طرف سیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ یہ کامن لنڈن کے اس حصہ کے قریب ہے۔ جہاں ہمارا مشن واقع ہے۔ قریب ترین سیرگاہ ہے حضرت مولوی صاحب کمال شفقت اور مہربانی کے ساتھ مجھے بھی ساتھ چلنے کے لئے فرماتے۔ دو تین روز کے بعد آپ نے مجھ سے سیر کے دوران میں فرمایا۔ کہ قرآن کریم کا کوئی حصہ حفظ ہے تو سُناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تسلسل کے ساتھ قرآن کریم کی سورتیں یاد نہیں۔ آخری پارہ کی چند سورتیں یاد ہوں گی۔ لیکن وہ بھی نہ ہونے کے برابر۔ آپ نے میرا دل بڑھانے کے لئے فرمایا کہ اچھا جتنا آتا ہے وہی سُناؤ۔ اس پر میں نے چند سورتیں جو مجھے یاد تھیں۔ آپ کو سنائیں۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ اگر چند آیات روزانہ اہتمام کے ساتھ حفظ کر لی جائیں۔ تو تھوڑے دنوں میں مکمل پارہ حفظ ہوسکتا ہے۔ میں آپ کے اس اشارہ کو سمجھ گیا۔ اور آپ سے وعدہ کیا۔ کہ میں روزانہ سیر کے وقت آپ کو کچھ نہ کچھ حصہ قرآن کریم کا حفظ کر کے سناؤں گا۔ اس کے بعد میرا یہ معمول ہو گیا کہ روزانہ آخری پارہ کا کچھ حصہ یاد کرتا۔ اور دوسری صبح سیر کے دوران میں حضرت مولوی صاحب کو سُناتا۔ آپ میری حوصلہ افزائی کے لئے ہمیشہ محبت اور شفقت کے کلمات سے مجھے نوازتے۔ اس طرح میں نے چند ہفتوں میں آخری پارہ اچھی طرح حفظ کر کے حضرت مولوی صاحب کو سنایا۔ اس کے بعد جب مجھے مرکز کی طرف سے بوڈاپسٹ میں تبلیغ

کے لئے بھجوانے کی ہدایت کی گئی۔ تو آپ نے مجھے فرمایا ''اگر یہ طریق آپ
وہاں بھی جاری رکھ سکیں۔ تو قرآن کریم کا کافی حصہ یاد ہو سکتا ہے۔

(محمد ابراہیم ناصر ایم اے بی ٹی)

خواب کی تکمیل

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک جگہ ایک مجمع میں درود شریف کے متعلق تقریر کر رہا ہوں۔ جس میں اس امر کا بھی ذکر کیا۔ کہ درود شریف میں اللھم صل کے بعد علی محمد کے الفاظ رکھے گئے ہیں۔ علی النبی یا علی الرسول کے الفاظ نہیں رکھے گئے (ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی) اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ حمید کے ساتھ لفظ محمد کا قریبی تعلق ہے۔ وغیرہ

اس پر حضرت مولوی شیر علی صاحب نے جو مجمع میں تشریف رکھتے تھے۔ تقریر کے خاتمہ پر خاکسار کے کے پاس تشریف لائے اور اس نکتہ سے خوش ہو کر خاکسار کے لئے دعا فرمائی۔ اور میرے جسم پر دم کرتے رہے۔ خواب کے عالم میں ہی میں نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا۔ کہ میرے کندھوں کے پیچھے مجھے درد رہتا ہے۔ نیز میرے اعصاب بھی کمزور ہیں۔ اس لئے یہاں بھی دم کریں چنانچہ آپ نے میرے کندھوں اور پیٹھ پر بھی دعا کر کے دم کیا۔

چند روز کے بعد ایک موقعہ پر جب کہ مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام وقار عمل منایا جارہا تھا۔ اور حضرت مولوی صاحب کارکنوں کے کپڑوں وغیرہ کی نگرانی پر متعین تھے۔ میں نے حضرت مولوی صاحب کو مذکورہ بالا خواب سنایا۔ تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ صوفیاء کرام کا طریق تھا۔ کہ وہ خواب کو ظاہری رنگ میں بھی پورا کرتے تھے۔ میں اسی طریق پر اب آپ کے لئے دعا کر کے دم کئے دیتا ہوں چنانچہ حضرت مولوی صاحب دیر تک خاکسار کیلئے دعا فرماتے رہے۔ اور خاکسار کے چاروں طرف دم کرتے رہے۔
الحمد لله علی ذالک

(تاج الدین لائل پوری)

محبت کا جذبہ

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام باغ میں کسی تقریب پر تشریف لے گئے۔ غالباً جمعہ یا عیدکا موقعہ تھا۔ حضور علیہ السلام کی گرگابی باہر پڑی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب تشریف لائے۔ آپ عموماً اخیر میں آ کر جوتوں کے پاس ہی بیٹھ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ وہیں بیٹھے۔ جہاں آپ کی گرگابی پڑی تھی۔ جلدی سے آپ نے اپنا عمامہ اتارا جو دودھ کی طرح سفید تھا اور نہایت محبت سے اس کے پلو سے حضور کے جوتوں کی گرد صاف کرنے لگے۔ صاف کرنے کا انداز بتارہا تھا۔ کہ آپ انتہائی

زائد

ذوق و شوق اور محبت کے بھر پور جذبہ سے اس کام کو انجام دے
رہے ہیں۔

(سید مختار احمد شاہ جہان پوری)

تقویٰ کا بلند مقام

1936ء کا ذکر ہے کہ جب حضرت مولوی شیر علی صاحب ترجمۃ القرآن کے سلسلہ میں ولایت تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے چند روز بمبئی میں قیام فرمایا۔ میں بھی وہیں تھا۔ اس موقعہ پر میں نے آپ کو ٹرام وغیرہ کے کرایہ کے لئے مبلغ پانچ روپے دیئے۔

اس بات پر کئی سال گذر گئے۔ جب حضرت مولوی صاحب فوت ہوئے تو اس کے کچھ دن بعد آپ کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب رانجھاڈی۔ ایس سی کیطرف سے مجھے خط موصول ہوا۔ کہ ابا جان مجھے وصیت کر گئے ہیں۔ کہ پانچ روپے آپ کو ادا کر دیئے جائیں اس لئے آپ وہ رقم مجھ سے لے لیں۔ گو میری طبیعت نہ چاہتی تھی۔ لیکن مکرم ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر میں نے وہ رقم ان سے لے لی اس واقعہ کا اب تک میرے دل پر گہرا اثر ہے۔

(ڈاکٹر عطر دین درویش قادیان)

ذوق و شوق اور محبت کے بھر پور جذبہ سے اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔

(سید مختار احمد شاہ جہان پوری)

تقویٰ کا بلند مقام

1936ء کا ذکر ہے کہ جب حضرت مولوی شیر علی صاحب ترجمۃ القرآن کے سلسلہ میں ولایت تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے چند روز بمبئی میں قیام فرمایا۔ میں بھی وہیں تھا۔ اس موقعہ پر میں نے آپ کو ٹرام وغیرہ کے کرایہ کے لئے مبلغ پانچ روپے دیئے۔

اس بات پر کئی سال گذر گئے۔ جب حضرت مولوی صاحب فوت ہوئے تو اس کے کچھ دن بعد آپ کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب رانجھاڈی۔ ایس سی کیطرف سے مجھے خط موصول ہوا۔ کہ ابا جان مجھے وصیت کر گئے ہیں۔ کہ پانچ روپے آپ کو ادا کر دیئے جائیں اس لئے آپ وہ رقم مجھ سے لے لیں۔ گو میری طبیعت نہ چاہتی تھی۔ لیکن مکرم ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر میں نے وہ رقم ان سے لے لی اس واقعہ کا اب تک میرے دل پر گہرا اثر ہے۔

(ڈاکٹر عطر دین درویش قادیان)

تین قسم کی وحی

حضرت مولوی شیر علی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ پارہ ''الم'' کی
ابتداء میں جو آیت ''والذین یومنون بما اُنزل الیک وما اُنزل من
قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون'' ہے اس میں تین وحیوں کا ذکر ہے۔

1۔ایک وہ وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کے انبیاء پر نازل ہوئی۔

2۔ایک وہ وحی جو خود حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

3۔تیسرے وہ وحی جو آپ ﷺ کے بعد کے آنے والے مامورین پر نازل
ہوئی۔

(ڈاکٹر غلام غوث)

جمع بین الصلوٰتین کی صورت میں ترتیب نماز کا مسئلہ

ایک دفعہ مسجد اقصیٰ سے اس کے بڑے گیٹ کی طرف سے نکلتے
ہوئے استاذی المحترم حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری سے میں نے یہ
مسئلہ دریافت کیا۔کہ اگر مثلاً ظہر کے وقت میں عصر کی نماز جمع کر کے امام پڑھا رہا
ہو۔اور ایک شخص بعد میں آئے جس نے ابھی ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور اسے یہ علم
ہو کہ جماعت عصر کی ہو رہی ہے۔تو اس صورت میں کیا وہ بعد میں آنے والا شخص
پہلے ظہر کی نماز الگ پڑھ کر پھر عصر کی جماعت میں شامل ہو۔یا ظہر کی نماز الگ
پڑھنے کے بغیر ہی عصر کی جماعت میں شامل ہو جائے۔

حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری نے فرمایا کہ شاید نمازوں میں ترتیب کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے ایسے شخص کو چاہئے۔ کہ وہ ظہر کی نماز الگ پڑھے۔ اور پھر عصر کی جماعت میں شامل ہو کر پڑھے۔ خاکسار کا اس وقت خیال اس کے خلاف تھا۔ اس لئے حضرت مولوی صاحب سے اس مسئلہ میں خاکسار اختلاف کرتا رہا۔ بعد ازاں خاکسار حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم کی خدمت میں ایک کام کی غرض سے حاضر ہوا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مولوی صاحب فرمانے لگے۔ کہ مولوی غلام نبی صاحب سے نیچے کیا باتیں کر رہے تھے۔ (صدر انجمن احمدیہ قادیان کے دفاتر مسجد اقصیٰ سے ملحق تھے) میں نے عرض کیا۔ تو حضرت مولوی شیر علی صاحب فرمانے گئے۔ اس بارہ میں تمہارا مسلک اور خیال درست ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی مذہب تھا۔

اور حضرت خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ کہ جو نماز با جماعت پڑھی جارہی ہو۔ اس میں شامل ہو جانا چاہیے۔ اور اپنی سابقہ نماز بعد میں پڑھنی چاہیے۔

اس بات کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہی مسلک ہے۔

حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا۔ کہ حافظ روشن علی صاحب کا رسالہ

فقہ احمدیہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا۔ کہ اس رسالہ کا نام فقہ احمدیہ نہیں چاہیے۔ یہ تو حافظ روشن علی صاحب کی فقہ ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ مسائل کے خلاف بعض مسئلے درج کر دیئے گئے ہیں۔ اور مثال کے طور پر جو مسئلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اس رسالہ میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سنائے تھے ان میں سے ایک یہی نمازوں کی ترتیب کا مسئلہ تھا۔ تب مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ یہ مسئلہ تو حل ہو گیا۔ ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ کسی دوست نے مسجد مبارک میں مجلس عرفان کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے یہ مسئلہ پوچھا۔ تو حضور نے فرمایا کہ ”نمازوں میں ترتیب ضروری ہے۔ اس لئے بعد میں آنے والے شخص کو اگر اُسے علم ہو کہ عصر کی نماز پڑھی جارہی ہے۔ تو اُسے ظہر کی نماز پہلے الگ پڑھنی چاہیے۔ چاہے عصر کی نماز کا کوئی حصہ اسے امام کے ساتھ نہ بھی ملے اس موقعہ پر حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم بھی موجود تھے۔ اگلے روز خاکسار نے حضرت مولوی صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ تو فرمانے لگے کہ کل میں بھی مجلس عرفان میں موجود تھا۔

اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے نمازوں کی تریب والے مسئلہ کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا۔ میں نے سُنا تھا۔ چنانچہ میں نے خیال کیا کہ شائد رسالہ فقہ احمدیہ والی بات میں نے حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے ذریعہ سے سُنی

ہو۔ چنانچہ میں نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے۔ اور نہ میں نے حضرت صاحب کی یہ بات آپ سے کبھی بیان کی ہے۔ اس کے بعد حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف یہ مسئلہ منسوب کرنے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ یا شائد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بھول گئے ہوں۔ مگر ساتھ ہی فرمایا۔ لیکن عمل اسی فتویٰ پر ہونا چاہئے جو امام وقت کا ہو۔

(تاج الدین لائل پوری)

چنانچہ ہم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نصرہ العزیز کا فتویٰ من وعن درج کرتے ہیں۔ جو الفضل 27 جون 1945ء میں درج ہے۔

وَ هُوَ هَذَا

14 جون 1945ء کو کوئٹہ میں بعد نماز مغرب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مجلس میں جب مہتہ عبدالقادر صاحب نے یہی سوال پیش کیا۔ تو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

''یہی تو وہ بات ہے جس پر آج کل ''الفضل'' میں شور پڑا ہوا ہے۔ میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سُنا ہے کہ اگر امام عصر کی نماز پڑھ رہا ہو۔ اور ایک ایسا شخص مسجد میں آجائے۔ جس نے ابھی ظہر کی نماز پڑھنی ہو یا عشاء کی نماز ہو رہی ہو۔ اور ایک ایسا شخص مسجد میں آجائے جس نے ابھی

مغرب کی نماز پڑھنی ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ پہلے ظہر کی نماز علیحدہ پڑھے۔ اور پھر
امام کے ساتھ شامل ہو۔ یا مغرب کی نماز پہلے علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ
شامل ہو جمع بین الصلوتین کی صورت میں بھی اگر کوئی شخص بعد میں مسجد میں آتا
ہے۔ جب کہ نماز ہو رہی ہو تو اُس کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ
والسلام کا یہی فتویٰ ہے۔ کہ اگر اسے پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ امام عصر کی نماز پڑھا
رہا ہے۔ تو اُسے چاہیے۔ کہ وہ پہلے ظہر کی نماز علیحدہ پڑھے۔ اور پھر امام کے
ساتھ شامل ہو۔ اسی طرح اگر ایسے پتہ لگ جاتا ہے کہ امام عشاء کی نماز پڑھا رہا
ہے تو وہ پہلے مغرب کی نماز کو علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو۔ لیکن
اگر اسے معلوم نہ ہو سکے۔ کہ یہ کونسی نماز پڑھی جا رہی ہے۔ تو وہ جماعت کے
ساتھ شامل ہو جائے۔ ایسی صورت میں وہی نماز اس کی ہو جائے گی۔ بعد میں
وہ اپنی پہلی نماز پڑھ لے۔ مثلاً اگر عشاء کی نماز ہو رہی ہے۔ اور ایک ایسا شخص
مسجد میں آ جاتا ہے۔ جس نے ابھی مغرب کی نماز پڑھنی ہے۔ تو اگر اسے پتہ
لگ جاتا ہے۔ کہ یہ عشاء کی نماز ہے۔ تو وہ مغرب کی نماز پہلے علیحدہ پڑھے۔
اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو۔ لیکن اگر اُسے معلوم نہ ہو سکے کہ یہ کون سی نماز
ہو رہی ہے۔ تو وہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اس صورت میں اس کی عشاء
کی نماز ہو جائے گی۔ مغرب کی نماز وہ بعد میں پڑھ لے۔ یہی صورت عصر کے
متعلق ہے۔

اس موقعہ پر عرض کیا گیا۔ کہ عصر کے بعد تو کوئی نماز جائز ہی نہیں۔ پھر اگر عدم علم کی صورت میں وہ عصر کی نماز میں شامل ہو جاتا ہے۔ تو اس کے بعد ظہر کی نماز اس کے لئے کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

حضور نے فرمایا۔ یہ تو صحیح ہے کہ بطور قانون عصر کے بعد کوئی نماز جائز نہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اگر اتفاقی حادثہ کے طور پر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے۔ تو پھر بھی وہ بعد میں ظہر کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ ایسی صورت میں اس کے لئے ظہر کی نماز عصر کی نماز کے لئے جائز ہوگی۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ مسئلہ سُنا ہے۔ اور ایک دفعہ نہیں دو دفعہ سُنا ہے۔ مجھے یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب دوبارہ اس کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا میں اس کے متعلق وضاحت کر چکا ہوں کہ ترتیب نماز ضروری چیز ہے۔ لیکن اگر کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔ کہ امام کون سی نماز پڑھا رہا ہے۔ عصر کی نماز پڑھا رہا ہے یا عشاء کی نماز پڑھا رہا ہے تو وہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ جو امام کی نماز ہوگی۔ وہی اس کی نماز ہو جائے گی۔ بعد میں وہ اپنی پہلی نماز پڑھ لے۔

مولوی محمد الدین صاحب کی اس بارہ میں جو روایت شائع ہوئی ہے۔ یا تو غلط فہمی پر مبنی ہے یا کسی اور سے انہوں نے سُنا ہے اور ذہن میں یہ رہ گیا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا ہے۔

میرے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو دفعہ یہ پوچھا گیا۔ اور دونوں دفعہ آپ نے یہی جواب دیا کہ بعد میں آنے والے کو معلوم ہوجاتا ہے کہ کونسی نماز پڑھی جارہی ہے۔ تو ترتیب نماز کو مقدم رکھتے ہوئے وہ مثلاً ظہر یا مغرب کی نماز پہلے علیحدہ پڑھے۔ اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو لیکن اگر اسے معلوم نہ ہو سکے۔ تو جو امام کی نماز ہوگی وہی اس کی ہو جائے گی۔ بعد میں وہ ظہر یا مغرب کی نماز پڑھے گا اور یہی ترتیب حقیقی ترتیب ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب اول ہے اور امام مؤخر۔ جب علم ہو تو شرعی ترتیب کو مقدم رکھنا چاہیے۔ جب علم نہ ہو تو پھر امام کا حق مقدم ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو عدم علم کی صورت میں مقتدی حیران رہ جاتا کہ میں کیا کروں۔

قبولیت دعا

دسمبر 1929ء میں ہمارے والد صاحب اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہہ کر اہل و عیال سمیت قادیان تشریف لے آئے۔ لیکن ہمارے دادا صاحب تیار نہ ہوئے۔ اور وطن میں ہی رہ گئے۔ اس وقت ان کی عمر پچاسی برس کے قریب تھی۔ لیکن ہم سب کی یہ دلی خواہش تھی۔ کہ وہ کسی طرح قادیان آجائیں۔ اور وفات کے بعد انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی سعادت ملے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب میرے دادا صاحب کے خوب واقف تھے۔ ایک دن والد صاحب نے اپنے ہجرت کر کے قادیان آنے اور حضرت دادا صاحب کے وطن میں رہ جانے کے واقعہ کا ذکر کر کے دعا کی درخواست کی۔ اس کے بعد خاکسار کی جب بھی حضرت مولوی صاحب سے ملاقات ہوتی۔ تو آپ دادا صاحب کی ہجرت کی نسبت ضرور دریافت فرماتے جب میں نفی میں جواب دیتا۔ تو آپ فرماتے میں دعا کر رہا ہوں انشاء اللہ وہ قادیان آ جائیں گے۔ اور وصیت بھی ان کو نصیب ہو جائے گی۔

چنانچہ حضرت مولوی صاحب کی دعاؤں کی برکت سے آخر اللہ تعالیٰ نے چار پانچ سال کے بعد ہمارے دادا صاحب کو انشراح صدر بخشا۔ اور آپ قادیان تشریف لے آئے بالآخر آپ کو وصیت کی توفیق بھی ملی۔ اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ فالحمد للہ علی ذالک

(ابوالمنیر نورالحق)

تحریک وصیت

میرے دادا میاں پیر محمد صاحب مرحوم پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ننگل خورد جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ ان کے حضرت مولوی صاحب سے دوستانہ تعلقات تھے 1946ء میں ہمارے گاؤں ننگل میں ایک نئی مسجد بنانے کی تجویز کی گئی۔ ایک روز میرے چچا

نے مولوی صاحب سے عرض کیا۔ کہ مسجد کی بنیاد رکھنی ہے۔ آپ تشریف لے چلیں۔ مولوی صاحب فوراً تیار ہو گئے۔ اور حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کو بھی ساتھ لے لیا۔ جب گاؤں پہنچے۔ تو تانگہ مسجد کے سامنے روک لیا گیا۔ اترتے ہی حضرت مولوی شیر علی صاحب نے سب سے پہلے مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اُس کے بعد اپنے ہاتھ سے کچھ کھجوریں تقسیم فرمائیں۔ اور پھر ہم ہر دو بزرگوں کو اپنے گھر لے آئے وہاں حضرت مولوی شیر علی صاحب نے میرے دادا صاحب سے فرمایا:۔

پیر صاحب مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ نے آج تک وصیت کیوں نہیں کی؟

میرے دادا صاحب نے کہا کہ بعض کمزوریوں کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکا۔ ویسے ارادہ تو کئی بار کیا ہے، اور اب بھی ارادہ ہے۔ اس پر حضرت مولوی شیر علی صاحب نے حضرت سید سرور شاہ صاحب سے دریافت کیا، کیا ان کی وصیت ہو سکتی ہے؟

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ کیوں نہیں یہ اس وقت بالکل ہوش میں ہیں۔ چنانچہ اسی وقت کاغذ اور قلم دوات منگوائی گئی اور ان کی وصیت ضبطِ تحریر میں لائی گئی۔ اس کے بعد حضرت مولوی شیر علی صاحب نے دعا فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹوں کو اس وصیت کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

ان کی واپسی پر میرے دادا صاحب نے کہا۔ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ حضرت مولوی صاحب فرطِ محبت سے بار بار اس بات کا ذکر کرتے کہ مجھے آپ کی وصیت کی بہت خوشی ہوئی ہے۔

قریباً چودہ روز کے بعد میرے دادا صاحب فوت ہوگئے اور انہیں بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں دفن کیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد آج تک جب کبھی دادا صاحب کی وفات یاد آتی ہے تو تمام گھر کے افراد یہی کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دادا صاحب کی وفات سے قبل دو فرشتے بھیجے تھے جو کہ دادا صاحب کو اُٹھا کر بہشتی مقبرہ میں لے گئے۔

(بشیر احمد ننگلی کراچی)

ایک خواب کی تعبیر

مجھ سے میری بھانجی صادقہ بنت ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل مبلغ افریقہ نے بیان کیا۔ کہ انہوں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب سے سُنا تھا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب نے خواب دیکھا کہ اُن کی ایک دیوار گر گئی ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت مولوی صاحب کے صاحبزادے مولوی عبدالرحیم کی بیوی فوت ہوگئی۔ تو اس خواب کی تعبیر سمجھ میں آئی۔

(ڈاکٹر غلام مصطفیٰ)

اتباعِ سنت

جن دنوں حضرت مولوی شیر علی صاحب میو ہسپتال میں شدید بیمار تھے۔ ایک دفعہ مجھے آپ کو کپڑے پہنانے کا شرف حاصل ہوا۔ قمیض پہناتے وقت میں نے غلطی سے بائیں بازو کو دایاں بازو سمجھتے ہوئے آپ کو پہنانا چاہا۔ جس پر حضرت مولوی صاحب نے فوراً مجھے فرمایا ڈاکٹر صاحب آپ تو صاحبِ مرتبہ ہیں میں پہلے دایاں بازو پہنا کرتا ہوں:

(ڈاکٹر غلام مصطفیٰ)

دلداری

1942ء کا واقعہ ہے جب کہ خاکسار ٹی۔آئی ہائی سکول قادیان میں ٹیچر تھا۔ ایک مرتبہ میں میعادی بخار سے شدید بیمار ہو گیا۔ اس طویل علالت کے باعث میری مالی حالت بھی کافی کمزور ہو گئی۔ چنانچہ میں نے اپنے بڑے بیٹے عزیز عبدالرحیم کو حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے بھیجا۔ عزیز مذکور نے واپس آ کر حضرت مولوی صاحب کی طرف سے ایک بند لفافہ مجھے لا کر دیا۔ کھولا تو اس میں دس روپے کا نوٹ تھا۔ نیز یہ ارشاد درج تھا کہ ''میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔ مبلغ دس روپے آپ کے خانگی اخراجات کیلئے ارسال ہیں۔ آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ مدد کرتا رہوں گا''۔ چنانچہ آپ دو سال

کے طویل عرصہ میں وقتاً فوقتاً میری مالی امداد فرماتے رہے۔

(ماسٹر مولا داد پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ شہزادہ)

قیمتی نصائح

ابا جی مجھے بچپن میں صحیح بخاری پڑھایا کرتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ عمل کرنے کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ یہ بات اکثر فرماتے کہ اگر تمہارا کسی سے جھگڑا ہو جائے اور تم سمجھو کہ تم حق پر ہو اور دوسرا تم پر زیادتی کر رہا ہے۔ تو اپنی صفائی کرنے کی کوشش کبھی نہ کرو۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے کہو کہ ''اے خدا میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا ہے تو خود ہی اس کا فیصلہ کر'' وہ خود ہی تمہاری صفائی کردے گا۔ میں نے اپنی زندگی میں اس نصیحت کو بے حد مفید پایا۔

(خدیجہ بیگم زینب)

دوسروں کے آرام کا خیال

ایک دفعہ ڈلہوزی میں حضرت مولوی صاحبؓ کے کمرہ میں کچھ دن رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس موقعہ پر بارش کافی ہوئی اور ٹھنڈی ہواؤں کے چلنے کی وجہ سے سردی بہت بڑھ گئی۔ بند کمرہ کے اندر لحاف میں بھی کافی سردی لگتی تھی۔ جب میں سونے کے لئے بستر پر لیٹا تو حضرت مولوی صاحب نے اپنا کمبل میرے لحاف کے اوپر ڈال دیا۔ ''سردی بہت ہے اوپر رہنے دو''۔ لیکن میں نے

محسوس کیا۔ کہ اس وقت اس کمبل کی مجھ سے زیادہ حضرت مولوی صاحب کو
ضرورت ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ اسے آپ استعمال فرما دیں۔ لیکن حضرت
مولوی صاحب کسی طرح بھی نہ مانے۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب بھی سو
گئے۔ اور کمبل میرے اوپر رہا۔ کچھ دیر کے بعد جب میں نے محسوس کیا کہ
حضرت مولوی صاحب سو چکے ہیں۔ تو میں نے آرام سے وہ کمبل اُن پر ڈال
دیا۔ اور خود سو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو میری آنکھ کھلی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ
وہی کمبل پھر میرے اوپر ہے۔ کچھ دیر بیدار رہ کر پھر میں نے بسہولت وہ کمبل
حضرت مولوی صاحب پر ڈال دیا۔ لیکن پھر جب آنک کھلی تو وہ کمبل میرے
اوپر تھا۔ اسی طرح تمام رات ہوتا رہا۔'' تا آنکہ صبح کی اذان نے ہم دونوں کو
بیدار کر دیا اور آخری بار وہ کمبل پھر میرے اوپر تھا''۔

(عبدالمنان عمر ایم۔اے)

نصرت الٰہی

ایک دفعہ موسمی تعطیلات میں ابا جی اپنی پھوپھی سے ملنے اپنے گاؤں
جا رہے تھے۔ میں چونکہ بالکل چھوٹی تھی۔ اس لئے میرے لئے دودھ کی
ضرورت تھی۔

مجھے ابا جی نے بتایا کہ میں اور تمہاری والدہ راستہ میں یہ کہتے ہوئے
جا رہے تھے۔ کہ تمہاری بچی ہے۔ تم اس کے لئے دودھ مانگنا چونکہ وہاں بہت

رات گئے پہنچنا تھا۔ اس لئے ان لوگوں کی تکلیف کے خیال سے ہم میں سے
کوئی بھی دودھ مانگنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اتنے میں پھلرواں اسٹیشن آ گیا۔
جو نیا نیا تعمیر ہونے کی وجہ سے بالکل ویران تھا۔ یہاں سے گاؤں قریباً تین میل
کے فاصلہ پر تھا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی۔ کہ ایک آدمی بھینس لئے
ہمارے پاس سے گذرا۔ اور آواز دی کہ کسی کو بھینس کا دودھ چاہیے اور میں نے
دودھ خرید لیا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے غیب سے ہماری نصرت فرمائی۔ اور جنگل
میں ہمارے لئے دودھ کا انتظام کر دیا۔

(خدیجہ بیگم زینب)

مہمان نوازی

حضرت مولوی شیر علی صاحب جماعت احمدیہ ''ادرحمہ'' پر ابتداء ہی
سے بہت مہربان تھے۔ ایک ایک فرد کو اپنا رشتہ دار سمجھتے اور عجیب در عجیب طریق
سے اپنی شفقت و مہربانی کا اظہار فرماتے تھے۔ جماعت ''ادرحمہ'' کو بھی اس
امتیازی سلوک پر ناز تھا اور اسے اپنی خوش بختی تصور کرتی تھی کہ اسے حضرت
مولوی صاحب جیسی بزرگ ہستی کی سرپرستی اور نگرانی حاصل ہے۔ آپ گو
شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی قادیان آ کر آباد ہو گئے تھے۔ لیکن کبھی کبھی جب اپنے
وطن ''ادرحمہ'' تشریف لاتے۔ تو ہر ایک سے مل کر اس کی خیریت دریافت
فرماتے۔ اور ہر ممکن امداد بہم پہنچاتے۔ ہر شخص خیال کرتا تھا کہ آپ کو میرے

[...] ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہر سال جماعت ''ادرحمہ'' کے
[...] اپنے مکان میں ٹھہراتے جاڑے کے موسم میں ساٹھ ستر افراد کے
[...] برداشت کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ لیکن اپنے رواج کے مطابق نہایت
خندہ پیشانی سے سالہا سال تک اس بار کو اٹھاتے رہے۔ علاوہ ازیں کھانے
[...] جو حسب معمول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر سے آتا
[...] آپ صبح کے وقت سب کو لسی وغیرہ سے ناشتہ کراتے۔ اور ہماری چھوٹی سے
[...] ضروریات دریافت فرمانے کے لئے بار بار تشریف لاتے۔ اگر کوئی بیمار
ہوجاتا۔ تو آپ خود اس کو نور ہسپتال لے جاتے۔ اور ڈاکٹر صاحب سے اپنی
موجودگی میں اس کے لئے نسخہ تجویز کراتے۔ اگر فرصت نہ ہوتی۔ تو ڈاکٹر
صاحب کے نام خاص توجہ کے لئے رقعہ لکھ دیتے اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے
بعد خیریت دریافت فرماتے رہتے پرہیزی کھانا اور دودھ وغیرہ کا بھی گھر سے
[...] مہیا کر دیا جاتا تھا۔ الغرض آپ اپنی طرف سے مہمان نوازی میں کوئی کسر
نہ رکھتے تھے۔

(محمد حیات ادرحمہ)

عید پر ضیافت

ایک مرتبہ حُسن اتفاق سے جلسہ سالانہ کے ساتھ عید الفطر کی تقریب
آگئی۔ ''ادرحمہ'' کی جماعت حسب دستور اس سال بھی حضرت مولوی

صاحب کے مکان پر ہی مقیم تھی۔ ایک بزرگ نے مجھے بتایا کہ حضرت مولوی صاحب نے عید کے روز ہم سے دریافت فرمایا۔ کہ کیا تم میں سے کوئی شخص حلوا تیار کر سکتا ہے۔ ہم لوگ دیہاتی تھے۔ اس لئے سب خاموش رہے۔ کہ مولوی صاحب کی پسند کے مطابق ہم کہاں حلوا تیار کر سکیں گے۔ لیکن دراصل آپ عید کی خوشی میں ہماری ہی ضیافت کا اہتمام فرمار ہے تھے۔ چنانچہ آپ نے بازار سے حلوائی کو بلایا۔ اور ساٹھ ستر افراد کے لئے اتنی مقدار میں حلوا تیار کرایا۔ کہ ہم لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اور اس مبارک تہوار کے موقع پر آپ نے محسوس تک نہ ہونے دیا۔ کہ ہم یہ عید پردیس میں کر رہے ہیں۔

اسی طرح ایک اور جلسہ کے موقع پر ہمارے گاؤں کے ایک اور دوست علی محمد صاحب موچی آپ کو بازار میں ملے۔ آپ نے فرمایا۔ کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ گلا کچھ خراب ہے۔ بازار چائے پینے جا رہا ہوں۔ باوجود اس بات کے کہ ہم دیہاتی چائے وغیرہ کے عادی نہیں ہوتے حضرت مولوی صاحب اُس کو اپنے ساتھ گھر واپس لائے اور چائے کا ایک بڑا مٹکہ تیار کروا کر تمام مہمانوں کے لئے بھجوا دیا۔

(محمد حیات ادرحمہ)

خلافت جوبلی پر جماعت ''ادرحمہ'' کی قیادت

1939ء میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ

ندس سرہ العزیز کی خلافت جوبلی کے موقعہ پر جب تمام جماعتیں اپنا اپنا جھنڈا
لے کر خدائے قدوس کی حمد وثنا کے ترانے گاتی ہوئی اجتماعی صورت میں جلسہ گاہ
کی طرف روانہ ہونے لگیں۔تو ''ادرحمہ'' کی جماعت نے آپ کی خدمت میں
حاضر ہوکر درخواست کی کہ آپ اس تاریخی موقعہ پر جماعت کی قیادت
فرمائیں۔اس لئے کہ ''ادرحمہ'' آپ کا وطن ہے۔اور وہاں کی جماعت کا آپ
پر حق ہے۔حضرت مولوی صاحب یہ سن کر مُسکرائے اور ازراہ دلداری ہماری
التماس کو قبول فرمایا جماعت ''ادرحمہ'' خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی۔حضرت
مولوی صاحب ہاتھ میں جھنڈا لے کر جماعت کی رہنمائی فرمارہے تھے۔اور
پیچھے پیچھے افرادِ جماعت مسّرت کے گیت گاتے چلے آرہے تھے تمام لوگوں کی
نگاہیں اس وقت جماعت ''ادرحمہ'' کی طرف اُٹھ رہی تھیں۔کہ یہ کون سی
جماعت ہے جس کی قیادت حضرت مولوی صاحب فرمارہے ہیں۔چنانچہ اس
وقت آپ کی بدولت ہماری جماعت کا کافی چرچا ہوا۔جلسہ گاہ میں پہنچ کر بھی
آپ ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔اور خلافت جوبلی کا تاریخی جلسہ اپنی
جماعت کے درمیان بیٹھ کر سُنا۔اس امتیازی سلوک کا جماعت ''ادرحمہ'' کے دل
پر آج بھی بہت گہرا اثر ہے۔اورانشاءاللہ تعالیٰ ہمیشہ رہیگا۔

(محمد حیات ''ادرحمہ'')

حُسنِ سلوک

1940ء تک ہر سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ جماعت ''ادرحمہ'' کی درخواست پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کے لئے ضلع سرگودہا کی جانب سے علیحدہ انتظام فرماتے اور خود بھی ہمارے ساتھ شامل ہوتے۔

میں نے بزرگوں سے سنا ہے۔ کہ جب قادیان میں ابھی ریل نہیں آئی تھی۔ تو آپ جلسہ سالانہ کے بعد جماعت ''ادرحمہ'' کو رخصت کرنے کے لئے بٹالہ والی سڑک پر پیدل تشریف لے جاتے۔ اور دعا کے ساتھ انہیں رخصت فرماتے۔

یہ تو میں نے بھی بارہا دیکھا ہے کہ جلسہ کے بعد جب ''ادرحمہ'' کی جماعت گھر واپس جاتی۔ تو آپ باوجود شدید سردی کے صبح کی گاڑی پر جماعت کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لاتے اور بہت سے غریب افراد کو اپنے پاس سے ٹکٹ خرید کر دیتے۔ الغرض آپ کا مبارک وجود بالخصوص جماعت ''ادرحمہ'' کے لئے ایک رحمت کا سایہ تھا۔ جس کے نیچے جماعت کو دینی اور دنیوی اعتبار سے بہت ترقی نصیب ہوئی۔

اکثر ''ادرحمہ'' کے غریب لوگوں کو بلا کر اپنے پاس رکھتے اور مریضوں کو بھی بغرض علاج قادیان بلا لیتے۔ برادرم محمد دین صاحب نے مجھے بتایا۔ کہ

یک دفعہ ان کا بھائی احمد دین سخت بیمار ہو گیا۔ علاج کے لئے اُسے قادیان حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں بھجوایا گیا۔ وہ چونکہ بچہ تھا۔ اکیلا چند روز میں گھبرا گیا۔ علاج مکمل ہونے سے قبل ہی ایک دن موقعہ پا کر وہاں سے چل پڑا۔ حضرت مولوی صاحب کو معلوم ہوا۔ تو آپ فوراً اس کے پیچھے پیدل روانہ ہو گئے۔ اس نے جب دیکھا تو سڑک کے قریب ایک نالہ کے نیچے چھپ گیا۔ لیکن آپ نے اس کو پل کے نیچے ڈھونڈ نکالا۔ اور کمال ہمدردی اور محبت سے اُسے دلاسہ دیا اور سمجھا بجھا کر اسے واپس اپنے گھر لے گئے اور بعد میں صحت یاب ہونے پر واپس ادرحمہ بھیج دیا۔

(محمد حیات ادرحمہ)

مکھن میں برکت

جب ابا جی نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ اور تفسیر کا کام شروع کیا۔ تو اکثر لاہور تشریف لایا کرتے تھے۔ ان دنوں آپ کی صحت اچھی تھی۔ اور کافی دودھ پی لیا کرتے تھے۔ آپ کی عدم موجودگی میں ہماری اماں جی نے خاص طور پر اس بات کو نوٹ کیا۔ کہ آپ کے دودھ نہ پینے کے باوجود مکھن میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ بلکہ اتنا ہی نکلتا ہے۔ جتنا آپ کے دودھ پی لینے کے عرصہ میں۔ چنانچہ اماں جی نے ایک دن مجھے کہا کہ خدیجہ دیکھو تمہارے ابا

کی برکت خواہ وہ کتنا ہی دودھ پی لیں۔ مکھن میں کمی نہیں آتی۔

(خدیجہ بیگم زینب)

طریق تبلیغ

موضع بھلوال کے ایک غیر احمدی مولوی تھے۔ حضرت مولوی صاحب وقتاً فوقتاً ان کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب ارسال فرماتے رہتے تھے۔ اور جب جلسہ سالانہ قریب آ گیا۔ تو حضرت مولوی صاحب نے ان کو قادیان آنے جانے کے لئے دونوں طرف کا کرایہ بھیج دیا۔ چنانچہ وہ مولوی صاحب جلسہ سالانہ پر تشریف لے گئے۔ جب ہم جلسہ کے اختتام پر واپس ہونے لگے تو مولوی صاحب بھی ہمارے ساتھ واپس ہونے کو تیار ہو گئے۔ جس پر حضرت مولوی صاحب نے ان کو فرمایا کہ آپ اور ٹھہریں۔

(میاں خدا بخش اور حمہ)

جذبہ تبلیغ

اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کی خدمت میں تبلیغی خط لکھنے کا مجھے بھی شوق ہے۔ ایک دفعہ میں اپنے ایک غیر احمدی رشتہ دار کو قادیان مسجد مبارک میں بیٹھ کر خط لکھ رہا تھا۔ اسی اثناء میں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ساتھ والے حجرے سے باہر تشریف لائے دریافت فرمانے پر میں نے اُن کی خدمت میں

کیفیت حال عرض کی۔ جس پر مجھے فرمانے لگے۔ کہ میرا بھی اس میں تبلیغی حصہ
شامل کرلو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ بھی شریک ہو جائیں۔ پھر حضرت مولوی
صاحب نے نہایت سادگی سے مجھ سے دریافت فرمایا۔ کہ میں کس طرح شریک
ہو سکتا ہوں۔ میں نے عرض کیا میں اس بارہ میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ آپ
بفضلِ خدا ہر لحاظ سے ان امور کو بہتر سمجھتے ہیں۔ پھر خود ہی فرمانے لگے۔ جب
آپ وطن جانے لگیں۔ تو مجھے اطلاع دیں۔ میں آپ کو کتاب ''نشان آسمانی اور
تبلیغ ہدایت خرید دوں گا۔ آپ میری طرف سے اپنے رشتہ دار کو دے دیں۔

چنانچہ ایک دن صبح کے وقت میں نے حضرت مولوی صاحب کی
خدمت میں عرض کیا۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ آج میں تین بجے والی گاڑی سے روانہ
ہو جاؤں گا۔ اور روانگی سے پہلے میں آپ سے مذکورہ بالا دونوں کتابیں وصول
کرلوں گا۔ حضرت مولوی صاحب نے اسی وقت مجھے مکرم محمد یامین صاحب اور
بک ڈپو کی طرف رقعہ دے کر بھیجا۔ مگر اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت وہ دونوں
دکانیں بند تھیں۔ اس کے بعد میں محلہ دار الفضل اخویم سردار کرمداد خان
صاحب کے مکان پر چلا گیا۔ لیکن تیاری نہ ہو سکنے کی وجہ سے مجھے اس دن سفر کا
ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ حضرت مولوی صاحب کو اس بات کا علم نہ تھا۔ اس لئے
حضرت مولوی صاحب نے گاڑی کے ٹائم سے کچھ پہلے اخویم سردار صاحب
موصوف کے دروازہ پر آکر دستک دی۔ میں نے دروازہ کے قریب پہنچ کر اندر سے

ہی دریافت کیا۔ کہ آپ کون ہیں؟ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا ''شیر علی'' میں اس وقت بہت ہی شرمندہ ہوا۔ اور باہر آ کر نہ جاسکنے کی وجہ بتائی۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں اسٹیشن سے آپ کو تلاش کرتا آ رہا ہوں۔

(عبدالمجید منیب)

طریقہ تبلیغ

حضرت مولوی صاحبؓ نے ایک دفعہ مجھے نصیحت فرمائی کہ جب بھی کوئی مصیبت میں مبتلاء دیکھو۔ تو اس کی حتی المقدور مدد کرو اور پوری پوری غمخواری کرو۔ اس کے بعد تبلیغ کیا کرو۔ پھر آپ نے مثال دے کر سمجھایا۔ کہ اس وقت ان کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے لوہا آگ میں سُرخ ہوتا ہے۔ تو اس وقت لوہار اپنی ضربات سے اپنی مرضی کے مطابق چیز بنا سکتا ہے اور لوہار کی ضربات موثر ہوتی ہیں۔

(عبدالمجید منیب)

اتباعِ سُنت

مسجد نور میں غالباً عصر کی نماز کے بعد ایک دوست باہر جانے کے لئے اپنے جوتے پہن کر دو چار قدم ہی چلے تھے۔ کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے ان کو واپس بلایا اور نہایت نرمی سے فرمایا:۔

''سنت نبوی ﷺ یہ ہے کہ مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں مسجد سے باہر نکالا جائے اور پھر دایاں۔ آپ نے اس کے برعکس کیا تھا''۔

(چوہدری غلام رسول بی اے۔ بی ٹی)

دعا کی تلقین

میرے خلاف کسی شکایت کی بناء پر تحقیق ہو رہی تھی ایک روز راستہ میں مجھے حضرت مولوی صاحب ملے اور آپ نے فرمایا کہ قصور ہو یا نہ ہو۔ بہر صورت ایسے حالات میں استغفار اور آنت لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کا ورود جاری رکھیں۔

ورد

(ظہور الدین اکمل)

روحانیت کا اثر

جب حضرت مولوی صاحب قادیان سے ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ تو میں بھی ہمرکاب تھا۔ پٹھان کوٹ سے ڈلہوزی تک کا سفر موٹر کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور راستہ میں دونیرہ کے مقام پر دونوں طرف کی موٹریں کراس کرتی ہیں۔ اور نصف گھنٹہ کے قریب ٹھہرتی ہیں۔ جب بس چلنے لگی۔ اس وقت حضرت مولوی صاحب پیشاب کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ڈرائیور نے ہارن بجوایا۔ ایک صاحب جو ذرا جلد باز تھے۔ انہوں نے اونچی آواز سے مولوی

صاحب کو آواز دی کہ ''باباجی جلدی آؤ۔ بہت دیر لگا دی ہے''۔ اس کا لب ولہجہ کچھ غیر مناسب تھا۔

حضرت مولوی صاحب کی جگہ ڈرائیور کے قریب ہی تھی وہ پٹھان کوٹ سے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ کہ آپ برابر ذکر الٰہی (تسبیح وتحمید) میں مصروف ہیں اس جگہ جب ایک مسافر نے نامناسب لہجہ میں آپ کو بلایا۔ تو ڈرائیور نے اسے فوراً ٹوکتے ہوئے کہا کہ ''ذرا ادب سے بات کریں یہ تو کوئی اللہ کے بزرگ ہیں۔ پہاڑی سفر ہے ان کی بے ادبی کر کے کہیں موٹر کو پھنسانہ دینا''۔ میرے دل پر اس واقعہ کا نہایت گہرا اثر ہوا۔ کہ نیکی اور روحانیت کا بھی کتنا عظیم الشان اثر ہوتا ہے۔ اور اس کی شعاعیں کس طرح ارد گرد کے لوگوں میں سرایت کر جاتی ہیں۔

(ملک محمد عبداللہ)

نقصان کی تلافی

ایک مرتبہ قادیان کے قدیمی باشندے غلام محمد صاحب راجپوت کے بھائی سے ہم نے بھینسوں کے لئے چارہ خریدا۔ لیکن اس نے خلاف وعدہ چارہ کے کھیت کا اچھا حصہ زیادہ قیمت کے لالچ میں آ کر کسی دوسرے گاہک کے پاس فروخت کر دیا۔ مجھے جب اس کا علم ہوا۔ تو اسی نسبت سے میں نے اس کی قیمت اپنے حصہ سے مجرا کر کے اس کو ادا کر دی۔ جب اس نے بقیہ رقم کا مطالبہ کیا تو

ں نے وجہ بتلا دی۔ وہ خاموش ہو کر چلا گیا۔

کچھ دن گذرنے پر جب میں نے ملازم کے پاس اس کا ذکر کیا تو اس

نے مجھے بتلایا۔ کہ اس نے اسی روز مولوی صاحب کے پاس جا کر تمام ماجرا کہہ

سنایا تھا۔ اور بقیہ رقم کا مطالبہ بھی کیا تھا۔

چنانچہ مولوی صاحب نے رقم اپنے پاس سے ادا کر کے اُسے ہدایت

ی تھی۔ کہ اس کا ذکر عبدالرحیم سے نہ کرنا تا کہ وہ ناجائز رقم کی ادائیگی کا

عتراض مجھ پر نہ کرے۔ جب مجھے اس کا علم ہوا۔ تو فوراً اباجی کے پاس جا کر

یں نے اس کی ناجائز رقم کی وصولی کا واقعہ بیان کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا

کہ آپ کم از کم مجھ سے تو دریافت فرما لیتے اس پر آپ نے فرمایا:۔

جب ایسے لوگ تنازع کریں تو ان سے تنازع کرنا مناسب نہیں

ہوتا۔ بلکہ اپنے پاس سے کچھ دے کر بھی اگر انسان بچ سکے تو اس سے دریغ نہیں

کرنا چاہیے۔ اس نقصان کی تلافی اللہ تعالیٰ کسی اور رنگ میں کر سکتا ہے۔ کیوں

کہ وہ خوب جانتا ہے۔ کہ میرے بندے نے ایک بری بات سے بچنے کے لئے

یہ نقصان برداشت کیا ہے۔ اب میں کسی اور رنگ میں اس کی تلافی کر دوں۔

اس واقعہ کا میرے دل پر اب تک گہرا اثر ہے۔

(عبدالرحیم)

غریب پروری

طالب علمی کے زمانہ میں جب میں ابھی بچہ ہی تھا۔ میرے سپرد آپ
عصر کے وقت دفتر میں دودھ پہنچانے کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔

بسا اوقات ایسا اتفاق بھی ہوتا۔ کہ جب آپ مجھے نہ ملتے۔ تو میں یہ
ڈیوٹی کسی دوسرے کے سپرد کر کے خود کھیل میں شامل ہونے کے لئے دوڑ آتا۔
آپ کا اکثر یہ معمول تھا۔ کہ دودھ پلانے والا اگر کوئی غریب یا محتاج ہوتا۔ تو
آپ نصف یا کبھی سارا دودھ ہی اسے پلا دیتے میں نے اس کا کئی بار مشاہدہ کیا
ہے۔ کہ کسی غریب کی مدد کر کے آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھتا۔ اور آپ کو ایسا
محسوس ہوتا تھا کہ جیسے آپ کو بہت بڑا خزانہ مل گیا ہے۔

(عبدالرحیم)

احترام آدمیت

ایک مرتبہ حکیم غلام حسن صاحب مرحوم لائبریرین نے مجھے بتلایا کہ
میں حضرت مولوی صاحب کو تنخواہ دے کر آ گیا۔ نماز کو وقت قریب تھا۔ آپ
نے وہ روپے میز پوش کے نیچے رکھ دیئے۔ اور خود جلدی سے وضو کر کے نماز
پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ نے آ کر دیکھا۔ تو تمام رقم
غائب تھی۔ آپ کو ادھر اُدھر کاغذات میں کچھ تلاش کرتے ہوئے میں نے جب

بیان کیا۔ تو آپ نے رقم کے ضائع ہونے کا ذکر کیا۔ میں نے چپڑاسی پر شبہ کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا۔ ہم نے آنکھوں سے تو نہیں دیکھا۔ اب بدظنی کرنا مناسب نہیں اور ساتھ ہی مجھے تاکید کر دی کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کریں۔

اس تمام واقعہ کو بیان کر کے حکیم صاحب نے مجھے تاکید کی کہ اگر تم نے میرے واقعہ بتانے کا ذکر حضرت مولوی صاحب سے کیا۔ تو پھر آئندہ میں کوئی راز کی بات تم کو نہیں بتایا کروں گا۔

(عبدالرحیم)

روحانی تاثر

ایک احمدی انگریز نے ہمارے ایک مبلغ سے لندن میں کہا۔ کہ آپ جس روحانی اثر کا ذکر کرتے ہیں وہ یوں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر ہاں جب میں حضرت مولوی صاحب کے پاس بیٹھتا ہوں تو مجھے کچھ محسوس ضرور ہوتا ہے۔ جیسے کوئی غیر مرئی چیز خود بخود جسم میں سرایت کر رہی ہے۔ آپ کو کچھ فاصلہ سے آتا دیکھ کر ہی دل و دماغ پر یہ اثر چھا جاتا تھا۔ کہ کوئی نیک آدمی آرہا ہے۔ اور آپ کے ساتھ رہنے والوں میں خود بخود نیکی پیدا ہوتی اور بڑھتی جاتی ہے۔

(عبدالمغنی خان)

غیر مشروط خدمت

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے طفیل مجھے بھی سلسلہ کی خدمت کی توفیق دے۔ لیکن ہماری خدمات مرکز میں ہی رہیں۔ باہر جانے کی ضرورت نہ پڑے۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے جھڑک کر فرمایا۔ ایسا مت کہو۔ خدمت کے لئے جہاں بھی جانا پڑے جانا چاہیے۔ وہ مرکز میں ہی رہنا ہوتا ہے۔ آپ اس وقت ابھی قادیان سے باہر نہیں گئے تھے۔

(عبدالمغنی خان)

اعجاز دعا

میرے خسر جناب شیخ رحمت اللہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ ہمارے گھر میں تمام خاندان کے افراد شدید خارش میں مبتلا ہو گئے ہر ممکن علاج کیا۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ دن بدن مرض بڑھتا ہی گیا۔ خارش کی وجہ سے سخت تکلیف تھی۔ یہ بیماری متواتر چار پانچ ماہ سے چلی آتی تھی۔ ہر قسم کی ادویہ استعمال کرنے کے باوجود جب آرام نہ آیا تو میں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی خدمت میں دعا کی درخواست کی آپ ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمارے دالان کی دہلیز میں کھڑے ہو کر لمبی دعا فرمائی۔

میرے خسر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک چڑیل جس کے بال کھلے ہوئے ہیں دانت لمبے لمبے ہیں۔ شکل نہایت ڈراؤنی اور بھیانک ہے ہمارے گھر کے اندر بے تابی سے چکر لگا رہی ہے۔ اور وہ باہر نکلنے کے لئے بے قرار ہے لیکن اسے راستہ نہیں مل رہا۔ اسی تگ و دَو میں اچانک اسے دروازہ میں راستہ نظر آیا تو فوراً باہر نکل گئی۔

اس کے بعد صبح میں نے دیکھا کہ گھر کے تمام افراد میں بیماری کی شدت کم ہوگئی۔ اور رفتہ رفتہ تمام افراد کنبہ ایسے صحت یاب ہوئے جیسے کبھی خارش کی تکلیف ہی نہ تھی۔ یہ معجزانہ اثر تھا۔ اس دعا کا جو حضرت مولوی صاحب نے فرمائی تھی۔

(حکیم محمد اسمٰعیل صاحب)

روحانی بصیرت

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان میں ابتداء مرافعہ ثانیہ کی سماعت خود فرماتے تھے۔ لیکن بعد میں حضور نے ایک بورڈ مقرر فرمایا۔ جس کی صدارت حضور کے ارشاد کے ماتحت حضرت مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے۔ بورڈ کی تشکیل ایک عالم، ایک وکیل اور ایک واقف زندگی سے کی جاتی جس بورڈ میں عموماً مجھے شرکت کا موقعہ ملتا وہ حضرت مولوی شیر علی صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ پر مشتمل ہوتا۔

حضرت مولوی صاحب اگر چہ کم گو تھے۔لیکن جیسا کہ محترمی شیخ صاحب نے ان دنوں کئی بار فرمایا کہ ہمیں حضرت مولوی صاحب جیسے متقی اور باخدا انسان کی شرکت سے بڑا اطمینان اور خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ رہتا ہے۔کہ وہ ہمیں اپنے فضل سے غلطی سے محفوظ رکھے گا۔آپ ہر قدم پر ہماری راہ نمائی فرماتے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔کہ ایک مقدمہ کی ہم سماعت کر چکے تھے۔اور مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے فیصلہ لکھ کر حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں دستخط کے لئے پیش بھی کر دیا تھا۔لیکن آپ نے دستخط کرنے سے قبل مجھے پڑھنے کے لئے دیا۔میں نے جب پڑھنا شروع کیا۔''تو آپ نے فرمایا۔جلدی کی ضرورت نہیں اس مسل کو ساتھ لے جائیں اور اس پر غور کریں۔

چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد کی اور گہرے غور وخوض کے بعد آئندہ اجلاس پر اس مقدمہ کے فیصلہ کے بارہ میں ایک تجویز پیش کی جو مکرم شیخ صاحب کے فیصلہ سے مختلف تھی۔مکرم شیخ صاحب کی قانونی قابلیت اور آپ کی ذہانت اس وقت بھی مسلم تھی اور ہمیں آپ کا پورا احترام تھا۔لیکن ان تمام امور کے باوصف حضرت مولوی صاحب نے بلا تامل میرے ساتھ اتفاق فرمایا۔مکرم شیخ صاحب نے بھی اس کی تائید فرمائی۔اور فیصلہ لکھ دیا گیا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مولوی صاحب کس طرح پیش آمدہ

امور پرغور وفکر فرماتے۔اور صرف اسی صورت میں اتفاق فرماتے۔جب آپ کو انشراح صدر ہوتا۔آپ تمام اجلاس میں خاموش بیٹھے ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔آپ اپنی روحانی بصیرت اور فراست کے باعث بورڈ میں مشعلِ ہدایت تھے۔

(مشتاق احمد باجوہ)

نظر ثانی

ایک دن بورڈ کے اجلاس کے لئے خاکسار حضرت مولوی صاحبؓ کے ساتھ مسجد مبارک کے پرانے حصہ میں بیٹھا تھا۔ابھی کاروائی شروع نہیں ہوئی تھی۔کہ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔حضرت خلیفۃ المسیح اول نے ایک دفعہ یہاں بیٹھے ہوئے فرمایا تھا۔مسلمانوں نے غلطی کی۔کہ انہوں نے اپنے سے قبل تشکیل شدہ قوانین سے فائدہ نہ اٹھایا۔حضرت خلیفۃ المسیح اول نے دوبارہ اس امر کو دُہرا کر فرمایا۔میں تمہارے فائدہ کے لئے کہتا ہوں۔

یہ واقعہ سُنا کر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔اگر ہم حضرت خلیفۃ المسیح اول کے ارشاد کے مطابق موجودہ قوانین پر نظر ثانی کر کے اُن سے غیر اسلامی عنصر نکال کر ان کو اپنی ضروریات کے مطابق ڈھال لیں تو ہمارا کام بہت سہل ہو جاتا ہے۔

(مشتاق احمد باجوہ)

پاسِ خاطر

بورڈ کے اجلاس عموماً مسجد مبارک میں ہوا کرتے تھے۔ مگر بعد میں
جب ماسٹر غلام محمد صاحب گجراتی ٹیلر ماسٹر کی دکان کے اوپر بالا خانہ بن گیا تو
اجلاس وہاں ہونے لگے۔ ایک اتوار کو اجلاس کا دن مقرر تھا۔ لیکن میں نے پاؤں کی
چوٹ کے باعث رخصت پر تھا۔ حضرت مولوی صاحب نے یہ پسند نہ فرمایا کہ
اس دن کے مقدمات کی سماعت ملتوی فرمادیں اور اس طرح فریقین کو تکلیف
ہو۔ اور نہ ہی یہ پسند فرمایا۔ کہ جن مقدمات کی سماعت میں میں پہلے شریک تھا۔
میری جگہ کسی اور کو نامزد فرمادیں۔

آپ نے مجھے شریک کرنے کے لئے مکرم شیخ بشیر احمد صاحب کے
مشورہ کے ساتھ یہ فیصلہ فرمایا۔ کہ سماعت میرے گھر "حسن منزل" واقع
دارالفضل میں ہو۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب مکرم شیخ صاحب اور فریقین
وہاں تشریف لے آئے۔ اور بندہ کو شرکت کا اعزاز بخشتے ہوئے مقدمات کی
سماعت فرمائی۔

(مشتاق احمد باجوہ)

فرشتہ

حضرت مولوی صاحب ترجمۃ القرآن کے سلسلہ میں کچھ عرصہ لندن

ب واپس تشریف لائے اور 1945ء میں مجھے حضور کے ارشاد کے
بی وہاں جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ تو میرے دل میں خیال آیا کہ
مغرب کی زندگی تو تکلفات اور خاص خاص آداب سے پر ہے اور حضرت مولوی
ب سادگی اور انکساری کا مجسمہ تھے۔
میں حضرت مولوی صاحب کے متعلق انگریزوں کے تاثرات کو معلوم
روں۔ چنانچہ ایک پرانے احمدی انگریز دوست مسٹر بلال نٹل کا جواب مجھے
ب تک یاد ہے۔ انہوں نے کہا (He was an Angel) یعنی وہ ایک
فرشتہ تھے۔

(مشتاق احمد باجوہ)

تقویٰ

حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے 1945ء میں خاکسار کو انگلستان
بھجوایا اور 1946ء میں اہلیہ ام میرے چھوٹے بھائی چوہدری عزیز اللہ
صاحب کے ہمراہ انگلستان جانے کے لئے تیار ہوئیں۔ تو اہلیہ نے بتایا کہ وہ
حضرت مولوی صاحب کے گھر گئیں۔ آپ نے فرمایا کہ مسجد لنڈن سے میرے
غلطی سے ایک تولیہ آ گیا تھا جو محفوظ پڑا ہے وہ آپ ہمراہ لیتی جائیں آپ
طرح تقویٰ کی باریک راہوں کا خیال رکھتے تھے۔ کہ ایک تولیہ کئی سال
سنبھالے رکھا اور موقعہ ملنے پر بھجوا دیا۔ (مشتاق احمد باجوہ)

احساس برتری

میری اہلیہ نے بتایا۔ کہ اس موقع پر حضرت مولوی صاحب نے ایک
خاص نصیحت بھی فرمائی۔ کہ کبھی کسی چار پائی کی پائنتی کی طرف نہ بیٹھو۔ بلکہ ہمیشہ
سرہانے کی طرف بیٹھو۔ یہ نصیحت بڑی پُر حکمت تھی۔ اہلیہ اس ملک میں جاری
تھیں۔ جہاں کے رہنے والے ہمارے ملک کے حاکم تھے آپ نے اس خیال
سے کہ احساسِ کمتری پیدا نہ ہو ایک برتری کا جذبہ پیدا کر دیا تا وہ کسی موقعہ پر ان
کے معاشرہ میں ادنیٰ مقام پر راضی نہ ہوں۔ بلکہ بلند مقام کو اپنا حق سمجھیں۔ اور
اُسے حاصل کریں۔

(مشتاق احمد باجوہ)

انگریز ایڈیٹر

حضرت خلیفۃ المسیح اول کے زمانہ کا ذکر ہے جب حضرت مولوی
صاحب ریویو آف ریلیجنز کی ادارت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ایک مرتبہ دو
انگریز افسر قادیان آئے۔ جب وہ نواب صاحب کی کوٹھی کے شمالی جانب سے
گذرے۔ تو قریب ہی حضرت مولوی صاحب اپنی بھینس چرا رہے تھے۔ آپ
کا گریبان کھلا ہوا تھا۔ اور نہایت سادہ لباس میں ملبوس تھے۔ ان انگریز افسروں
میں سے ایک نے حضرت مولوی صاحب سے پوچھا کہ ہمیں ریویو آف ریلیجنز

ے ایڈیٹر سے ملنا ہے۔ وہ کس جگہ ملیں گے تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔
ہے میں آپ کو ان کے مکان پر لے چلتا ہوں۔ اور اپنے ہمراہ لا کر اپنی بیٹھک
یں بٹھا کر فرمایا۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں انہیں بلاتا ہوں۔

حضرت مولوی صاحب کا مقصد یہ تھا۔ کہ چائے وغیرہ تیار کریں
باتوں باتوں میں تعارف بھی ہو جائے گا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ہمیں اُن کے
گھر پر ہی لے چلیں راستہ میں مل لیں گے۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے
فرمایا۔ ''ریویو کا ایڈیٹر تو میں ہی ہوں''۔

وہ دونوں افسر یہ سن کر بے حد حیران ہوئے اور بے ساختہ اُن کے منہ
سے نکلا۔ کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ اس رسالہ کا ایڈیٹر کوئی انگریز ہوگا۔

(ڈاکٹر محمد عبداللہ قلعہ صوبا سنگھ)

امامت پر اصرار

ایک دفعہ مجھے مسجد مبارک میں باجماعت نماز نہ مل سکی۔ حضرت مولوی
صاحب نے مجھے سیڑھیوں پر چڑھتے دیکھا۔ تو فرمایا کیوں عطاء الرحمٰن نماز ابھی
پڑھنی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں فرمانے لگے چلو مسجد اقصیٰ میں جا کر
پڑھتے ہیں تا باجماعت نماز کا ثواب مل جائے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے نہایت
سادگی سے فرمایا عطاء الرحمٰن نماز پڑھاؤ۔ میں نے عرض کیا آپ ہی پڑھائیں۔
فرمانے لگے تم ابھی بچے ہو۔ تمہارے گناہ کم ہونگے۔ اس لئے تمہیں پڑھانی

چاہیے۔ میں نے جب اصرار کیا۔ تو آپ نے نماز پڑھائی آپ اپنی سرّ اقرات میں اتنی مرتبہ ''الحمد للہ رب العالمین'' کا اعادہ فرماتے۔ کہ گمان ہوتا تھا۔ کہ شاید آپ بھول گئے ہیں پھر اس طرح ''ایاک نعبد و ایاک نستعین'' کو بھی کافی دیر تک پڑھتے رہے خشوع وخضوع کی ایسی کیفیت معلوم ہوتی تھی۔ کہ آپ کے تقویٰ اور بزرگی پر رشک آتا تھا۔

(عطاء الرحمٰن طاہر کراچی)

تواضع

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں کسی صاحبزادے کی دعوت ولیمہ تھی۔ کھانا کھلانے کا انتظام مدرسہ احمدیہ کے صحن میں کیا گیا تھا۔ دنیا کی یہی رسم ہے کہ منتظمین مجالس عرفا بڑے اور چھوٹے سمجھے جانے والوں میں بٹھاتے وقت فرق کرتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب مرحوم جب تشریف لائے۔ تو اس کے دمہ میں فرق کرنے کی رسم کا علم رکھنے کی بنا پر اس تیزی سے گذر کر دارالشیوخ کے مساکین کے ساتھ جا بیٹھے۔ کہ باوجود نگاہیں کھلی رکھنے کے منتظمین کو اس وقت علم ہوا۔ جب کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم نشست فرما چکے تھے۔ اب بھلا کون انہیں اپنی جگہ سے ہلا سکتا تھا۔

(سردار مصباح الدین)

طریق احسن

بظاہر حضرت مولوی صاحب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت
بھولے بھالے ہیں۔ اور گرد و پیش سے بے خبر۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ وہ دوسرے
بہلول دانا تھے۔ ایک صاحب کا ساری جماعت کے ایک مسلّم عقیدہ سے کچھ
مختلف خیال تھا۔ لیکن وہ اس کے بارے میں کسی سے بحث کرنے والا نہ تھا
صرف اپنے مطالعہ اور علم کی رو سے اپنے دل اپنے خیال کو درست سمجھتا تھا۔
میرے سامنے کی بات ہے۔ کہ ایک روز مسجد مبارک میں نماز عصر سے جب
فارغ ہوئے تو حضرت مولوی صاحب نے ان صاحب کو کہا۔ کہ میں فلان مسئلہ
پر کچھ دلائل جمع کر رہا ہوں۔ آپ بھی قرآن کریم سے مجھے کچھ دلائل بتلائیں۔
اس نے کہا کہ میں قرآن آپ سے بڑھ کر تو نہیں جانتا آپ نے فرمایا نہیں
قرآن ہر شخص کے لئے کھلی کتاب ہے۔ اس واقعہ سے دو تین باتیں ظاہر ہوتی
ہیں۔ پہلی یہ کہ جماعت کے آٹھ دس ہزار نفوس میں ایک بات جو اس صاحب
کے چند قریبی دوستوں کو معلوم ہوگی۔ حضرت مولوی صاحب اس سے بھی باخبر
تھے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے ایسے لطیف کنایہ سے اپنی واقفیت کا اظہار فرمایا
کہ وہ صاحب بھی سمجھ جائیں۔ تیسرے یہ کہ اس کے خیال کو بدلنے کیلئے ایسا
حکیمانہ انداز اختیار فرمایا کہ خود قرآن سے انکو اپنے خیال کی تردید دی جائے۔

(مسرور مصباح الدین)

اظہارِ تشکر

غالبًا 1917ء کی بات ہے میری یہ دلی آرزو تھی کہ حضور مجھے اپنے
قدموں میں بلالیں۔ اور میں بقیہ عمر خدمت سلسلہ میں بسر کروں میری خواہش
پر حضور نے مجھے خط لکھوایا کہ آپ بڑی تعطیلات میں یہاں آجائیں۔ تا یہ معلوم
ہو سکے کہ آپ کس کام کے اہل ہیں (اس وقت نظارت کوئی نہ تھی)
چنانچہ ایک ماہ کی تعطیل پر جب میں قادیان آیا۔ تو مجھے مختلف شعبوں
میں کام پر لگایا گیا۔ جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر بھی فائز رہا۔ انہی ایام میں کسی
مذہبی فساد کی بناء پر سیلون کے گورنر نے نقص امن کے خیال سے احمدیہ مشنری کا
داخلہ سیلون میں بند کر دیا تھا۔ حضور کا حکم تھا کہ گورنر سیلون کو میموریل بھیجا جائے۔
اور اس کام کے لئے حضرت مولوی صاحب متعین تھے۔ آپ نے مجھے مسودہ
تیار کرنے کے لئے فرمایا چنانچہ میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق مسودہ تیار
کر کے ان کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور یہ بھی عرض کی کہ اس کی مناسب اصلاح
فرمالیں۔ لیکن حضرت مولوی صاحب تمام مضمون پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور
فرمایا کہ اس میں تو اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں آپ خود مجھ سے بہتر تیار کر سکتے
تھے۔ لیکن مجھے ثواب میں شریک کرنے کے لئے یہ خدمت میرے سپرد کی۔ اور
پھر اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

(علی احمد بھاگلپوری ایم۔اے)

تحمل وبردباری

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں مینیجر کے عہدہ پر فائز تھے۔ غالباً صبح سکول لگنے کے وقت میں شہر سے آپ کے ساتھ جارہا تھا۔ کہ راستہ میں ایک ماسٹر صاحب آپ سے ملے۔ اور سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کے خلاف نہایت نازیبا الفاظ میں شکایات کرنے لگے۔ اور تمام راستہ میں یہی بیان جاری رکھا۔ حضرت مولوی صاحب سن کر بار بار استغفر اللہ پڑھتے جاتے تھے۔ اس تمام عرصہ میں آپ نے نہ ماسٹر صاحب کو ڈانٹا اور نہ ہی سختی سے روکا۔ بلکہ پوری طرح دل کی بھڑاس نکالنے کا موقعہ دیتے رہے۔ یہاں تک کہ سکول قریب آ گیا۔ جب سکول کے برآمدے میں پہنچے تو ماسٹر صاحب نے جھنجھلا کر کہا۔ آپ نے میری شکایات کا ازالہ کرنا تو کجا جواب تک نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شہ پر ہی ہیڈ ماسٹر صاحب مجھ سے اس قسم کا سلوک روا رکھتے ہیں۔

حضرت مولوی صاحب نے یہ سن کر بھی تحمل کا نمونہ دکھایا اور استغفر اللہ پڑھنے لگے۔ پھر مسکراتے ہوئے فرمایا۔

''مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔ میں آپ کی تکلیف کے متعلق دعا کرونگا''۔

(ماسٹر محمد شفیع اسلم)

انکساری

میری عمر کوئی نو دس برس کی ہوگی۔ جب مجھے پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ قادیان پر آنے کا اتفاق ہوا۔ ایک روز میں حضرت مولوی صاحب کے ساتھ جلسہ گاہ تک آیا۔ سٹیج کے پاس پہنچ کر میں نے دیکھا کہ جہاں اکثر بزرگان سلسلہ مناسب اور باموقعہ جگہ تلاش کر کے بیٹھ رہے تھے۔ وہاں حضرت مولوی صاحب جوتوں کے قریب ہی خالی جگہ دیکھ کر بیٹھ گئے۔ یہ امر طبعاً مجھے ناگوار گزرا۔ چنانچہ میں نے بچپن کی بے باک اور نڈر طبیعت کے سبب فوراً پوچھا۔

''چاچا جی! لوگ تے اگے دوھ دوھ کے بیند ھے ہن تُسی کیوں جُتیاں وچ بیند ھے او''۔

یعنی چچا جان لوگ تو آگے بڑھ بڑھ کر اپنی جگہ تلاش کرتے ہیں۔ آپ کیوں جوتوں میں بیٹھتے ہیں۔

اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔

''بچوں میں جُتیاں وچ ہی کھٹیا اے''

یعنی بٹیا میں نے جوتوں میں ہی رہ کر سب کچھ حاصل کیا ہے۔

(بدر سلطان اختر)

ذکیہ نام

بچپن میں میں اپنا نام ذکیہ ذ سے لکھا کرتی۔ تو ابا جی نے مجھے ایک دن فرمایا کہ بیٹی تم اپنا نام ذ سے لکھتی ہو۔ تو اس کا مطلب ہوتا ہے ذہین ز سے لکھا کرو تو مطلب ہوگا پاک ذہین تو ہندو لڑکی بھی ہو سکتی ہے۔ سکھ لڑکی بھی ہو سکتی ہے۔ اور عیسائی لڑکی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن پاک صرف مسلمان لڑکی ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے تم ز سے لکھا کرو اپنا نام۔

ایک دفعہ میں نے کچھ آم کھائے اور مجھے سخت کھانسی ہو گئی۔ تو ابا جی کہنے لگے بچیا تم اپنا نام تو ز سے لکھتی ہو۔ مگر تم نے کچے آم کھا کر اپنے آپ کو خود ہی بیمار کر لیا ہے۔

(زکیہ بیگم)

خاندان حضرت مسیح موعود کا احترام

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں خاکسار چند احباب کے ہمراہ ریتی چھلہ میں حضرت مولوی صاحب کے پاس کھڑا تھا۔ آپ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے کہ آپ فوراً میاں صاحب آ گئے ''میاں صاحب آ گئے'' کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ پہلی نظر میں ہم تو نہ دیکھ سکے۔ لیکن جب غور سے دیکھا تو کافی فاصلہ سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بڑے بازار سے تشریف لاتے دکھائی دیئے۔

یہاں تک کہ حضرت میاں صاحب مولوی صاحب کے پاس تشریف لے آئے۔ آپ سے مصافحہ فرمایا۔ اور مختصر سی گفتگو کے بعد جلسہ گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت مولوی صاحب کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔

(وحیدالدین)

شاگردنوازی

حضرت مولوی صاحب کے ان شاگردوں میں سے میں بھی ایک ہوں۔ جن کو آپ کی ذات گرامی سے ایک روحانی قسم کی وابستگی اب تک ہے۔ اور وہ اس نوعیت کی نہیں کہ ایام تعلیم کے ساتھ ختم ہوگئی ہو۔ بلکہ وہ اتنی دیرپا ہے کہ اس کا نقش لوحِ قلب سے مٹنے والا نہیں۔ 1903ء میں میں اور میرے عزیز بھائی سید حبیب اللہ شاہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل ہوئے۔ ہم اس وقت محض انجان تھے۔ زندگی ابھی شگوفہ میں ہی تھی۔ کہ آہستہ آہستہ ہمارے روحانی مربیوں کی بدولت وہ شگوفہ کھلنا شروع ہوا۔ اساتذہ میں سے اہم ترین شخصیت تعلیم وتربیت کے لحاظ سے حضرت خلیفہ اول کے بعد (کیونکہ وہ بھی آخر میں میرے استاد ہوئے ہیں)۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب تھے۔ جو بے تکلفی ہم طلباء کو آپ کے ساتھ تھی۔ وہ اس قسم کے واقعات سے ظاہر ہے۔ جن کا ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار ہماری طرف سے اعادہ ہوتا تھا۔ ہمارا مدرسہ کچی اینٹوں کا

ئی۔ کمرے چھوٹے اور چھت بھی پست۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے جب ہم
عب، پڑھنے سے اُکتا جاتے۔ اور کتابیں حضرت مولوی شیر علی صاحب کی میز پر
رکھ دیتے اور مطالبہ کرتے کہ دودھ پلائیں۔ ورنہ ہم نہیں پڑھ سکتے۔ مولوی
صاحب محبت سے مسکراتے خوبصورت آبدار دانت کی چمک اب بھی دل کو لبھا
رہی ہے۔ فرماتے سبق پڑھ لو۔ پھر دودھ کا انتظام کیا جائے گا۔ ہم بچے تھے اور
اسی طرح اصرار کرتے جس طرح بچہ اپنی ماں سے اصرار کرتا ہے۔ اور ہم میں
سے ایک منچلہ اس اصرار اور تکرار کے دوران میں شیر فروش محمد بخش ننگلی عرف
مہندا کے پاس جا کر مولوی صاحب کے حساب میں ایک دیگچہ دودھ بمعہ بتاشوں
کے لے آتا۔ مولوی صاحب کا چہرہ بجائے انقباض کے بشاشت سے کھل جاتا۔
اور ہمارے طور وطریق کو دلچسپی سے دیکھتے۔ اور ہنستے ہنستے گلاس بھر بھر کر باری
باری ہمیں پلاتے۔ مجھے یاد نہیں کہ پڑھاتے وقت بھی کسی طالب علم کو جھڑکا ہو۔
زیادہ سے زیادہ جس وقت غصہ کا اظہار فرماتے تو چاک کا ٹکڑا لے کر زیر عتاب
طالب علم کی طرف پھینکتے۔ وہ چاک کا ٹکڑا ہمارے لئے ایک پھول ہوتا۔

جب ہم میٹرک کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔ تو آپ بلا ناغہ
روزانہ رات کو ہماری کمپوزیشن کی کاپیاں دیکھنے کے لئے بورڈنگ میں تشریف
لاتے۔ اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر ایک کی کاپی الگ الگ دیکھتے
اور اصلاح فرماتے۔ میری باری سب سے آخر میں گیارہ بجے کے قریب آتی۔

آپ کواس وقت تکان ہوتی اور دودھ کا ایک گلاس منگوا لیتے پہلے مجھے پلاتے۔ پھر خود پیتے ۔ وہ صرف معلم ہی نہیں تھے۔ بلکہ مربی اور والدین سے بڑھ کر مربی۔ اسی تربیت کا میری روح پر اثر ہے۔ کہ میں روزانہ ان کے لئے دعا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ آہ یہ پاکیزہ نمونے اب کہاں۔

ہم امتحان کے لئے امرتسر گئے۔ آپ چونکہ ہمیں انگریزی پڑھایا کرتے تھے۔ اس وقت انگریزی کے امتحان کو بڑی اہمیت تھی۔ اس لئے آپ ہمارے ساتھ ہی تشریف لے گئے۔ ہم طلبا کو کمپنی باغ میں لے جاتے اور نیفیلڈ گرائمر دہراتے۔ ضروری سوالوں کے متعلق جوابات بار بار دہرا کر ہمارے ذہن نشین کراتے۔ ایک موقعہ پر صرف مجھے پڑھا رہے تھے۔ ہر ضروری مسئلہ پر اپنا ہاتھ میرے کان کی طرف بڑھاتے۔ اور ناخن سے باریک سی چٹکی لیتے۔ اور فرماتے یاد رکھنا کہ اس مسئلہ پر "شیر علی" نے کان کھینچے تھے۔ ایک شوق تھا تعلیم کا اور حرص تھی اس بات کی کہ کسی نہ کسی طرح ہر بات کو ذہن میں نقش کر دیا جائے۔ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ دعاؤں کا ایک سلسلہ ساتھ ساتھ جاری رہتا۔ اور ایک عملی نمونہ آپ کا ہمارے سامنے ایسا تھا کہ مجھے یاد نہیں کہ ہم طلبا میں سے کوئی طالب علم ایسا ہو۔ جو پانچ نمازوں کی پابندی تو کیا والہانہ شوق سے تہجد کا بھی پابند نہ ہو۔ اس لمبے عرصے کے بعد اس کو تفصیل سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جو حضرت مولوی شیر علی صاحب اور آپ ایسے دیگر مربیوں کے پاک نمونے نے ہماری

روحوں میں پھونک دیا تھا۔

ایک طالب علم عبدالکریم نامی حیدر آباد سے بغرض تعلیم آیا ہوا تھا۔

باؤلے کتے نے اسے کاٹا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کے ماتحت اسے کسولی بھجوادیا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کتے کے زہر نے اپنا اثر دکھایا۔ اور اس کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ اتنے میں حضرت مولوی صاحب آئے اور فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عبدالکریم کا بڑا فکر ہے۔ اور حضور نے فرمایا ہے کہ عبدالکریم کی تیمارداری پورے طور پر کی جائے۔ اور اس بات سے نہ ڈرا جائے۔ کہ وہ کاٹے گا یا نقصان پہنچائے گا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی کی تیمارداری کی خواہ اس کی بیماری متعدی کیوں نہ ہو۔ خداتعالیٰ تیماردار کو اس سے محفوظ رکھے گا۔ آپ نے اس قسم کے چند الفاظ فرمائے اور ہم میں سے کسی کو حکم نہیں دیا کہ جا کر تیمارداری کرے۔ بلکہ خاموش رہے۔ ہمارے دل پر آپ کے کلمات کا اتنا گہرا اثر ہوا۔ کہ میں اور خواجہ عبد الرحمٰن صاحب دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا۔ جس پر حضرت مولوی صاحب کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ کہ آپ کے کلمات رائیگاں نہیں گئے۔ چنانچہ ہم گئے۔ اور عبدالکریم کی تیمارداری میں شریک ہوئے۔ اسکے ادھر اُدھر سرکنے اور گھبراہٹ سے ہمیں ڈر تو آتا ایک نظر اس کی طرف تھی اور ایک نظر سیڑھیوں کی طرف کہ جونہی وہ ہم پر لپکنے کیلئے اٹھے۔ ہم رفو

چکر ہو جائیں۔ لیکن آخر ہم اس سے مانوس ہو لئے۔ اور وہ ہم سے مانوس ہو گیا۔ ابھی اس کی تیمارداری میں ایک دن نہیں گزرا تھا کہ شام کے وقت اس نے مجھ سے باتیں شروع کر دیں۔ اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حضرت مولوی صاحب اس دن کئی بار تشریف لائے۔ اور صورتِ حال کو دیکھ کر دعائیں کرتے رہے۔ آپ کے دل میں طالب علم کی صحت کے لئے ایک گھبراہٹ تھی۔ جو کم دیکھنے میں آئی ہے۔ دوسرے اساتذہ کو بھی ضرور فکر تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی ان فکر منداساتذہ میں سے تھے۔ اور ان اساتذہ کے فکر سے ہمیں معلوم ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہایت متفکر ہیں۔ آخر خدا تعالیٰ نے عبدالکریم کو معجزانہ رنگ میں شفا دی۔ ایسی حالت میں جبکہ کسولی کے ڈاکٹروں کے مشورہ پر ان کی طرف سے تار آیا۔

"Sorry nothing can be done for Abdul Karim"

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور صحابہ کرام کی دعاؤں کی برکت سے اسے کامل شفا ہو گئی۔

(سید زین العابدین ولی اللہ)

نماز باجماعت

حضرت مولوی صاحب کو باجماعت نماز کی ادائیگی سے حد درجہ شغف تھا کام کاج وغیرہ میں مشغولیت کی وجہ سے اگر کبھی باجماعت نماز سے رہ

جاتے۔ تو مسجد مبارک قادیان کے چوک میں آپ کھڑے ہو جاتے اور اس
بات کا انتظار کرتے ۔ کہ کوئی اور دوست مل جائے ۔ جو نماز میں شریک نہیں ہو
سکا۔ تو اس کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔ اس حالت میں مجھے بھی بارہا موقعہ ملا۔
جب میں آپ کو کھڑا پاتا۔ تو آپ کی اس عادت سے میں سمجھ لیتا کہ آپ کس
بات کی انتظار میں ہیں۔ آپ مسکراتے اور مجھ سے فرماتے مجھے معلوم ہوتا ہے۔
آپ کو نماز پڑھنی ہے۔ آؤ چلیں مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کریں۔ میں بھی اسی
انتظار میں تھا اچھا ہوا ایک ساتھی مل گیا۔ چنانچہ مسجد اقصیٰ میں جانے اور میری
درخواست اور کوشش کے باوجود کبھی آپ امامت کے لئے راضی نہ ہوتے۔ بلکہ
مجھے ہی مجبور کرتے کہ میں نماز پڑھاؤں۔ تواضع اور انکسار اور بے نفسی کی انتہا
تھی۔ جو ہمیشہ آپ کی ذات میں ہر کس و ناکس کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ نماز میں
آپ کی ربودگی کی یہ حالت تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا ایک بُت کھڑا ہے۔ ٹکٹکی
بندھی ہوئی ہے۔ وارفتگی کا عالم ہے۔ سورہ فاتحہ کے الفاظ دہرائے جانے کی آواز
بھی ساتھی کو سنائی دی جارہی ہے۔ آپ ہر فقرے کو متعدد بار دہرایا کرتے تھے
اور بڑی عاجزی کے ساتھ یہ صورت آورد کی نہ تھی۔ بلکہ آمد کی تھی۔ قیام لمبا رکوع
بھی لمبا اور سجدہ بھی لمبا اور قعود بھی اس طرح لمبا جس میں ادعیہ ماثورہ کو بار بار
دہراتے۔

اس موقعہ پر مجھے شیخ عبدالحمید صاحب ابن شیخ رحمت اللہ صاحب

انگلش ویر ہاؤس کا واقعہ کبھی نہیں بھولتا۔ بظاہر ان کا تعلق جماعت لاہور سے تھا۔
لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی غایت درجہ کی عقیدت
تھی۔ آزادی کشمیر کی جو مہم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں
سر کی گئی۔ اس میں انہوں نے بھی بہت حصہ لیا۔ پنڈت کرشن کول پرائم منسٹر
جموں وکشمیر کے ساتھ ان کے اچھے تعلقات تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انہیں اور مجھے جموں پرائم منسٹر
صاحب کے ساتھ گفت وشنید کے لئے بھیجا ہم دونوں جموں کے ڈاک بنگلہ میں
ٹھہرے ہوئے تھے۔ سحری کے وقت میری آنکھ جو کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ
عبدالحمید صاحب اپنی چارپائی کے پاس فرش پر سربسجود ہیں۔ میں بھی اٹھا مجھے
کچھ تعجب ہوا۔ کیونکہ بظاہر جوان کی بودوباش تھی۔ اور جس ماحول میں وہ رہتے
تھے۔ اس میں مجھے یہ توقع نہیں تھی۔ کہ وہ تہجد گذار ہوں گے۔ میں بھی اٹھا اور دو
چار نفل ادا کئے۔

دوسری رات پھر میں نے ان کو اسی حالت میں پایا۔ چنانچہ ہم وہاں
دس بارہ دن مقیم رہے۔ اور انہیں باقاعدہ تہجد ادا کرنے والا پایا میں نے گفتگو
میں اپنے تعجب کا اظہار کیا۔ تو وہ بے ساختہ مجھ سے فرمانے لگے کہ شاہ صاحب
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے جبکہ ہم تعلیم الاسلام ہائی
سکول میں تھے۔ اس وقت سے نماز تہجد کا ایسا نشہ چڑھا ہے۔ جو اتر نے میں نہیں

جو ہمیں وقت پر خود بخود آ کر کھل جاتی ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس
دور کی تربیت کا ایک نہ مٹنے والا اثر تھا۔جس میں حضرت مولوی صاحب جیسے
فرشتہ سیرت اساتذہ فرائض تربیت ادا کر رہے تھے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا لقب عام طور پر فرشتہ مشہور تھا۔اور
نمونہ مذاق کے باوجود آپ کی طبیعت میں یبوست نہ تھی بلکہ ہشاش بشاش
اور منسر طبیعت رکھتے تھے۔اور دل لگی بھی موقعہ محل پر کر لیتے ایک دن جبکہ ایام
جلسہ بالکل قریب تھے۔اور میں نظارت امور عامہ میں میز پر بیٹھا نظارت کا کام
کر رہا تھا۔حضرت مولوی صاحب بھی تشریف لے آئے اور اسی میز پر اپنے
کاغذات لے کر بیٹھ گئے۔ان دنوں نظارت امور عامہ کا دفتر مرزا گل محمد
صاحب مرحوم کے اس حصہ میں تھا۔جو بڑے کنوئیں کے شمالی جانب ہے۔
چونکہ سردی کے دن تھے۔ہم باہر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔چنیوٹ کے ایک دوست
جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عاشقانہ تعلق رکھتے تھے۔وہ تشریف لائے۔
انہوں نے آ کر مجھ سے مصافحہ کرنے کے بعد ایک پیکٹ بطور تحفہ پیش کیا۔میں
نے معذرت کی۔لیکن انہوں نے اصرار کیا۔میں نے وہ پڑیا لے لی۔اس میں
صابون کی ٹکیا تھی۔مولوی صاحب میری معذرت اور ان کا یہ اصرار دیکھ رہے
تھے۔اور مسکرا رہے تھے۔میں ان کی معنے خیز مسکراہٹ کو نہ سمجھا۔جب میں نے
وہ ہدیہ قبول کر لیا۔تو وہ صاحب فرماتے ہیں۔اذا حییتم تحیۃ فحیّوا باحسن

بتحیۃ
فحیّوا

منہا یعنی جب کوئی تمہیں تحفہ دے۔ تو اس سے بہتر تحفہ دو۔ میں یہ آیت سن کر
پریشان ہوا۔ کیونکہ میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہ تھی جو پیش کرتا۔ حضرت مولوی
صاحب فوراً فرماتے ہیں۔ اور رُدّوھا (دیا اسے لوٹا دو)۔ جس پر میں بھی ہنسا اور
شیخ صاحب بھی۔ اور میں نے کہا کہ چلو اس وقت میں ہی اس حصہ کی تعمیل کرتا
ہوں۔ چنانچہ میں نے وہ تحفہ واپس کر دیا۔ اور انہوں نے ہنستے ہوئے لے لیا۔
بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ہدیہ حضرت مولوی صاحب سے چکر لگا کر میرے پاس آیا
تھا۔ شیخ صاحب حضرت مولوی صاحب سے پہلے مل چکے تھے۔ جس انداز سے
یہ ہدیہ میرے سامنے پیش کیا۔ آپ کے سامنے بھی پیش کیا۔ اور بعد میں حضرت
مولوی صاحب نے بتایا کہ آج کل یہ شیخ صاحب اپنے آپ میں نہیں ہیں۔

جن دنوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس قادیان آیا ہوں
تو مرزا سلطان احمد صاحب کے بالا خانے میں میری رہائش تھی۔ پھر دارالعلوم
میں شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان کے ایک حصہ میں میں نے رہائش اختیار
کی۔ وہاں سے غالباً عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد دارالعلوم سے آ رہا تھا۔ کہ
حضرت مولوی شیر علی صاحب مجھے اس جگہ ملے جہاں ڈسٹرکٹ بورڈ کا پرائمری
سکول ہے۔ مولوی صاحب تو اپنے قد و قامت کے لحاظ سے کسی سے چھپ نہیں
سکتے تھے۔ میں نے سلام کیا ان کے ساتھ ایک اور صاحب درمیانے قد اور
سیاہی مائل سانولے رنگ کے تھے۔ میں نے ان کو نہیں پہچانا۔ حضرت مولوی

شیر علی صاحب فرمانے لگے۔ کہ آپ نے انہیں پہچانا۔ میں نے ان الفاظ پر کچھ دھیان نہیں دیا۔ حضرت مولوی صاحب بولے ڈاکٹر عطر دین صاحب میں نے کہا آیا پرانے یار اور یہ کہہ کر ان سے بغل گیر ہوا۔ اور وہ بھی یہی دہرا کر کہنے لگے۔ آیا پرانے یار۔ اور حضرت مولوی صاحب کھڑے ہنستے چلے جا رہے ہیں۔ اور وہ مجھ سے ایسے چمٹے کہ مجھے چھوڑنے میں نہیں آتے۔ میں نے کہا کہ آپ کہاں رہتے ہیں۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ کہاں رہتے ہیں۔ میں نے کہا میں شیخ رحمت اللہ صاحب کی کوٹھی میں۔ وہ بھی یہی فقرے دہرانے لگے کہ میں بھی وہیں رہتا ہوں۔ مولوی صاحب اس پر اور ہنسے۔ میں نے دل میں سوچا کہ ڈاکٹر عطر دین کس قسم کا بے ہودہ آدمی ہے۔ جو فقرہ میں کہتا ہوں وہی دہراتا ہے۔ اور اسے بد تہذیبی پر محمول کیا۔ لیکن پرانا یار تھا۔ اور ہم مکتب تھا۔ حضرت مولوی صاحب کی تربیت کے ماتحت ایک لمبا عرصہ ہم نے اکٹھے گزارا۔ میں نے دل میں سمجھا کہ شاید بے تکلفی میں مذاق ہو رہا ہے۔ آخر کھسیانہ ہو کر میں نے اپنا پیچھا چھڑایا۔ اور مولوی صاحب ڈاکٹر عطر دین صاحب کو کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ دوسرے دن مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ آج کل جنون کا دورہ ہے۔ میں نے کہا آپ نے اس وقت مجھے کیوں نہیں آگاہ کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا وہ کوئی آگاہ کرنے کا موقعہ تھا۔ میں نے کہا کہ اچھا آپ نے میرا مذاق اڑایا ہے۔ ان کا جنون صرف یہ تھا کہ جو کچھ کوئی کہتا وہ انہی

الفاظ کو دہراتے۔ بعد میں اچھے ہو گئے۔

(سید زین العابدین ولی اللہ شاہ)

احباب کا خیال

مکرم سید محمد ناصر شاہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان میں ایک الماری کے پیچھے لیٹا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں حضرت مولانا شیر علی صاحب تشریف لائے۔ اور آپ نے مولوی نعمت اللہ صاحب مینجر بک ڈپو کو دس روپے کا نوٹ دے کر فرمایا جب مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب یہاں سے گزریں۔ تو انہیں مصافحہ کر کے یہ نوٹ دے دیں۔

میں الماری کے پیچھے یہ باتیں سن رہا تھا۔ مجھے دیر تک تعجب ہوتا رہا۔ یہ بزرگ لوگ کس طرح اپنے احباب کا خیال رکھتے ہیں۔ اور کس طرح بے نفسی کے ساتھ مدد کرتے ہیں۔

(سید کمال یوسف)

احمدیت کا غلبہ

غالباً 1922ء کا ذکر ہے۔ جب حضرت مولوی صاحب بحیثیت ایک شفیق استاد تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ میں لڑکوں کو پڑھاتے تھے۔ آپ کے حلقہ تلامذہ میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو طلباء بھی شامل ہوتے تھے۔

سبق سے فارغ ہو کر آپ عموماً ایک ہندو لڑکے کو نہائت دلآویز رنگ میں کچھ اسلامی مسائل بتایا کرتے تھے ایک روز آپ نے اس کو دوران گفتگو میں فرمایا مجھے الہام ہوا ہے۔

"Ahmadyyat will be the prominenet Religion in the World"

(مرزا محمد یعقوب)

دینی ترغیب

خاکسار زندگی وقف کرنے کے بعد 1944ء کے اواخر میں بحیثیت نائب ناظر امور عامہ میں متعین ہوا۔ مجھے اس سے قبل حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر باقاعدہ ملاقات کا بہت کم موقعہ ملا تھا۔ بس سرسری واقفیت تھی۔ ایک دن حضرت مولوی صاحب دفتر میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے پاس حدیثوں کا ایک خزانہ ہے جس کا روایتی سلسلہ نسلاً بعد نسلاً زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ یہ نعمت حضرت خلیفہ اولؓ کو خاندانی طور پر حاصل ہوئی۔ اور حضور سے بعض احمدی احباب نے حاصل کی۔ یہ حدیثیں چالیس ہیں۔ جو "چہل حدیث" کے نام سے شائع شدہ بھی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ احادیث راویوں کے ناموں کے ساتھ سنا کر زبانی یاد کرادوں۔ تا کہ آپ کے سینہ میں یہ نعمت محفوظ ہو جائے۔

پھر فرمانے لگے آپ چونکہ بہت مصروف رہتے ہیں۔اس لئے میں
خود دفتر میں آ کر روزانہ آپ کو چند احادیث سنا دیا کرونگا۔ میں نے عرض کیا کہ
آپ تشریف لانے کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں۔ میں مسجد مبارک میں آپ سے
سبق لے لیا کرونگا۔لیکن آپ نے بہت ہی محبت سے بار بار اصرار کیا کہ میں خود
ہی یہاں آ جایا کروں گا۔لیکن میں آپ کے احترام کے مدنظر اپنی درخواست پر
مصر رہا۔ چنانچہ آپ مسجد مبارک میں سبق دینے پر رضا مند ہوگئے۔اگر چہ گونا
گوں مجبوریوں کے باعث یہ سلسلہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔لیکن حضرت مولوی
صاحب کی اس خواہش کو خدا تعالیٰ نے اس طرح پورا فرما دیا۔کہ 1947ء
کے بعد زمانہ درویشی میں حضرت منشی محمد الدین صاحب واصل باقی آف
کھاریاں بھی قادیان میں مقیم ہوئے اور آپ نے بھی مجھے اس مجموعہ کے سننے کی
اور یاد کرنے کی طرف توجہ دلائی۔اور زبانی سنانے کے علاوہ لکھ کر بھی یہ احادیث
دے دیں۔حضرت مولوی شیر علی صاحب کی یہ نوازش کریمانہ اب بھی یاد آتی
ہے۔تو دل سے ان کے لئے دعا نکلتی ہے۔اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی آل اولاد پر
بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔آمین۔

(برکات احمد بی۔اے راجیکی قادیان)

صحابہؓ کے ساتھ اُنس

حضرت مولوی صاحب کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ

کے ساتھ خاص انس اور تعلق تھا۔ اوران کی حتی الوسع دلجوئی کرنا آپ جزوایمان میں سے سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ قادیان میں سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ایک صحابی کے بعض لڑکوں نے ناپسندیدہ حرکات کیں۔ ان کی سزا کے متعلق معاملہ درپیش تھا۔ ایک دن موسم گرما میں دوپہر کے وقت حضرت مولوی صاحب میرے پاس دفتر (نظارت امور عامہ میں) تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ بے شک ان لڑکوں کا قصور ہے۔ لیکن ان کے والد حضرت مسیح موعودلعیہ السلام کے زمانہ کے ہیں۔ اور بڑی قربانی کرکے اپنے قدیم عزیز اقارب کو چھوڑ کر سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ لہٰذا جہاں تک نرمی اور حسنِ سلوک سے کام لیا جاسکے مجھے شکریہ کا موقعہ دیں۔

میں نے عرض کیا اس شدید گرمی میں آپ نے خود کیوں تکلیف فرمائی۔ صرف رقعہ بھجوادینا ہی کافی تھا۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ ان کے والد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور غیرقوم سے بہت قربانی کرکے احمدیت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اس لئے میں توجہ دلانے کے لئے خود ہی آگیا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ میرا اس طرح آنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا موجب ہو۔

(برکات احمد بی۔ اے راجیکی قادیان)

دعا کی اہمیت

حضرت مولوی صاحب کی زندگی میں یہ بات نمایاں نظر آتی ہے کہ
اپنے ہر مقصد کی تکمیل کے لئے خود بھی دعا میں مشغول رہتے تھے۔ اور دوسرے
دیگر بزرگوں کو بھی اکثر دعا کے لئے کہتے رہتے تھے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ جب
بھی حضرت مولوی صاحب کی جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تقریر رکھی جاتی تو وہ کافی
عرصہ پہلے میرے والد بزرگوار (حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی) کو
اپنی تقریر کے کامیاب ہونے کیلئے دعا کے واسطے متواتر خطوط لکھنے شروع
کردیتے۔ اسی طرح دوسرے ذاتی اور جماعتی معاملات کے متعلق بھی خود
دعاؤں میں منہمک رہنے کے علاوہ دوسرے بزرگوں کو بھی اس کی طرف توجہ
دلاتے رہتے۔ **اللھم احسن مثواہ وارفع درجتہ فی جنتہ الرفیعة**

(برکات احمد راجیکی قادیان)

دعا کی ضرورت

یہ عاجز ایک زمانہ میں حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں اکثر
دعائیہ خطوط لکھا کرتا تھا۔ لیکن درمیان میں ایسا موقعہ بھی آیا کہ میں اپنے تساہل
کی وجہ سے کوئی خط ارسال نہ کرسکا۔ ایک مرتبہ میرے چھوٹے بھائی کی حضرت
مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ ''کیا اب اس کو دعا کی

ضرورت نہیں رہی'' اور نہایت لطیف رنگ میں دعا کی ضرورت کا احساس دلایا جو میرے لئے بے حد ایمان افروز ثابت ہوا۔

(وحید احمد کراچی)

سلسلہ سے محبت

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جب تحریکِ جدید کے چندے کا اعلان فرمایا۔ ان دنوں ایک میٹنگ کے سلسلہ میں مجھے سرگودہا جانا پڑا۔ مکرم حافظ عبدالعلی صاحب وکیل برادر اکبر حضرت مولوی شیر علی صاحب جو میرے بہت ہی عزیز اور مخلص دوستوں میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت مولوی صاحب کا ایک خط مجھے دکھایا۔ جو انہیں ایام میں انہیں موصول ہوا تھا۔

اس خط میں حضرت مولوی صاحب نے اپنے بڑے بھائی کو لکھا تھا یہ بہت ہی مبارک تحریک ہے۔ جس طرح بھی ہو سکے اس میں شریک ہونے سے محروم نہ رہیں۔ اور اولین فرصت میں اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے سعادتِ دارین حاصل کریں۔

حضرت حافظ صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ بھائی صاحب مجھے اکثر سلسلہ کی خدمات کے بجالانے کے لئے حصول ثواب کی خاطر ہدایات لکھتے رہتے ہیں۔

(ملک گل محمد سول پنشنر)

استغفار کی فضیلت

غالباً 22-1923ء کا ذکر ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحب سرگودہا میں تشریف لائے۔ ان دنوں خاکسار جماعت احمدیہ سرگودہا میں سیکرٹری تعلیم وتربیت تھا۔ اور مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی مرحوم پریذیڈنٹ تھے جمعہ کا مبارک دن تھا۔

حضرت حافظ عبدالعلی صاحب نے ہمارے اصرار کے باوجود خطبہ نہ پڑھایا۔ البتہ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کوفرمایا کہ آپ ''استغفار'' کے متعلق قرآنی آیات کی روشنی میں کچھ بیان فرمائیں۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم نے حضرت حافظ صاحب کی ہدایت کے مطابق استغفار پرخطبہ پڑھا جس کوحضرت مولوی شیرعلی صاحب مرحوم نے بہت پسند کیا۔ اور فرمایا کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کثرت سے استغفار پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے دوستوں کو چاہیے کہ استغفار کے ورد سے اپنی زبان کومعمور رکھیں۔ اور خدا کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہا کریں۔

(ملک گل محمد سول پنشنر)

الحبُّ للہ

خاکسار چونکہ تحصیل بھیرہ میں ناظر رہ چکا تھا۔ اور حرمہ (حضرت مولوی

صاحب کا وطن مالوف) اسی تحصیل میں تھا مجھے بسا اوقات محکمانہ دورہ کے سلسلہ میں اس گاؤں سے گذرنے کا اتفاق ہوتا۔ میں چونکہ آپ کے والد صاحب (حضرت مولوی نظام الدین صاحب) اور دیگر خاندان کے افراد سے خوب واقف تھا۔ اس لئے جب میں پنشن کے بعد ہجرت کر کے قادیان آیا۔ تو حضرت مولوی صاحب مجھے بہت محبت سے ملا کرتے اور اہلِ وعیال کا حال دریافت فرمایا کرتے۔

جب خاکسار سندھ (محمد آباد) کی اراضی آباد کرنے کی خدمات سرانجام دیکر بوجہ بیماری واپس آیا۔ اور ایک سال علاج اور آرام کے بعد انجمن میں پھر کام شروع کیا۔ تو حضرت مولوی صاحب نے بہت مسرت کا اظہار کیا۔ اور ازراہ محبت و ہمدردی فرمایا کہ یہاں بے کار نہیں رہنا چاہیے۔ سلسلہ کے کام کو خیر و برکت کا موجب سمجھ کر اس میں انہماک اور دلچسپی کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے لینا چاہیے۔

(ملک گل محمد سول پنشنر)

محویت

غالباً 1940ء کی بات ہے میری عمر اس وقت 13-14 برس کی ہوگی میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی طرف سے شہر کی جانب آرہا تھا کہ مجھے ریتی چھلہ میں حضرت مولوی شیر علی صاحب اس حالت میں دکھائی دیئے کہ آپ کی

پگڑی کے کچھ بل کھل کر پیچھے زمین پر گھسٹتے چلے آ رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر پگڑی کو اٹھایا۔ اور قریب ہو کر حضرت مولوی صاحب کو دیکھا تو آپ محویت کے عالم میں کچھ دعائیہ کلمات کا ورد کرتے جا رہے تھے۔ مجھے بوجہ احترام سے کچھ کہنے کی جرات نہ ہو سکی اور اسی طرح پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب آپ ریتی چھلہ کی دوسری دیوار پھاندنے لگے۔ تو ایک اچٹتی ہوئی نگاہ مجھ پر پڑی مجھے پگڑی اٹھائے دیکھ کر جزاکم اللہ فرمایا اور میری پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ پھیرا جس طرح عموماً بچوں کو کسی اچھے کام پر شاباش دیتے ہیں۔ اور پگڑی ویسے ہی لپیٹ کر دعائیں دیتے گزر گئے۔

(عطاء اللہ بشیر)

اندازِ تخاطب

جب حضرت سید نا محمود ایدہ اللہ الودود ابھی سکول میں پڑھتے تھے تو اس وقت حضرت مولوی شیر علی صاحب آپ کو انگریزی پڑھایا کرتے تھے۔ اور میں ان کو حساب پڑھایا کرتا تھا۔

بعض دفعہ جب کسی تقریب پر میں دعا کرتا تھا۔ تو میری عادت تھی کہ میں بلند آواز سے ساری دعا کرتا۔ دعا کے اختتام پر حضرت مولوی صاحب مجھے کہا کرتے تے کہ دوست پسند کرتے ہیں۔ کہ آپ آہستہ آواز میں دعا کیا کریں۔

(حضرت مفتی محمد صادق)

گورنمنٹ ہاؤس

شہزادہ ویلز جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم ہوئے جب ہندوستان کے دورہ پر آئے۔ تو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی خدمت میں ایک کتاب ''تحفہ شہزادہ ویلز'' پیش کی گئی۔ اس کی طباعت کے لئے حضور نے حضرت مولوی صاحب کو بمبئی روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ پہلے لاہور پہنچ کر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے (جو ان دنوں جماعت احمدیہ لاہور کے امیر تھے) پیش لفظ لکھوالیا جائے۔

چنانچہ حضرت مولوی صاحب مسجد احمدیہ میں تشریف لائے۔ اور نماز کے بعد مکرم چوہدری صاحب موصوف سے اپنا مدعا بیان فرمایا۔ اور محترم ڈاکٹر عبیداللہ خان صاحب سے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں اور جس طرح مکرم چوہدری صاحب لکھوائیں لکھتے جائیں۔ دورانِ گفتگو میں مکرم چوہدری صاحب نے حضرت مولوی صاحب سے کہا کہ مولانا آپ تو سرکاری مہمان ہیں آپ میرے ہاں تشریف لاتے۔ حضرت مولوی صاحب نے نہایت سادگی سے برجستہ فرمایا کہ ''میں تو مسجد ہی کو گورنمنٹ ہاؤس سمجھا تھا''۔ یہ اتنا با موقعہ اور لطیف جواب تھا۔ کہ سب حاضرین خوب محفوظ ہو (یہ واقعہ قبلہ ام ڈاکٹر عبیداللہ خان صاحب نے بیان کیا)۔

(وحیدالدین)

غریب پروری

میں نے نئی نئی دوکان کا انتظام کیا تھا۔ روپیہ بھی ابھی ادا کرنا باقی تھا۔ میرے بھائی میاں بدرالدین صاحب نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میاں عبداللہ نے دوکان تو لے لی ہے۔ لیکن اس کے پاس ادائیگی کے لئے رقم نہیں۔

حضرت مولوی صاحب نے اسی وقت اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ تو پانچ روپے کا نوٹ نکلا۔ وہ مجھے دے کر فرمایا ''یہ میری طرف سے ہے''۔

(عبداللہ خاں مسکین)

بندہ نوازی

میرے والد محترم ملک گل محمد صاحب گورنمنٹ پنشنر مہاجر از قادیان حال انچارج دفتر ناظم دارالقضاء سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ جن کا آبائی وطن تلہ گنگ ضلع کیمل پور ہے۔ اپنی سرکاری ملازمت کے قریباً 33 سالہ عرصہ میں اپنے وطن سے باہر زیادہ تر خوشاب ضلع شاہ پور میں بحیثیت سرشتہ دار بعدالت سب ڈویژنل آفیسر مقیم رہے۔ اور 1932ء میں ملازمت سے ریٹائر ہو کر اپنے آبائی وطن جانے کی بجائے قادیان تشریف لے گئے۔ اور محلہ دارالعلوم میں اپنا مکان بنا کر آباد ہو گئے۔ اور دنیوی ملازمت سے فراغت کے بعد اپنے اوقات

خدمت دین کے لئے وقف کر دیئے۔ حضور نے آپ کو تحریکِ جدید کی
اراضیات واقع سندھ کی آبادی کی غرض سے بطور منیجر روانہ فرمایا۔ محترم والد
صاحب کی قادیان سے عدم موجودگی میں چونکہ میری والدہ محترمہ اور بہن بھائی
قادیان میں ہی رہتے تھے۔ اس لئے ان سے ملاقات اور دریافت حالات کی
غرض سے میں کبھی کبھی قادیان جایا کرتا۔ چونکہ حضرت مولوی شیر علی صاحب
کے میرے والد محترم کے ساتھ نہایت ہی مشفقانہ تعلقات تھے۔ مجھے بھی خوب
جانتے اور پہچانتے تھے۔ آپ بڑی مسرت اور محبت کے ساتھ مجھے ملتے۔ اور
حسب عادت السلام علیکم کہنے میں سبقت فرماتے۔ محترم والد صاحب کے متعلق
اور میری ملازمت و دیگر حالات کے متعلق دریافت فرمایا کرتے۔ اور میرے
لئے دعا کے واسطے عرض کرنے پر دعا فرماتے۔ میں جب بھی قادیان میں جاتا تو
یہ بات میری عادت میں شامل تھی کہ مسجد مبارک میں نماز فجر ادا کرنے کے بعد
بہشتی مقبرہ جاتے ہوئے راستہ میں عبدالاحد خان صاحب درویش قادیان جو
ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرتے تھے۔ اور
مہمان خانہ کے ایک کمرہ میں رہتے تھے۔ ان کے پاس کچھ وقت کے لئے بیٹھتا
اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق بعض خاص
خاص باتیں سن کر لطف اندوز ہوتا۔ حضرت مولوی صاحب کو جب اس بات کا
علم ہوا۔ تو بالعموم نماز فجر کے بعد سیر کو جاتے ہوئے مہمانخانہ کے راستہ سے

کرتے اور عبداللہ خاں صاحب کے مکان تک جا کر بلند
آواز میں بشیر احمد کے نام سے مجھے پکارتے۔ میں آپ کے ساتھ سیر کو
جاتے۔ سیر کے دوران میں آپ میرے ساتھ کئی قسم کی دینی گفتگو بھی
کرتے تھے۔ بلکہ قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں سے دعائیں اور ادعیۃ
الرسول کا مختلف صورتوں میں ورد فرماتے رہتے۔ اور اس ثواب میں مجھے بھی
شامل کر لینے کی غرض سے اور میری دینی تربیت کے مدنظر آپ کا یہ طریق ہوتا تھا
کہ مجھ سے دریافت فرمایا کرتے کہ آپ کو قرآن کریم کی کون کون سی سورتیں یاد
ہیں۔ میں عرض کر دیتا تو آپ ان میں سے کوئی نہ کوئی سورۃ سنانے کے لئے مجھے
ارشاد فرماتے۔ یا بعض اوقات آپ یہ فرماتے کہ میں فلاں سورت پڑھتا ہوں
آپ سنتے جائیں کبھی آپ مجھ سے یہ دریافت فرماتے کیا آپ کو فلاں فلاں
دعائیں مثلاً صبح اُٹھتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے باہر نکلتے
وقت اور رات کو سوتے وقت وغیرہ یاد ہیں؟ تو جو کچھ مجھے اس وقت یاد ہوتا
میں عرض کر دیتا۔ اور جس چیز کی حضرت مولوی صاحب کمی دیکھتے راستہ میں
بتلاتے جاتے۔ بلکہ یاد ہی کروا دیتے۔ حتیٰ کہ اس مبارک شغل میں ہماری سیر ختم
ہو جاتی۔

غالباً 1939ء کا ذکر ہے میرے نہایت ہی مشفق اور محسن دوست
محترم شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ افریقہ کے مشورہ پر میں نے افریقہ

میں ملازمت کے لئے جانے کے پروگرام کے ماتحت اپنی اس وقت کی ملازمت
سے تین ماہ کی رخصت حاصل کی۔ بعدازاں جب بعض حالات کے ماتحت اس
غرض سے میرا بیرون ہند جانے کا ارادہ بدل گیا۔ تو میں نے مناسب سمجھا کہ
حاصل شدہ رخصت کو منسوخ کرانے کی بجائے ساری رخصت یا اس کا کچھ حصہ
قادیان جا کر خدمتِ سلسلہ کے لئے وقف کردوں۔ ان دنوں حضرت مولوی
شیر علی صاحب کا دفتر محلہ دارالانوار کی ایک کوٹھی میں ہوتا تھا۔ اور آپ قرآن
کریم کے ترجمہ اور تفسیری نوٹوں کو انگریزی زبان کا لباس پہنانے کے کام میں
مصروف تھے۔ آپ باجماعت نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد مبارک میں
تشریف لایا کرتے تھے۔ میں بھی مسجد مبارک میں جاتا۔ جب آپ کی نگاہ مجھ
پر پڑتی۔ تو آپ بڑی محبت سے السلام علیکم کہنے میں سبقت فرماتے۔ متذکرہ بالا
رخصت کے دوران میں جب پہلی دفعہ غالباً مسجد مبارک میں ہی مجھے آپ سے
ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے حسب عادت مجھ سے دریافت فرمایا کہ
آپ کتنے روز کی رخصت پر آئے ہیں۔ تو میں نے جواباً جو حالات تھے عرض
کردیئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کردیا۔ کہ میرے یہ فارغ اوقات خدمت
سلسلہ کے لئے وقف کرنے پر مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے
پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں کام کرنے کا حکم ملا ہے۔ جو میں روزانہ کررہا ہوں
اس پر حضرت مولوی صاحب نے دریافت فرمایا کیا آپ ٹائپ کرنا جانتے ہیں

تو میں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ سابقہ مفوضہ کام سے فارغ ہوکر آپ میرے دفتر میں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر نوٹ جتنا کہ میں ٹائپ کر دیا کریں تو میں نے عرض کیا کہ نماز ظہر سے قبل کا وقت پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر میں کام کرلیا کروں گا۔ اور ظہر کے بعد کے وقت میں اس کام کے لئے آپ کے ارشاد کی تعمیل میں روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے نوشتہ ترجمہ اور تفسیر کو ٹائپ کرنے کے لئے جاتا رہا۔ اور آپ کی خوشنودی کے علاوہ آپ کی شبانہ روز دعاؤں سے مستفید ہوتا رہا۔

جن کاغذات پر حضرت مولوی صاحب قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ و تفسیر تحریر فرمایا کرتے تھے جب اس کا کچھ حصہ میرے سپرد کیا جاتا۔ تو ٹائپ کرتے کرتے ایک چیز دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوتی کہ ان نوشتہ کاغذات میں کسی کسی جگہ انگریزی تحریر کے معاً بعد قریباً پورا ایک ایک صفحہ یا کبھی اس سے بھی زیادہ بالعموم استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیہ لکھا ہوا ہوتا۔ اور پھر اس کے بعد اس سے ملحقہ ہی انگریزی تحریر شروع ہو جاتی۔ میں ادب و حیا سے مولوی صاحب سے تو دریافت نہ کرتا۔ لیکن اس استغفار والے حصہ کو چھوڑ کر پھر جہاں سے انگریزی تحریر شروع ہو جاتی وہاں سے ٹائپ کرنا شروع کر دیتا۔ ویسے ٹائپ کرتے کرتے میرے دل میں اپنے ذوق کے مطابق اس پاک سیرت بزرگ کے متعلق یہ خیال پیدا ہوتا۔ کہ قرآن کریم کے اردو ترجمہ یا

میری

تفسیر کو انگریزی زبان میں ڈھالتے وقت جب حضرت مولوی صاحب کا ذہن کسی امر کے متعلق صاف نہیں ہوتا ہوگا یا مناسب مفہوم ادا کرنے کے لئے کوئی موزون لفظ نہیں ملتا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کی غرض سے زبانی اور تحریری استغفار شروع کر کے ہمہ تن التجا بن جاتے ہوں گے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے جب آپ کا اس امر کے متعلق ذہن صاف ہو جاتا ہوگا۔ تو آپ پھر اپنے اصل کام کی طرف رجوع فرما لیتے ہوں گے۔

(ملک بشیر احمد ارشد لاہور)

عبادت

حضرت مولوی شیر علی صاحب کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لحاظ سے ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ یوں تو قادیان میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تقریباً ہر سال ہی آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ لیکن 1947ء کے اوائل میں لاہور کے احمدیہ ہوسٹل میں چند ماہ آپ کے ہمراہ رہنے کا اتفاق ہوا اور اس طرح نہ صرف مجھے بلکہ ہوسٹل میں رہائش رکھنے والے تمام طلباء کو آپ کے روح پرور کلمات نصائح اور ارشادات سے مستفید ہونے کے مواقع بکثرت میسر آئے۔ ان ایام کی یاد میرے ذہن میں آج تک تازہ ہے۔ اور انشاء اللہ تادم حیات تازہ رہے گی۔

ان دنوں حضرت مولوی صاحب انگریزی ترجمۃ القرآن کی طباعت

کے سلسلہ میں مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے کی معیت میں لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔اور احمدیہ ہوسٹل میں قیام فرما تھے۔وہ زمانہ فسادات کا زمانہ تھا اس لئے کہ انگریز ہندوستان کو آزادی دے کر واپس جانے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔اور ہندو مسلمان حصول اقتدار کی کشمکش میں باہم دست و گریبان ہو رہے تھے۔لوٹ مار آتشزنی کے واقعات اور کرفیو وغیرہ کے نفاذ شہری زندگی کے معمولات میں داخل ہو چکے تھے۔اور اس قسم کی خبریں بکثرت سننے میں آرہی تھیں۔کہ دھرم پورہ کے لوگ احمدیہ ہوسٹل (واقعہ 32 ڈیوس روڈ) اور اس کی ملحقہ کوٹھیوں پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔اس خطرہ کے پیش نظر ہوسٹل کے طلبا ساری رات جاگ کر پہرہ دیتے تھے۔اس پہرہ کے دوران حضرت مولوی صاحب کی شب بیداری اور نماز تہجد میں اپنے مولا کے حضور آہ وزاری کے ایسے ایسے روح پرور اور دلگداز نظارے دیکھنے میں آئے۔کہ جن کی یاد مٹائے بھی نہیں مٹ سکتی۔اور مٹے بھی کیوں جبکہ وہ ہوسٹل میں رہائش رکھنے والے ہر طالب علم کے لئے سرمایہ کا درجہ رکھتی ہے۔ حضرت مولوی صاحب بالعموم رات کو نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد ہوسٹل کی مسجد میں ہی جو کوٹھی کے صحن میں ایک وسیع چبوترے پر مشتمل تھی اپنا سر کوہنی پر رکھ کر لیٹ رہتے۔اور مسجد کی ایک چٹائی پر ہی سو جاتے۔رات کو ایک بجے کے قریب آپ اٹھتے اور وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر ہوسٹل کے صحن یا ملحقہ سڑک پر گھنٹہ آدھ گھنٹہ ٹہل کر

قرآنی دعاؤں اور استغفار کا ورد کرتے۔ اس کے بعد آپ مسجد کے چبوترے پر آکر نوافل پڑھتے۔ اور بالخصوص سجدوں میں اس قدر گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگتے اور اپنے مولیٰ کے حضور اس قدر آہ وزاری کرتے۔ کہ دل یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا کہ اس نحیف وزار جسم میں اتنی توانائی کہاں سے آگئی۔ کہ یہ گھنٹوں مسجد میں پڑا ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر اپنے آپ کو ہلکان کئے جا رہا ہے۔ اور پھر تھکنے یا ہمت ہارنے کا نام نہیں لیتا۔ میں نے پہرے کے دوران میں کئی مرتبہ دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب کی اس شب بیداری اور اپنے مولا کے حضور آہ وزاری کا ہوسٹل کے طلباء پر یہ اثر تھا۔ کہ وہ نہایت ذوق وشوق کے ساتھ پہرہ دیتے۔ اور پہرے کے دوران میں اپنا وقت باتوں میں ضائع کرنے کی بجائے دعائیں پڑھنے میں گزارتے۔ انہیں یقین تھا کہ حضرت مولوی صاحب کے وجود کی برکت سے ہوسٹل بالکل محفوظ رہے گا۔ اور اگر حملہ ہوا بھی تو وہ ایک مقدس ومطہر وجود کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کرنے کی سعادت حاصل کرلیں گے۔ اس خیال نے ان کے حوصلے بہت بلند کردیئے تھے۔ اور وہ نہائت بے جگری کے ساتھ ہر صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے۔

(مسعود احمد بی۔ اے اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل)

فراست

اگرچہ مولوی صاحب دن بھر ترجمۃ القرآن کے پروف پڑھنے میں

مصروف رہتے تھے۔لیکن اس مصروفیت کے عالم میں بھی ہوسٹل کے طلباء کی اس
طرح نگرانی فرماتے تھے۔جس طرح ایک شفیق باپ اپنے بچوں کی نگہداشت
کرتا۔اوران کی پڑھائی وغیرہ کا خیال رکھتا ہے۔آپ جب بھی لڑکوں کے
کمروں کے آگے سے گزرتے تو آپ نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے۔اورلڑکے یہ سمجھتے
کہ حضرت مولوی صاحب بالکل اپنے دھیان میں جارہے ہیں۔اورآپ کو
ہماری باہمی گفتگو اور مشغولیت کا کچھ علم نہیں ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس
استغراق کے عالم میں بھی آپ کو ہرلڑکے کے پورے کوائف کا علم ہوتا۔کہ کون
کس کالج اور کس جماعت میں پڑھتا ہے۔اوراس کا نام کیا ہے۔اور یہ کہ
پڑھائی کی طرف توجہ دے رہا ہے یا نہیں۔

آپ روزانہ نماز مغرب کے بعد کچھ دیر کے لئے مسجد میں ہی تشریف
رکھتے اور تمام لڑکے آپ کے گرد حلقہ باندھ کر نہائت ادب سے بیٹھ جاتے اور
دینی امور کے متعلق آپ سے استفادہ کرتے ایک دن مغرب کی نماز کے بعد
ہوسٹل کے ایک طالب علم مسٹر بشیر بھٹی کو جواس وقت غالباً اسلامیہ کالج کی طرف
سے ایف۔ایس سی کا امتحان دے رہے تھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''بشیر تم
نے بہت بُرا کیا کہ کرفیو کی وجہ سے امتحان کا پرچہ ہی دینے نہ گئے ممتاز کی طرح
تم بھی ایف سی کالج جا کر اور وہاں کے ممتحن سے اجازت لے کر امتحان دے
سکتے تھے''۔یہ سنکر تمام لڑکے حیران رہ گئے کہ حضرت مولوی صاحب کو یہ کیسے

معلوم ہو گیا کہ کرفیو کی وجہ سے کس کس لڑکے نے امتحان نہیں دیا۔اور یہ کہ کون کونسا لڑکا ایسے سنٹروں میں جا کر امتحان دے آیا ہے کہ جہاں کرفیو نافذ نہیں ہے بات یہی تھی کہ شہر کے علاقہ میں کرفیو تھا اور بشیر بھٹی اس وجہ سے امتحان کا پرچہ نہیں دے سکے تھے۔لیکن ممتاز ایف سی کالج میں جا کر امتحان دے آئے تھے۔ اور وہاں کے ممتحن نے ان کا یہ عذر قبول کر لیا تھا۔کہ چونکہ اس علاقہ میں جہاں ان کا سنٹر واقع ہے۔کرفیو لگ گیا ہے۔اس لئے وہ وہاں جا کر امتحان نہیں دے سکتے۔اس کے بعد ہمارے ہوسٹل کے کسی لڑکے نے کرفیو کی بناء پر کوئی پرچہ نہ چھوڑا۔اور سول لائنز کے علاقہ میں ایف سی کالج میں جا جا کر امتحان دینا شروع کیا۔

ابھی سالانہ امتحانات شروع نہیں ہوئے تھے اور لڑکے امتحان کی تیاری میں مصروف تھے۔ایک دن حضرت مولوی صاحب نے حضرت پیر اکبر علی صاحب مرحوم کے صاحبزادے برادرم پیر محی الدین صاحب مرحوم سے (جو افسوس ایک ہوائی حادثے میں فوت ہو چکے ہیں) فرمایا محی الدین تمہارے ساتھ کمرے میں جو دوسرے صاحب رہتے ہیں وہ پڑھائی کی طرف پوری توجہ نہیں دے رہے۔بات تھی بھی اسی طرح ان کے ساتھ سید محمود اختر نامی یوپی کے ایک طالب علم رہتے تھے وہ نئے نئے احمدی ہوئے تھے۔اور زندگی وقف کرنے کے بعد سلسلہ کی طرف سے (اکنامکس) کی تیاری کر رہے تھے۔انہوں

نے فقھ ایر کا امتحان دینا تھا۔ جب محمود اختر صاحب کو اسکا علم ہوا۔ تو وہ دل میں
سخت نادم ہوئے کہ پڑھائی سے میری غفلت حضرت مولوی صاحب کے علم میں
بھی آ گئی۔ اسکے بعد انہوں نے بہت دل لگا کر پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ
نمازوں کے اوقات کے سوا کمرے سے باہر ہی نہ نکلتے۔ اس واقعہ کو چند ہی روز
گزرے تھے کہ حضرت مولوی صاحب نے پیر محی الدین مرحوم سے فرمایا
خوشی کی بات ہے تمہارے ساتھی اب پڑھائی کی طرف خوب توجہ دے رہے
ہیں۔ پیر محی الدین مرحوم صاحب نے فوراً جا کر محمود اختر سے کہا مبارک ہو تمہاری
محنت ٹھکانے لگی حضرت مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ اب محمود اختر محنت
کر رہے ہیں۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے اور لڑکوں سے بار بار ذکر کرتے تھے۔
کہ حضرت مولوی صاحب نے جہاں ایک رنگ میں سرزنش فرمائی وہاں
ساتھ ہی میری دلجوئی کا بھی خیال رکھا۔

(مسعود احمد بی۔اے اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل)

دعا کا اعجاز

میرے بچے محمد یعقوب کی پیدائش پر جب اس کا ختنہ کیا گیا تو حجام کی
غلطی سے اس کی رگیں تک کٹ گئیں۔ خون کسی صورت میں بند نہ ہوتا تھا۔ خون
کے مسلسل خارج ہونے سے بچے کی حالت غیر ہوگئی۔ دودھ پینا تو درکنار اس
میں اتنی سکت بھی نہ رہی کہ حرکت کر سکے۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔ اور بظاہر ایک

بے جان لاش کی طرح نظر آنے لگا۔ اس گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں میں اپنے مطب سے دوائی لینے کے لئے گیا۔ تو اس وقت اتفاقاً حضرت مولوی صاحب میرے مطب کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ میں نے السلام علیکم کہا اور تمام حالات بیان کر کے دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی شروع کر دی اور کافی دیر تک نہایت سوز و گداز اور انہماک کے ساتھ دعا میں مشغول رہے دعا سے فراغت کے بعد جب میں گھر پہنچا۔ اور بیوی سے کہا کہ بچے کو ذرا دودھ تو پلاؤ۔ جب اس کو ماں نے اشارہ کیا تو وہ نہایت اشتیاق سے تندرست بچے کی طرح دودھ پینے لگ پڑا۔ جیسے اسے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ میں حضرت مولوی صاحب کی دعا کے اس اعجاز کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے گہرے تعلق کا یہ کرشمہ میرے لئے بہت ایمان افروز ثابت ہوا۔

(حکیم محمد اسمٰعیل)

قبولیت دعا

۱۹۲۹ء میں میرے ہیڈ کلرک ہونے پر اسپیشل رپورٹ ہوئی تھی۔ میں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی خدمت میں دعا کیلئے لکھا۔ اس کے بعد جب میں قادیان جلسے پر پہنچا۔ تو حضرت مولوی صاحب نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ میں نے آپ کے لیے بہت دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت کامیاب کرے

گا۔چنانچہ ہر قسم کے ناموافق حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے کامیابی عطا فرمائی۔

(ملک عبدالرحمن)

دعاؤں میں شغف

میں نمازوں میں اکثر حضرت مولوی صاحب کے ساتھ کھڑا ہونے کی کوشش کرتا تھا حضرت مولوی صاحب قیام میں سورۃ فاتحہ کے الفاظ اھد نا الصراط المستقیم بار بار دہرایا کرتے تھے۔اور اس الحاح وزاری کے ساتھ اھد نا الصراط المستقیم تواتر سے دہراتے تھے کہ میں حیران ہوجاتا کہ ایک ہی آیت کو دہراتے چلے جارہے ہیں۔اور قطعاً تھکن محسوس نہیں فرماتے۔نماز سے فراغت کے بعد مسجد مبارک کی پرانی سیڑھیوں کے دروازے پر اکثر آدھ آدھ گھنٹہ تک میں نے مولوی صاحب کو ورد کرتے دیکھا دروازے کی اوپر کی چوکھٹ کا سہارا لے کر مولوی صاحب کھڑے ہیں آنکھیں نیم وا ہیں ہونٹ ہل رہے ہیں۔اور یادِ خدا میں محو ہیں اے خدا برتر بت باوش رحمت بہار۔

برتر بتِ او بارش

(سید سجاد احمد)

بچوں سے شفقت

خاکسار کو بہت چھوٹی عمر سے ہی حضرت مولوی صاحب سے ملنے

ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ جب میرے والد صاحب تبلیغ کیلئے انگلی روانہ ہوئے۔تو میں روزانہ حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں والد صاحب کے بسلامت پہنچنے کیلئے دعا کی درخواست کرنے کیلئے جایا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مولوی صاحب میری دلداری کی خاطر یہ دریافت فرماتے کہ آج ان کو روانہ ہوئے کتنے دن گزر گئے ہیں ۔اور اتنے دنوں تک انگلینڈ پہنچ جائیں گے۔وغیرہ (کیونکہ مولوی صاحب مرحوم خود اس سے قبل لندن ہوکر آئے تھے) حضرت مولوی صاحب کی باتوں سے میری افسردگی دور ہوکر مجھے قلبی اطمینان حاصل ہوتا۔اور میں مولوی صاحب کی باتیں سن کر اپنے دل میں ایک گونہ خوشی محسوس کرتا۔

(محمد اسحاق خلیل)

سادگی و بے تکلفی

جن دنوں حضرت مولوی شیر علی صاحب کا دفتر Guest House دارالانوار قادیان میں تھا۔ہم بھی والد صاحب کے ساتھ اس کے ایک حصہ میں رہائش پذیر تھے۔حضرت مولوی صاحب مرحوم سے روزانہ کافی دیر تک مستفیض ہونے کا موقعہ ملتا۔باوجودیکہ آپ ترجمہ القرآن ایسے اہم فریضہ کی انجام دہی میں مصروف تھے۔آپ نے کبھی بھی مجھے دفتر میں آنے سے نہیں روکا ۔بسا اوقات مولوی صاحب اپنی میز پر کام میں مصروف ہوتے۔اور میں زور

زور سے اپنا سبق دہرا رہا ہوتا۔ لیکن اکثر ایسا ہوا کہ اگر میں نے کہیں غلطی کی تو
مولوی صاحب نے از راہ شفقت اس کی تصحیح فرما دی۔
انہی دنوں کا ایک واقعہ ہے کہ یوم التبلیغ کے موقعہ پر ایک دفعہ میں شام
کے وقت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے نہایت شفقت
سے دریافت فرمایا کہ میاں آج تم تبلیغ کے لیے کس گاؤں میں گئے تھے یا یونہی
اِدھر اُدھر پھرتے رہے ہو۔ میں نے عرض کیا میں صبح سے بعض احباب کے ساتھ
فلاں فلاں گاؤں میں تبلیغ کرنے کے بعد ابھی واپس آیا ہوں۔ اس پر انہوں
نے اظہار مسرت فرمایا لیکن میں نے بے تکلفی کی وجہ سے یا اپنی کم عمری کے
باعث حضرت مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ آج کس گاؤں میں تبلیغ
کے لئے گئے تھے۔ تو مولوی صاحب نے میری اس جسارت پر مشفقانہ تبسم کے
ساتھ فرمایا یہ ضروری نہیں ہے کہ ملحقہ دیہات ہی میں جا کر تبلیغ کی جائے میں
سارا دن یہاں بیٹھا ہی تبلیغ کرتا رہتا ہوں۔ میں اس جواب سے بہت حیران ہوا
یہ کیسے ممکن ہے اور اپنی اس حیرانی کی وجہ سے دریافت کر بیٹھا مولوی صاحب
بھلا یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ آپ یہاں بیٹھے ہی تبلیغ کرتے رہے۔ اس پر
مولوی صاحب میری حیرانی سے اور زیادہ محفوظ ہوئے۔ اور فرمایا تم تو قادیان
کے اردگرد زیادہ سے زیادہ ۵۔۶ میل دور تک جا کر تبلیغ کرتے رہے ہو میں نے
یہاں بیٹھے بیٹھے ہندوستان کے دور دراز شہروں میں تبلیغ کی ہے بلکہ سمندر پار

تک اور وہ بھی آج ہی۔ میں اس سے ورطۂ حیرت میں پڑ گیا۔ اور بڑی بے تابی سے پوچھا بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے اس پر آپ نے اپنی میز کے ایک کونہ پر خطوط کے ایک اچھے خاصے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں نے آج دن بھر میں ہندوستان کے کئی شہروں اور لندن تک یہ تبلیغی خطوط لکھے ہیں ۔ اوران کے ذریعہ اپنے دوستوں اور واقفوں کو احمدیت کی تبلیغ کی ہے۔

(سید سجاد احمد)

روحانی عظمت

ایک دفعہ میں سرگودھا سے قادیان آرہا تھا۔ حضرت حافظ عبدالعلی صاحب (برادر اکبر حضرت مولوی شیر علی صاحب) سرگودھا میں ہی سکونت پذیر تھے۔ مجھے جب بھی سرگودھا جانے کا اتفاق ہوتا خاص طور پر حافظ صاحب موصوف سے ملاقات کرتا۔ اس دفعہ بھی جب ملاقات کے موقعہ پر ان کو میرے قادیان جانے کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے یہ پیغام دیا۔

''بھائی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے السلام علیکم عرض کردیں'' میں نے کسی قدر متعجب ہو کر عرض کیا کہ آپ تو ان سے بڑے ہیں۔ اس پر حافظ صاحب نے فرمایا۔ ''ہاں میں ان سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ لیکن بڑے وہ ہیں''

(محمد احمد جلیل)

خدمتِ خلق

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قادیان میں انفلوائزا اور ٹائیفائڈ کی وبا پھیلی۔ جس سے کثرت سے لوگ متاثر ہو رہے تھے آپ ایسے نازک وقت میں ایک مردِ مجاہد کی طرح غربا کے گھروں میں جاتے اور ان سے کہتے کہ میں نے ٹیکے منگوائے ہیں اور ڈاکٹر کو بھی بلوایا ہے۔ آپ لوگ آکر ٹیکے لگوالیں۔ چنانچہ ان ایام میں آپ ہمارے گھر میں تشریف لائے۔ اور ٹیکے لگوانے کی تاکید فرمائی۔ ہم سب نے آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ٹیکے لگوائے اور آپ کے حسنِ اخلاق اور غریب پروری کے قابلِ ستائش جذبہ کو سراہتے اور دعائیں دیتے رہے۔

(غلام رسول افغان شیر فروش)

تسبیح وتحمید کی فضیلت

ایک دفعہ میں نور ہسپتال کی گلی سے جو حضرت مولوی شیر علی صاحب کے مکان پر آکر ختم ہوتی تھی فجر کی نماز کے لئے آرہا تھا۔ کہ حضرت مولوی صاحب بھی اپنے مکان سے اسی وقت نکلے مجھے دور سے دیکھا تو ٹھہر گئے۔ جب میں ان سے السلام علیکم کہہ کر مل گیا تو آپ چل پڑے۔ مجھے فرمانے لگے کہ تسبیح وتحمید کرتے جایا کرو گو میں پہلے ہی اس میں مشغول تھا۔ لیکن امتثال امر کے طور پر ذرا بلند آواز سے کرنے لگا۔ جب ہم مسجد پہنچے تو مولوی صاحب

نے بھی نماز شروع کر دی۔اور میں نے بھی دو رکعتوں کے بعد دوبارہ دو رکعتیں شروع کر دیں ۔جب حضرت مولوی صاحب نے اپنی دو رکعتیں ختم کیں تو میں دوبارہ دو رکعتیں ختم کر چکا تھا کیونکہ آپ کی نماز لمبی ہوتی تھی۔میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اذان کے بعد سوائے دو رکعت مسنون کے کوئی مزید نماز نہیں پڑھا کرتے ۔اور وہ بھی مختصر ۔پھر فرمایا جو شخص سنن کے بعد فرض نماز تک تسبیح و تقدیس کرتا ہے وہ زیادہ ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

(حافظ عبدالرحمٰن بٹالوی)

قبولیت دعا

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا معمول تھا کہ یونیورسٹی کے امتحانات جب شروع ہوتے تھے۔تو حضرت مولوی صاحب بلا ناغہ روز تشریف لاتے۔ اورلڑکوں کی معیت میں نہایت الحاح سے دعا فرماتے۔ پھر تمام لڑکے ہال میں داخل ہو جاتے۔ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب دعا کر کے آ رہے تھے کہ ہائی سکول کے بورڈنگ کے قریب ملے میں نے عرض کیا کہ حضور میری بچی حفیظ الرحمٰن نے ایف اے فلاسفی کا امتحان دینا ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔تو وہ شفقت کا پیکر بغیر کچھ جواب دیئے میرے ساتھ ہولیا۔اور دوبارہ ہائی سکول کے برآمدہ میں پہنچ کر میری بچی کے لئے لمبی دعا فرمائی۔آپ پر خاص رقت کی

کیفیت تھی۔ دعا کے بعد فرمایا کہ آپ کی بچی کامیاب ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ
فلاسفی میں ضلع گورداسپور بھر میں فسٹ آئی۔

(حافظ عبدالرحمٰن بٹالوی)

بھائی کی محبت

ملکی بٹوارے کے بعد میں اپنی مستقل رہائش کی جگہ تلاش کرنے کے
لئے سرگودہا گیا اور مسجد احمدیہ میں مغرب کی نماز ادا کی۔ حضرت مولوی شیر علی
صاحب سے تعلق خاص کی وجہ سے گو میں آپ کے بڑے بھائی حضرت حافظ
عبدالعلی صاحب وکیل کے نام اور شکل سے تو واقف تھا۔ لیکن کافی عرصہ تک
ملاقات نہ ہو سکنے کے باعث وہ نقش کسی قدر مدہم پڑ گئے تھے۔ جب آپ نے
نماز پڑھائی۔ تو میں آپ کی قراءت کے انداز اور چہرے کے خدوخال سے
پہچان گیا کہ یقیناً آپ ہی حضرت مولوی صاحب کے بھائی ہیں۔ چنانچہ نماز
سے فراغت کے بعد میں نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ میں چونکہ
اکثر حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں رہا کرتا تھا اس لئے حضرت حافظ
صاحب نے مجھے فوراً پہچان لیا اور اپنے گھر لے گئے اب وہاں انہوں نے
حضرت مولوی صاحب کی داستانِ غم چھیڑ دی۔ ایک ایک بات تفصیل سے
پوچھتے۔ دورانِ گفتگو میں جب میں نے ان سے عرض کیا کہ حضرت مولوی
صاحب کی وصیت کے مطابق میں آپ کے غسل میں بھی شریک تھا۔ اور بیماری

کے دوران میں ادویہ وغیرہ لانے اور دیگر امور کی سرانجام دہی بھی میرے سپرد تھی۔تو آپ پر عجیب غم آگین کیفیت طاری ہوگئی۔اور قطرات اشک آپ کی آنکھوں سے گرنے لگے۔ پھر کسی قدر بھرائی ہوئی آوز میں فرمایا ذرا اپنے ہاتھ میری طرف کرو۔ جب میں نے ہاتھ بڑھادیئے تو آپ کافی دیر تک ان کو اپنے ہاتھوں میں دبا کر اشتیاق وحرماں کے مخلوط جذبات کے ساتھ چومتے اور دعائیں دیتے رہے۔اور بار بار یہ فرماتے کہ یہ ہاتھ میرے بھائی کی تیمارداری میں مصروف رہے ہیں جس کا مجھے موقعہ میسر نہ آسکا۔اور انہی جذبات کی کشمکش میں آپ نے تمام رات آنکھوں میں کاٹ دی اس وقت مجھ پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا۔کہ حضرت حافظ صاحب اگرچہ حضرت مولوی صاحب کے بڑے بھائی تھے۔لیکن آپ کے زہد وتعبد اور علم وفضل کے باعث آپ کے دل میں مولوی صاحب کا کتنا احترام موجود تھا۔

(عبدالمنان میر)

دعائے مستجاب

میں حضرت مولانا شیر علی صاحب کی ڈاک وصول کرنے پر مامور تھا موسم گرما میں مولوی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ڈلہوزی تشریف لے گئے۔اور میں ڈلہوزی کے پتہ پر آپ کو ڈاک بھیجنے کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔انہی ایام میں باہر سے ایک دوست کا خط آیا جس

میں مختصراً حضرت مولوی صاحب سے دعا کی درخواست تھی۔ باقی نصف خط خالی پڑا تھا۔

1937ء سے 1942ء تک چونکہ میری زندگی کی کل کائنات ایک لڑکی تھی۔ اور میں نرینہ اولاد کا بے حد خواہشمند تھا۔ اس لئے کارڈ کے بقیہ نصف حصہ پر میں نے اس مقصد کے پیش نظر اپنے لئے دعا کی درخواست کر دی۔ تین چار روز کے بعد حضرت مولوی صاحب کا جواب آیا جس میں تحریر تھا کہ:۔

''میں نے دعا کی ہے خدا تعالیٰ آپ کو نرینہ اولاد عطا کریگا انشاءاللہ''

چنانچہ آپ کی اس دعا نے قبولیت کا مقام حاصل کیا۔ اور خدا نے اپنے فضل سے مجھے جلد ہی ایک لڑکا عطا فرمایا۔ **فالحمد لله علی ذالک**

(ماسٹر محمد ابراہیم آف بھامبڑی)

طلب مغفرت

ایک دفعہ مسجد مبارک میں ظہر کی نماز کے بعد مجھے خیال آیا کہ دیکھوں حضرت مولوی صاحب نماز کے بعد کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں سنتوں سے فارغ ہو کر اسی انتظار میں بیٹھا رہا۔ حضرت مولوی صاحب نے پہلے تو نہایت سکون و اطمینان سے سنتیں ادا فرمائیں۔ پھر اس کے بعد دو نفل پڑھے۔ اور مسجد مبارک کی اندرونی سیڑھیوں سے اتر کر گھر تشریف لے جانے لگے۔ حضرت مولوی صاحب ابھی دو چار سیڑھیاں ہی اترے ہوں گے کہ یک دم میرے دل

میں خیال آیا کہ اب حضرت مولوی صاحب کا سیڑھیوں سے اترنے کا طریق بھی دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ میں آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ دو سیڑھیاں اترتے اور دیوار کے ساتھ ہاتھ کا سہارا لے کر تھوڑی دیر تک نہایت الحاح ورقت کے ساتھ استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیه کئی مرتبہ پڑھتے پھر دو سیڑھیاں اترتے اور نہایت خشوع وخضوع سے ان دعائیہ کلمات کا ورد فرماتے۔ چنانچہ اسی عالم میں آپ نے وہ تمام سیڑھیاں طے کیں۔

(ماسٹر محمد ابراہیم بھامبڑی)

احتیاط

1936ء کی بات ہے جس روز حضرت مولوی شیر علی صاحب لنڈن تشریف لے جارہے تھے۔ اس وقت آپ کے عقیدت مندوں کا ایک ہجوم آپ کو اپنی دلی محبت کے پھول پیش کرنے اور الوداعی سلام کہنے کے لئے بٹالہ تک گیا۔ سامان وغیرہ کا انتظام آپ کے صاحبزادے مکرم عبدالرحیم صاحب اور مکرم مولوی محمد احمد صاحب جلیل کے سپرد تھا۔ انہوں نے حضرت مولوی صاحب کی سہولت کے مدنظر (تا کہ آپ بھول نہ جائیں اور تالا وغیرہ کھولنے میں دقت کا سامنا نہ ہو) تالے اور چابی ہر دو پر نمبر لگادیئے۔ اور ایک پاکٹ بک میں تمام سامان کی فہرست بھی لکھ دی۔ نیز چابیوں کے نمبروں کے متعلق بھی تحریر کردیا۔ چنانچہ خدا حافظ کہتے وقت میں نے حضرت مولوی صاحب کی

خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا اس پاکٹ بک میں اپنا نام لکھ دیں۔ تا کہ مجھے یاد رہے۔ چنانچہ میں نے ذیل کے الفاظ لکھ دیئے۔

''سید شاہ محمد واقف زندگی کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں''

قرضہ سے نجات کی دعا

میں عموماً حضرت مولوی شیر علی صاحب کی خدمت میں قرضہ سے نجات کے لئے دعا کی درخواست کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ قرضہ سے سبکدوش ہونے کا بہترین طریق حضور سرور کائنات ﷺ کی یہ دعا ہے۔

''اللھم انی اعوذبک من الھم والحزن و اعوذبک من العجز و الکسل و اعوذبک من الجبن و البخل و اعوذبک من غلبة الدین و قھر الرجال اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک و اغنی بفضلک عمن سواک''

لیکن آپ نے مزید تاکید یہ فرمائی جہاں اعوذبک آئے وہاں نعوذبک پڑھا کریں۔ اوراس طرح مجھے بھی اس دعا میں شامل کرلیا کریں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ میری مشکلات کو بھی دور فرمائے۔

(ظفر الاسلام انسپکٹر بیت المال)

نماز کے بعد دعا

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ باہر تشریف لے گئے تھے اور حضرت مولوی صاحب امیر مقامی تھے۔ایک روز صبح کی نماز کے بعد میں نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ آئیں ذرا مل کر دعا کر لیں۔حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ:

''نماز میں دعا کر لی ہے۔نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی اب کوئی ضرورت نہیں''

مجھے اس وقت خیال آیا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد دعا کو پسند نہیں فرمایا۔اس لئے حضرت مولوی صاحب نے بھی امیر ہونے کی حیثیت سے اس امر کو پسند نہ کیا۔تا میرے اس طرح دعا کرنے سے کوئی غلط نمونہ قائم نہ کر لے۔

(چوہدری غلام سرور باجوہ)

دعا کا اثر

حضرت مولوی صاحب ایک دفعہ موضع پھلرواں تشریف لائے۔ ایک غیر احمدی عورت کی شادی ہوئے چھ سات برس کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ لیکن وہ اولاد سے محروم تھی۔عورت کو جب آپ ایسی بزرگ ہستی کی آمد کا علم ہوا

تو کہنے لگی سنا ہے مولوی صاحب بڑے بزرگ آدمی ہیں۔ ان سے مجھے اولاد کا کوئی تعویذ ہی لے دیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب تعویذ تو نہیں دیتے۔ البتہ دعا کے لئے کہوں گا۔

چنانچہ جب آپ واپس جانے لگے۔ تو اسٹیشن پر پہنچ کر میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ نے وہیں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ آپ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ قریباً ایک سال کے اندر ہی خدا نے اس کو لڑکا عطا فرمایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح معجزانہ طور پر بچے کا ہونا یقیناً حضرت مولوی صاحب کی دعا کے اثر کے تحت تھا۔

(محمد حسین جہلمی ٹیلر ماسٹر)

صحابہؓ کے نقشِ قدم پر

حضرت مولوی شیر علی صاحب کو چہل حدیث جو حضرت علیؓ سے مروی ہیں۔ اور جن کا آغاز لیس الخبر کالمعائنة سے ہوتا ہے مسلسل سند کے ساتھ یاد تھیں۔ آپ نے حضرت منشی محمد الدین صاحب واصل باقی نویس مرحوم سے (جو قادیان میں درویشی کی حالت میں فوت ہوئے) اور انہوں نے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب سے حاصل کی تھیں۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ اسناد حضرت علیؓ کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک بغیر کسی کتاب کے واسطہ سے یاد تھا۔ چنانچہ آپ نے جہاں اور دوستوں کو چہل حدیث مسلسل سند کے ساتھ زبانی یاد

کرائی تھیں۔ان میں خاکسار کو بھی یہ سعادت نصیب تھی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک مرتبہ کوئی سند یا حدیث میرے ذہن سے اتر گئی۔جس کا میں نے حضرت مولوی صاحب سے ذکر کرتے ہوئے عرض کیا۔ کہ میں اسے بعد میں کتاب کی مدد سے یاد کرلوں گا۔تو اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کتاب سے تو ہر ایک یاد کرسکتا ہے۔اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلسل سند کے ساتھ زبانی تحصیل کی خصوصیت قائم نہیں رہتی۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب کا یہ معمول تھا کہ آپ پڑھنے والوں کو بڑے تعہد کے ساتھ پہلے پوری سند یاد کراتے۔اور اس کے بعد چالیس احادیث یاد کراتے۔پھر تسلی اور احتیاط کے مدنظر کئی بار سنتے۔تا کہ سند یا روایت میں کسی لفظ کی کمی بیشی یا تقدیم وتاخیر نہ ہو جائے۔

اسی تعلق میں مجھے یہ بھی یاد ہے کہ آپ حضرت منشی محمد الدین صاحب مرحوم کے ساتھ خاص طور پر واصل الباقی کا لفظ فرمایا کرتے تھے۔اس کی تشریح یوں فرمایا کرتے تھے۔کہ منشی صاحب محکمہ مال میں واصل باقی نویس تھے۔اسی مناسبت سے انہوں نے یہ لفظ اپنے نام کے ساتھ بطور تفاول چسپاں کرلیا تھا۔ اور لفظ ''الباقی'' سے ان کا اشارہ ذات الٰہی کی طرف تھا۔اس لئے حضرت مولوی صاحب سند میں یہ لفظ ضرور ان کے نام کے ساتھ قائم رکھتے۔

(محمد احمد جلیل)

دُعا

حضرت ابا جی ایک دفعہ والدہ صاحبہ سے ذکر کر رہے تھے۔ کہ جب
بچے کی ولادت پر دیر تک اس بات کی خبر نہ ہو سکی کہ آیا ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا
لڑکی تو میں بغیر کسی قسم کے تردد کے خداتعالیٰ کے حضور دعاؤں میں لگ گیا۔ تا دعا کا
موقعہ ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ تب میں نے ملی جلی دعائیں کیں۔ وہ دعائیں
بھی کیں جو ایک بیٹی کے لیے ہونی چاہییں تھی اور وہ دعائیں بھی کیں جو ایک
بیٹے کے لیے ہونی چاہییں۔ اب میں غور کرتا ہوں کہ آیا میری دعائیں جو اس
بچہ سے متعلق تھیں پوری ہوئیں؟ تو میرا دل خداتعالیٰ کی بارگاہ میں تشکر و امتنان
کے جذبات سے لبریز ہو کر جھک جاتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ خداتعالیٰ نے
مجھے عجیب رنگ میں دعائیں کرنے کی توفیق بخشی اور پھر ان ہر قسم کی دعاؤں کو
جو ملے جلے رنگ میں کی گئیں شرفِ قبولیت بخشا۔

حضرت ابا جی نہ صرف خود اپنی اولاد کے لیے دعا کیا کرتے تھے بلکہ دیگر
بزرگانِ سلسلہ سے دعا کرانا بھی آپ کا نمایاں وصف تھا۔ اور سب سے بڑھ کر
یہ کہ آپ اپنی اولاد کو بھی مختلف رنگوں میں دعائیں کرنے کی تلقین فرمایا کرتے
تھے۔ تا وہ ہر وقت دعائیں کرنے کی عادت ڈالیں۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت ابا
جی نے اپنے بچوں سے اس بچے کے لیے ایک انعام تجویز کیا۔ جو ان کو وہ بات
بتلائے۔ جو ان کے اپنے دل میں ہے کہ بچے اپنے والدین کی کس طرح

بہترین رنگ میں خدمت کر سکتے ہیں؟

سب بچوں نے اپنے اپنے قیاسات دوڑائے۔اور مختلف خدمت کے طریقے جوان کے ذہن میں آ سکے۔آپ کے سامنے بیان کیے لیکن بالآخروہ بچہ بازی لے گیا جس نے یہ بتلایا کہ ہم صرف دعاؤں کے ذریعہ سے اپنے والدین کی بہترین رنگ میں امداد کر سکتے ہیں۔یہ محض ایک مختصر سا واقعہ ان دلچسپ طریقوں میں سے ایک ہے جو آپ اپنی اولاد میں نیکی کا بیج بونے اور صحیح رنگ میں تربیت کرنے کے لیے اختیار کرتے تھے۔

(امتہ الرحمٰن عمر ایم۔اے)

دعائے مستجاب

ایک دفعہ میرا بھائی سراج الحق موضع کوٹ کپورہ ضلع فریدکوٹ ایک خطرناک قسم کی مرض میں مبتلا ہو کر عرصہ دراز تک صاحب فراش رہا۔یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا۔اس تشویشناک اور مایوس کن حالات میں میری قلبی تسکین کا موجب صرف دعا تھی چنانچہ میں نہایت باقاعدگی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ، حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت مولانا راجیکی صاحب کی خدمت میں دعائیہ خطوط تحریر کرتا رہا۔حضرت مولوی شیر علی صاحب کو میں نے ذرا تفصیل کے ساتھ اپنے بھائی کی بیماری کے تمام حالات تحریر کیے تھے۔آپ

نے اپنے خط میں مجھے ایک دعا لکھ کر ارسال فرمائی۔ اور ایک ہدایت کی کہ اس دعا کو ہر روز بلا ناغہ مریض پر پڑھ کر دم کیا کرو۔ چنانچہ میں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں بالالتزام نماز کے بعد آپ کے بتائے ہوئے دعائیہ کلمات کو پڑھ کر اپنے ہاتھوں میں دم کرتا۔ اور پھر مریض کے تمام جسم پر پھیرتا۔ اس عمل سے دن بدن مریض کی حالت بہتر ہوتی چلی گئی۔ اور خدا کے فضل سے پانچ سات روز میں ہی بیماری کی حالت خطرہ سے باہر ہوگئی۔ اور سرعت سے صحت کے آثار نمودار ہونے شروع ہوگئے۔ چنانچہ میرا بھائی اب تک زندہ موجود ہے۔ اور ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا اپنی ملازمت سے فارغ ہوا ہے الحمد للہ علیٰ ذالک۔ دعائیہ کلمات یہ ہیں۔

بسم اللہ الشافی ۔بسم اللہ الکافی ۔بسم اللہ الغفور الرحیم ۔بسم اللہ البر الکریم ۔یا حفیظ یا عزیز یا رفیق ۔یا رب اشف سراج الحق ۔سبحان اللہ و بحمدہ وسبحان اللہ العظیم ۔اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ ال محمد انک حمید مجید.

(شیخ فضل حق شاد باغ لاہور)

دعا میں شمولیت

کافی عرصہ کی بات ہے جبکہ میں ابھی میٹرک سے فارغ ہو کر علی گڑھ کالج میں داخل ہونے کی تیاری میں مصروف تھا ایک روز میں نے حضرت

مولوی شیر علی صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ آپ میرے استاد ہیں مجھے کوئی ایسی دعا بتائیں جو میں آپ کے لیے بالالتزام جاری رکھ سکوں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے مجھے ایک دعا بتلائی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

''اللھم اغفر لی ولاخی وادخلنا فی رحمتک وانت ارحم الرحمین''

ترجمہ: اے خدا مجھے اور میرے بھائی کے گنا بخش۔ اور ہمیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور تو بے انتہا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت مولوی صاحب نے مجھے دعا محض اپنے لیے نہیں بتلائی بلکہ مجھے بھی اپنی دعا میں شریک کر لیا۔ جیسا کہ ولاخی کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

(قاضی محمد عبداللہ بی۔ اے بی ٹی)

زور دعا

ایک دفعہ میری اہلیہ بعارضہ ڈبل نمونیہ بیمار ہوگئیں۔ ہر قسم کے علاج کے باوجود شفا کی کوئی صورت نظر نہ آئی بلکہ روز بروز طبیعت زیادہ ہی بگڑتی چلی گئی۔ میں نے سوچا اب سوائے دعا کے اور کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ میں حضرت مولوی شیر علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیماری کی تفصیل عرض کر کے دعا کی درخواست کی۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا بہت اچھا میں دعا کروں گا''۔

دوسرے روز حضرت مولوی صاحب میری دوکان پر تشریف لائے
اور مریضہ کا حال دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا پہلے سے افاقہ ہے۔ حضرت
مولوی صاحب نے میری پریشانی کے مدنظر مجھے مزید تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔
آپ گھبرائیں نہیں میں دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ صحت دے گا۔ (انشاء اللہ)
تیسرے روز پھر حضرت مولوی صاحب میری دوکان پر تشریف لائے اور مریضہ
کے متعلق پوچھا میں نے عرض کیا اب تو قریباً آرام ہی آگیا ہے۔
حضرت مولوی صاحب بڑی شفقت سے میری ڈھارس بندھاتے
ہوئے واپس تشریف لے گئے۔

(عبدالکریم ٹیلر نومسلم)

قبولیت دعا کے گُر

مجھ پر ایک دفعہ شدید مالی تنگی کا دور آیا۔ میں نے حضرت مولوی شیر علی
صاحب کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ تا اللہ تعالیٰ میری موجودہ
اقتصادی بدحالی کو دور فرما کر اپنے فضل سے کشائش کے سامان پیدا کردے۔
حضرت مولوی صاحب نے فرمایا قبولیتِ دعا کا مجرب طریق یہ ہے۔ کہ آپ
میرے لئے دعا کریں۔ میں آپ کے لئے دعا کرونگا۔ یہ کہہ کر آپ مجھے ایک
ہوٹل پر لے گئے۔ اور فرمایا آپ یہاں سے سالن اور روٹی میں سے کوئی چیز
خریدیں۔ چنانچہ میں نے وہاں سے دو روٹیاں خریدیں۔ اور آپ نے سالن،

روٹیاں آپ نے خود پکڑ لیں اور سالن مجھے دے دیا۔ ریتی چھلہ کے قریب ایک معذور بڈھا بیٹھا کرتا تھا۔ آپ اس کو روٹیاں دے کر فرمانے لگے یہ حکیم صاحب کی طرف سے ہیں۔ میں نے فوراً اس کی طرف سالن بڑھا کر کہا یہ حضرت مولوی صاحب کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد حضرت مولوی صاحب مجھے فرمانے لگے۔ دعا سے قبل صدقہ وخیرات کرنا دعا کی قبولیت کے امکانات کو زیادہ قوی کر دیتا ہے۔

حکیم صاحب کہتے ہیں کہ اس شب جب میں دعا کے لئے کھڑا ہوا تو مجھے خوب توجہ اور انہماک سے دعا کی توفیق ملی۔ اور ایسے ایسے بزرگوں کے لئے دعا کی جن کے متعلق دعا کا مجھے کبھی خیال تک نہ آیا تھا۔ اس طرح انابت الی اللہ اور تضرع سے جلد ہی میرے حالات بدلنے شروع ہو گئے۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے اس مالی بحران سے نجات دیدی فالحمد اللّٰہ علی ذالک۔ (حکیم عبید اللہ رانجھا)

دعا پر یقین

1939ء کی تعطیلات میں حضرت مولانا شیر علی صاحب نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ تم ان دنوں فارغ ہو۔ ترجمۃ القرآن انگریزی کے دفتر میں آجایا کرو۔ چنانچہ اس طرح مجھے آپ کی خاص شفقت سے تقریباً پندرہ بیس روز تک آپ کی پاکیزہ صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقعہ مل گیا۔ ان دنوں آپ کی

آنکھیں دکھتی تھیں۔ اس لئے آپ مجھی سے آیات کا ترجمہ انگریزی (ٹائپ شدہ) پڑھواتے۔ اور پھر خود بھی نوٹ لکھوایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی کاغذات Compare (مقابلہ) کرنے کے لئے بھی دیتے۔

اس مختصر عرصہ میں آپ کی سیرت کے بعض پہلوؤں نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا۔ اور میرے دل کی گہرائیوں میں آپ کی قدر ومنزلت کو جاگزین کر دیا۔

اول یہ کہ آپ ترجمۃ القرآن کا کام شروع کرنے سے پیشتر وضو کرتے اس کے بعد اس کثرت سے تسبیح، استغفار اور دعا کرتے تھے۔ کہ میں یہ منظر دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ اور سوچتا کہ آپ اتنی لمبی دعاؤں کے ساتھ اس عظیم الشان کام کو کس طرح ختم کر سکیں گے۔

حضرت مولوی صاحب مجھ ناچیز کو بھی جو اس وقت کم عمر ہونے کے علاوہ محض ایک طالب علم کی حیثیت رکھتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ "دعا کرو خدا تعالیٰ میرے گناہ معاف فرمائے۔ اور ترجمۃ القرآن کا کام جلد ختم ہو جائے"۔ بعض اوقات فرمایا کرتے کہ

"ترجمہ انگریزی کے لئے ضرور دعا کیا کرو۔ تمہارا بھی اس میں حصہ ہے"۔

میں آپ کی اس بات پر شرمندہ ہو جاتا۔ اور عرض کرتا کہ میں کس

طرح اس عزت افزائی کا حصہ دار ہوسکتا ہوں تو فرمایا کرتے کہ

''ایک دن کے کام کا بھی درجہ ہوتا ہے۔ اور تم نے تو پندرہ دن تک قرآن کریم کی خدمت کی ہے''۔

(ناصر الدین چوہدری)

دعا کا اعجاز

قادیان سے سب سے پہلا قافلہ مورخہ 25 یا 26 اگست 1947ء کو آیا تھا اس میں حضرت مولوی شیر علی صاحب اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب مدظلہ بھی تھے۔ بعض اور دوستوں کے ہمراہ خاکسار کو بھی اس قافلہ میں بھیجا گیا تھا۔ جب ہم لاہور پہنچے تو حضرت مولوی صاحب اور حضرت مفتی صاحب کے ٹھہرنے کا انتظام احمدیہ ہوسٹل لاہور (ڈیوس روڈ) میں کیا گیا۔ میں بھی اہل و عیال کے ساتھ ان کے متصل ہی ایک کمرہ میں فروکش ہوا۔ صاحبزادہ میاں عبدالمنان صاحب عمر سلمہ چونکہ ابھی تک قادیان ہی میں تھے۔ اس لئے آپ کی بیگم صاحب بھی اپنے والد بزرگوار حضرت مولوی صاحب کے ہمراہ تھیں۔ ان کے چھوٹے بچے ہبۃ المنان کو (جو اس وقت گودی میں تھا) ایک روز تیز بخار ہوا۔ اس بے سروسامانی کی حالت میں حضرت مولوی صاحب اور بچے کی والدہ سخت پریشان اور مشوش ہوئے۔

میری اہلیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے کمرہ میں سے

جھانک کر باہر دیکھا۔ حضرت مولوی صاحب برآمدہ میں کھڑے تھے۔ آپ کے پاس ہی خادمہ ہبۃ المنان کو گود میں لئے کھڑی تھی۔

حضرت مولوی صاحب سورۃ فاتحہ بار بار پڑھتے۔ اور اس بچے پر پھونکتے جاتے تھے۔ آپ قریباً ہر آیت کو دہراتے۔ اور ایاک نستعین تو نہایت الحاح کے ساتھ آنکھیں بند کئے ربودگی کی حالت میں بار بار پڑھ رہے تھے۔

میری اہلیہ نے مجھے یہ بھی بتایا کہ میرے دیکھنے کے بعد پورے ایک گھنٹہ تک حضرت مولوی صاحب برابر اسی طرح سورہ فاتحہ پڑھتے رہے۔ اور اس سے قبل نہ معلوم آپ کتنی دیر سے پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران میں حضرت مفتی صاحب تشریف لائے۔ اور السلام علیکم کہا۔ جس پر حضرت مولوی صاحب نے آنکھیں کھول دیں۔ اور وعلیکم السلام کہنے کے بعد پھر اسی طرح پڑھنے میں منہمک ہو گئے۔ اور معلوم نہیں کتنی دیر تک اس طرح پڑھتے رہے۔

میری اہلیہ کہتی ہیں اسی روز میں بچے کی عیادت کے لئے حضرت مولوی صاحب کے ہاں گئی۔ اس وقت بچے کا بخار خدا کے فضل سے اتر چکا تھا۔
(محمد احمد جلیل)

قبولیت دعا کا گر

حضر مولوی شیر علی صاحب کا یہ عام معمول تھا کہ مختلف پریشان حال

دوستوں اور حاجت مندوں کے لئے جن کے آپ کو خط موصول ہوتے۔ یا خود
مل کر دعا کی درخواست کرتے۔ خود بھی دعا فرماتے اور دوسرے دوستوں میں بھی
دعا کی تحریک فرماتے۔ حتیٰ کہ مجھ جیسے ناچیز کو بھی جب اس خدمت سے نوازتے
تو میں محجوب سا ہو جاتا۔ یہ دیکھ کر حضرت مولوی صاحب فرماتے کہ۔

''دوسروں کے لئے دعا کرنے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے اور زیادہ سے زیادہ دعا کی توفیق ملتی ہے''۔

(محمد احمد جلیل)

لفافہ کھولتے وقت دعا

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا یہ عام معمول تھا کہ جب ڈاک آتی تو لفافہ چاک کرتے وقت یہ دعا پڑھنا شروع کر دیتے۔

اللھم خیرٌ لنا و شرٌّ لا عدائنا

ترجمہ: اے خدا بہتری ہمارے لئے ہو۔ اور برائی ہمارے دشمنوں کے لئے۔

(شیخ عبدالقادر مبلغ سلسلہ)

قبولیت دعا

غالباً 1943ء کا ذکر ہے کہ مجھے میٹرک کے امتحان میں شریک ہونا تھا۔ لیکن 5-6 کا طویل عرصہ بے مصرف گزر جانے کے باعث میری ہمت

جواب دے رہی تھی۔ اور میں عجیب قسم کی ذہنی پریشانی میں مبتلا تھا۔ ان دنوں
میری رہائش " بیت الظفر " کوٹھی چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب (دارالانوار)
میں تھی۔ اور حضرت مولوی صاحب Guest House میں ترجمۃ القرآن
کا کام کرتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب کے ساتھ قرابت نیز مہربانی وتلطف
کے تعلق خاص کی وجہ سے ان کو میرے تمام حالات کا بخوبی علم تھا۔ آپ چاہتے
تھے کہ میں میٹرک کے امتحان میں ضرور شریک ہوں۔ چنانچہ آپ کے ہمت
دلانے پر میں نے لیٹ فیس کے ساتھ داخلہ بھیج دیا۔ آپ نے مجھے تاکید فرمائی
کہ جب پہلا پرچہ ہو جائے تو مجھے بتانا کیسا ہوا ہے۔ میں انشاء اللہ دعا کرونگا۔ تم
بغیر کسی فکر کے دل جمعی کے ساتھ امتحان دیتے جاؤ۔ جب میں انگلش کا پرچہ
دے کر آیا تو نہایت مایوسی کے لہجہ میں حضرت مولوی صاحب سے ذکر کیا کہ
صرف دو چار نمبر کا پرچہ کر سکا ہوں۔ ۔

آپ اس وقت اپنے گھر کے چبوترہ پر تشریف فرما تھے۔ میری
کارگزاری سن کر مسکرائے۔ اور فرمایا میں نے تمہارے لئے خاص دعا کی ہے
مجھے بتایا گیا ہے کہ "مجید کو کہو کہ پرچوں پر رول نمبر تو لکھ آئے۔ باقی ذمہ داری
ہم لے لیں گے"۔ نیز یہ بھی فرمایا جب تک نتیجہ نہ نکلے اس بات کا کسی سے ذکر
نہ کریں۔

یہ حقیقت ہے کہ میرے تمام پرچے نہایت ہی خراب ہوئے تھے جن

میں سے کسی ایک میں بھی کامیابی کی امید نہیں تھی۔ لیکن میری حیرانی کی حد نہ رہی۔ جب میٹرک کا نتیجہ نکلا۔ تو میں 444 نمبر لے کر سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوا۔

(چوہدری عبدالمجید سیال بی۔اے۔ایل ایل بی)

دعائے مستجاب

میرے ایک عزیز جو حضرت مولوی شیر علی صاحب کی ملاقات سے قبل کئی ایک روحانی اور دنیوی کمزوریوں مثلاً نمازوں میں سستی اور تلاش معاش میں کوتاہی وغیرہ امراض کا شکار تھے۔ صرف چند روز تک آپ کی صحبت اختیار کرنے کی وجہ سے خدا نے نہ صرف ان کی کوتاہیوں کو دور فرما دیا۔ بلکہ ایک باخدا انسان بنا دیا۔

ایک دفعہ ان کو بسلسلہ ملازمت سمندر پار جانا پڑا۔ وہاں آپ عرصہ دراز تک لا پتہ ہو گئے۔ اس طویل انتظار نے عزیز و اقارب کو ان کی زندگی سے مایوس و نا امید کر دیا۔ لیکن اس عرصہ میں میں نے جب بھی حضرت مولوی شیر علی صاحب سے ان کی خاطر دعا کے لئے عرض کی۔ آپ فرماتے میں نے دعا کی ہے وہ خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔

حضرت مولوی صاحب کے اس فقرہ میں مجھے وثوق کا ایک بحر بیکراں نظر آتا۔ جیسے آپ کشف میں تمام حالات دیکھ کر بتا رہے ہوں۔ چنانچہ قریباً چار

یا پانچ سال کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے ہمیں آپ کی خیریت کی [illegible] بھی
مل گئی۔ اور آپ غالباً 1945ء میں بعافیت واپس تشریف لے آئے۔
(چوہدری شبیر احمد بی۔ اے)

درگزر

ایک مرتبہ میں ریتی چھلہ میں بڑے درخت کے قریب سے گزر رہا تھا
وہاں چند لڑکے گلی ڈنڈا کھیل رہے تھے۔ اسی اثناء میں حضرت مولوی شیر علی
صاحب اپنے گھر کی طرف جاتے ہوئے وہاں سے گزرے۔ آپ نے ابھی
دس پندرہ قدم کا فاصلہ ہی طے کیا ہوگا۔ کہ کھیل میں ایک لڑکے نے اس زور سے
ڈنڈے سے گُلی کو مارا کہ وہ سنسناتی ہوئی سیدھی آپ کی پنڈلی پر آن لگی۔ میں
قریب ہی تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ اور اسی غصے کے عالم میں
میں نے ہاتھ کے اشارہ سے اس لڑکے کو آواز دی ''ادھر آؤ'' حضرت مولوی
صاحب نے میری آواز سن کر فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا اور فرمایا۔ ''بچوں کو مارنا ٹھیک
نہیں صرف سمجھا دیں کہ گزرگاہوں پر نہ کھیلا کریں''۔

(عبدالسلام اختر ایم۔ اے)

چشم پوشی

ایک دفعہ صادق لائبریری میں بیٹھے ہوئے میں مطالعہ میں مصروف

تھا۔ (ان دنوں برسات کا موسم تھا اور بادل چھائے ہوئے تھے) اور حضرت مولوی شیر علی صاحب اپنے تحریری کام میں مشغول تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کسی کام کے لئے باہر جانے لگے۔ تو اپنی چھتری میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا دھیان رکھیں۔ میں بہت اچھا کہہ کر پھر مطالعہ میں محو ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت مولوی صاحب تشریف لائے۔ اور دریافت فرمایا کہ یہاں میری چھتری پڑی تھی وہ نہیں ملتی۔ تب مجھے یاد آیا کہ چھتری کی نگرانی تو میرے سپرد تھی۔ میں نے اپنے نسیان کا عذر کرتے ہوئے عرض کیا کہ مجھے چھتری کی حفاظت کا خیال نہیں رہا۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ کون صاحب چھتری لے گئے ہیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

''دراصل مطالعہ کتب ایسی ہی محویت سے ہونا چاہیے''

دوسرے روز حضرت مولوی صاحب کو وہ چھتری تو مل گئی۔ لیکن آج تک حضرت مولوی صاحب کی اس چشم پوشی اور بردباری کی یاد میرے دل سے فراموش نہیں ہو سکی۔

(تاج الدین لائل پوری)

خدا کے لئے محبت

حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وفات کے بعد جماعتی اختلاف کی بنا پر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت سے مشرف نہ ہو سکا۔ اور لاہور میں چلا

آیا۔ پھر ایک طویل عرصہ کے بعد غالباً 1920ء میں حضرت خلیفہ اول کے گھر کسی شادی کی تقریب پر میرا قادیان آنا ہوا۔ اس مختصر عرصہ قیام میں ایک روز راستہ میں حضرت مولوی شیر علی صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ نے ازراہ ہمدردی مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

''ماسٹر صاحب بعض لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی خدمات ہوئی ہیں کہ ان میں کوئی کمزوری بھی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ لیکن ہمیں بڑی احتیاط کرنی چاہیے کہ ہم سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو۔ آپ کو بیعت کر لینی چاہیے۔ اور مولوی صاحب کی ریس نہیں کرنی چاہیے''۔

میں سمجھ گیا کہ حضرت مولوی صاحب کا پہلا اشارہ مولوی محمد علی صاحب کی طرف ہے۔ اور دوسرا اشارہ میری طرف ہے۔

چنانچہ اس نصیحت نے میرے دل کی گہرائیوں میں ایسا پائدار اثر چھوڑا کہ بالآخر مجھے خدا کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیعت کی توفیق نصیب ہوئی۔ فالحمد لله على ذالك

(ماسٹر فقیر اللہ)

عشقِ الٰہی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا ذکر ہے۔ مجھے اکثر یہ دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نماز عشاء کے بعد کافی دیر

تک نوافل میں مشغول رہتے۔ آپ کا معمول تھا کہ نوافل میں انہماک اور توجہ کے باعث بہت لمبا سجدہ ادا کرتے۔ اور نماز کو کافی طول دینے کی وجہ سے اکثر آپ یہ بھول جاتے تھے کہ دو رکعتیں پڑھ چکے ہیں یا ایک اس وقت میں نے اس امر کا خاص طور پر مشاہدہ کیا کہ آپ کی طبیعت ہمیشہ کمی کی طرف ہی راغب ہوتی تھی۔ اگر دو رکعت پڑھ کر بھول جاتے۔ تب بھی آپ ایک ہی سمجھتے۔ تا محبوب حقیقی کے حضور یہ روح پرور لمحات اور طول کھینچیں۔ پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ آپ وتروں کی ادائیگی میں دو رکعتیں الگ اور ایک الگ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب بھی حضور کے تتبع میں ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(ماسٹر فقیر اللہ)

خشیۃ اللہ

جن دنوں حضرت مولوی شیر علی صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر کے عہدہ پر فائز تھے۔ بعض دفعہ اساتذہ اپنی کلاس کے کسی لڑکے کو سکول کا کام نہ کرنے یا کسی اور شرارت وغیرہ کی بناء پر حضرت مولوی صاحب کے پاس تنبیہ کے لئے بھیج دیتے۔

ایسے مواقع پر حضرت مولوی صاحب کے لئے بڑی مشکل کا سامنا ہوتا تھا۔ اگر ایک طرف آپ کی طبعی نرمی سزا سے مانع ہوتی تو دوسری طرف

ڈسپلن کے قیام کے لئے سزا دینا بھی ضروری ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب کا یہ طریق ہوتا تھا کہ

اول: تو اس طالب علم کے ہاتھ پر چھڑی آہستہ مارتے

دوم: ہر چھڑی کے ساتھ **استغفر اللہ** کا ورد بھی جاری رکھتے۔ سزا کا یہ انوکھا طریق ہے۔ جس میں **خشیتہ اللہ** کی لطیف جھلک پائی جاتی ہے۔ آپ کی روح پر سلامتی ہو۔ آمین

(ماسٹر فقیر اللہ)

شعائر اللہ کا احترام

جس خطبہ جمعہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا میرے والد صاحب اس خطبہ میں موجود تھے۔ اس کے ایک دو دن بعد کا ذکر ہے۔ کہ میں اور میرے والد صاحب بازار سے گزر رہے تھے کہ راستہ میں حضرت مولوی شیر علی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مولوی صاحب نے عند الملاقات میرے والد صاحب سے دریافت فرمایا۔

کیا آپ خطبہ جمعہ میں موجود تھے۔ جس میں حضرت صاحب نے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا تھا۔ میرے والد صاحب نے جواب دیا کہ خدا کے فضل سے میں موجود تھا۔ یہ الفاظ سن کر حضرت مولوی صاحب نے

فرطِ مسرت سے میرے والد صاحب کو گلے لگا لیا۔ اور فرمایا آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ اس عظیم الشان تقریر پر موجود تھے۔ یہ مواقع بار بار نہیں آیا کرتے۔

(غلام احمد بدوملہوی)

احترام مساجد

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا یہ طریق تھا کہ جب آپ کو کسی دوست سے کوئی دنیاوی قسم کی بات کرنی ہوتی تو خانہ خدا کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو مسجد سے باہر لے جاتے۔ اور بات ختم ہونے پر مسجد میں تشریف لاتے۔

(ڈاکٹر غلام غوث)

اخلاق عالیہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خاکسار راقم کے چھوٹے بھائی شریف احمد کے ساتھ حضرت مولانا شیر علی صاحب کے صاحبزادے حافظ عبداللطیف صاحب کا کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ چنانچہ شریف احمد نے گھر آ کر اس واقعہ کا ذکر کیا۔ وہ چونکہ بالکل لڑکپن کا زمانہ تھا۔ اور عمر کے اس دور میں عموماً بچے لڑ جھگڑ بھی پڑتے ہیں۔ اور پھر جلد ہی شکر رنجی کے احساسات دل سے محو ہونے پر باہم کھیلنے میں

بھی مصروف ہو جاتے ہیں۔اس لئے ہم نے بھی اس واقعہ کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور اسے سمجھا دیا کہ کوئی بات نہیں۔تمہیں حافظ صاحب سے الجھنا نہیں چاہئے تھا۔خیر معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

اسی روز نماز عصر کے بعد کسی نے ہمارا باہر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔میں نے کواڑ کھولنے سے قبل ہی اندر سے دریافت کیا کون صاحب ہیں؟ باہر سے ایک دھیمی مگر محبت بھری آواز آئی ''شیر علی''

آن واحد میں میں حیرت و استعجاب کی تصویر بن کر رہ گیا۔کیونکہ واقعہ کا مجھے علم تھا۔میں نے باہر حاضر ہو کر مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔اور تکلیف فرمائی کی وجہ دریافت کی وہ سادگی کا پیکر یوں گویا ہوا

''آج لطیف کی شریف احمد کے ساتھ لڑائی ہو گئی تھی۔ میں نے حالات معلوم کئے ہیں۔زیادتی لطیف کی ہے۔اس لئے میں معافی مانگنے آیا ہوں''

(ریاض)

تہجد کی نماز

برادر محترم ڈاکٹر عبدالاحد صاحب نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے انہیں ایک خط میں نصیحت فرمائی تھی کہ تہجد کا التزام اسی حد تک کرنا چاہیے کہ جس سے صحت پر خاص طور پر بُرا اثر نہ پڑے۔

اور خط میں قرآن مجید کی اس آیت کو نقل فرمایا تھا۔

ان ناشیة اللیل ھی اشد وطا

یعنی قیام لیل کا اثر انسانی قویٰ پر شدت سے ہوتا ہے اس لئے تہجد پڑھنے کے ساتھ ہی صحت کا بھی ضرور خیال رکھنا چاہیے۔

(چوہدری ناصر الدین)

ذوقِ سجود

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا یہ معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد کافی دیر تک مسجد مبارک میں نوافل کی ادائیگی میں مصروف رہتے۔ اور رات گئے تک آپ اپنے محبوب حقیقی کے ساتھ راز و نیاز کی دنیا آباد رکھتے۔ اس محویت کے عالم میں کبھی رات کے گیارہ بج جاتے اور کبھی بارہ۔

1921ء کی بات ہے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کشمیر تشریف لے گئے۔ اور میں حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ امتہ الحی رضی اللہ عنہا والے مکان میں سکونت پذیر تھا۔ ایک رات میں بارہ بجے کے قریب محلّہ دار العلوم سے آیا۔ اور دار المسیح میں داخل ہو رہا تھا۔ کہ میں نے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب اس وقت نوافل وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے جا رہے ہیں۔

اس بات کو ایک عرصہ گزر گیا۔ لیکن میرے دل پر حضرت مولوی

صاحب کے زہد و تعبد کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ جب ایک طویل عرصہ کے بعد میں نصرت گرلز ہائی سکول کا مینجر مقرر ہوا۔ تو ایک روز حضرت مولوی صاحب کی عبادت گزاری کا ذکر کرتے ہوئے میں نے حضرت مولوی صاحب کی نواسی صفیہ بیگم صاحبہ سے متذکرہ بالا واقعہ کا ذکر کیا۔ اس پر وہ کہنے لگیں کہ آپ سمجھتے ہیں کہ ابا جان کی نماز مسجد میں ہی ختم ہو جاتی ہے۔ باقی نماز تو وہ گھر آ کر پڑھتے ہیں۔ اس پر میں نے سوال کیا کہ مولوی صاحب سوتے کس وقت ہیں؟ وہ کہنے لگیں ہمیں تو علم نہیں سجدے میں سو لیتے ہونگے۔ غالباً ان کی مراد یہ ہوگی کہ جس وقت تک ہم بیدار رہتے ہیں حضرت مولوی صاحب عبادت میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور جب ہم سو کر اٹھتے ہیں۔ اس وقت بھی آپ آستانہ رب العزت پر ناصیہ فرسا دکھائی دیتے ہیں درمیانی عرصہ میں سوتے ہوں تو ہمیں علم نہیں۔ میرا اپنا تاثر تو یہ ہے کہ

''حضرت مولوی صاحب کی پوری زندگی درحقیقت ایک مستقل سجدہ تھی''

(ملک غلام فرید ایم۔اے)

نماز باجماعت

ایک دفعہ مجھے مولوی شیر علی صاحب کی رفاقت میں نماز کے لئے مسجد مبارک میں جانے کا موقعہ ملا۔ جب ہم وہاں پہونچے تو نماز ختم ہو چکی تھی۔

چنانچہ آپ مجھے اپنے ہمراہ لئے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں بھی اتفاق سے نماز ہو چکی تھی۔ اب حضرت مولوی صاحب مجھے ساتھ لے کر مسجد فضل (جو محلہ ارائیاں میں تھی) کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو نماز کھڑی تھی۔ چنانچہ ہم نے نماز با جماعت ادا کی۔ اس طرح مجھے حضرت مولوی صاحب کے نماز با جماعت ادا کرنے کے شوق سے روحانی طور پر ایک خاص لذت محسوس ہوئی۔ اور یہ سبق بھی کہ حتی الامکان نماز با جماعت ادا کی جائے۔

(شیخ فضل احمد بٹالوی)

جذبہ خدمت

ایک مرتبہ مجھے اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کو چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوٹھی واقع لاہور میں رات بسر کرنے کا اتفاق ہوا (ان دنوں چوہدری صاحب لاہور میں ہی وکالت کرتے تھے) سحری کے وقت جب میری آنکھ کھلی۔ تو میں نے دیکھا کہ مولوی صاحب موصوف پانی کا لوٹا لئے میرے سرہانے کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ نے یہ تکلیف کیوں اٹھائی تو مولوی صاحب نہایت سادگی سے فرمانے لگے۔ کہ میں نے خیال کیا آپ کو وضو کرنا ہو گا۔ میں ہی آپ کو پانی لا دوں۔ چنانچہ جب میں حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر آیا۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب میرے لئے پانی کا دوسرا لوٹا لئے میری انتظار میں کھڑے ہیں۔ (حضرت مولانا غلام رسول راجیکی)

جذبہ ہمدردی

ایک مرتبہ میں مسجد اقصیٰ میں نماز کے بعد باہر جانے لگا۔تو جوتی کو غائب پایا۔جس سے میں بے حد پریشان ہوا۔اتنے میں حضرت مولوی شیر علی صاحب بھی تشریف لے آئے فرمایا۔''بدر سلطان کیا ڈھونڈ رہے ہو''۔عرض کیا جوتی کھوگئی ہے۔فرمانے لگے احتیاط سے نہ رکھی ہوگی۔

مولوی صاحبؓ بھی اس وقت مسجد میں ٹہل رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا آپ کس طرح چہل قدمی فرمارہے ہیں۔فرمانے لگے میری جوتی بھی نہیں ملتی۔ میں اسی وقت آپ کی جوتی کی تلاش میں مصروف ہوگیا۔ایک پاؤں مجھے مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں کے نیچے ملا۔اور دوسرا گلی کے موڑ پر میں نے دونوں پاؤں لاکر پیش کردیئے۔آپ نے جوتی پہن لی۔اور مجھے فرمایا آپ یہیں ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں۔تھوڑی دیر ہی گزری تھی۔کہ آپ ایک سائیکل سوار کو ہمراہ لئے تشریف لائے۔اور اسے پانچ روپے دے کر فرمایا کہ میاں بدر سلطان صاحب کو سائیکل پر سوار کرکے بازار لے جاؤ۔اور ایک فلیکس کا جوتا خرید دو۔اگر کچھ زائد قیمت خرچ ہو۔تو اپنے پاس سے ڈال دینا میں بعد میں دے دوں گا۔وہ صاحب مجھے دوکان پر لے گئے۔اور فلیکس کا بوٹ خرید دیا۔جسے پہن کر میں بے حد مسرور ہوا۔اور مولوی صاحب کے اخلاق کریمانہ پر میری روح وجد کرنے لگی۔ (بدر سلطان)

ہمدردی خلائق

ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد مسجد مبارک سے حضرت مولوی صاحب گھر تشریف لا رہے تھے۔ میں بھی ہمراہ تھا۔ ریتی چھلہ میں بڑ کے درخت سے ذرا آگے بڑھے۔ تو پیچھے سے کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ آپ فوراً واپس مڑے۔ دیکھا کہ محلّہ دارالصحت (قادیان میں جو بھنگی مسلمان ہو چکے تھے ان کے محلّہ کا نام ہے) کا ایک نومسلم بخار سے تڑپ رہا ہے۔ آپ اس کے پاس گئے۔ اور اسے شفقت بھرے انداز میں اٹھایا۔ اور مجھے فرمانے لگے۔ ’’آپ چلیں میں انہیں ان کے گھر چھوڑ کر آتا ہوں میں عرض کیا۔ آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ میں ہی چھوڑ آؤں گا۔

اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ پہلے انہیں بھائی محمود احمد صاحب کی دوکان سے دوائی تو لے دیں۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچے۔ مریض کو دوائی لے کر دی ہی تھی کہ حضرت مولوی صاحب کا ملازم بازار سے آتا دکھائی دیا۔ میں نے اسے بلایا۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے مریض کو اس کے سپرد کر کے تاکید فرمائی۔ کہ ان کو احتیاط کے ساتھ ان کے مکان پر چھوڑ آؤ‘‘۔

(ملک محمد عبداللہ تالیف تصنیف)

احساسِ خدمت

قادیان میں عموماً جلسہ اور جلوسوں کے انتظامات میرے سپرد ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیرت النبی کی مبارک تقریب پر جبکہ تمام تر انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ اچانک اطلاع موصول ہوئی کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ لاہور میں ہی تقریر فرمائیں گے۔ آن واحد میں یہ خبر قادیان کے طول وعرض میں پھیل گئی۔ پھر کیا تھا شمع خلافت کے اکثر پروانے حضور کی تقریر سننے کے شوق میں لاہور چلے گئے۔

اس طرح بہت سے احباب کے قادیان سے یک دم چلے جانے کے باعث دوسرے روز جلوس کی حاضری میں غیر معمولی کمی محسوس ہونے لگی میں اس سوچ میں ہی تھا۔ کہ حضرت مولوی صاحب تشریف لے آئے (آپ ان دنوں مقامی امیر تھے) اور مجھے خود مل کر فرمایا شیخ صاحب میرے لائق کوئی خدمت ہے یہ سن کر میں بہت شرمسار ہوا۔ لیکن موقعہ کی نزاکت سے فائدہ اٹھانا ہی مناسب سمجھا۔ اور عرض کیا براہ مہربانی ان دوستوں کو جو قادیان میں موجود ہیں اور جلوس میں ابھی شریک نہیں ہوئے۔ ان کو شامل ہونے کی تحریک فرمائیں۔ تا کہ ہمارا جلوس پر رونق ہو جائے۔ یہ سن کر حضرت مولوی صاحب نہایت خندہ پیشانی سے تشریف لے گئے اور خود مختلف محلوں، گلی کوچوں، دوکانوں اور گھروں سے لوگوں کو تحریک کر کے جلوس میں بھجواتے رہے۔ اور پھر

اس پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ پوری دلجمعی محنت اور کوشش سے جلوس کو ترتیب دینے میں مدد فرمائی اور آخر وقت تک جلوس میں شریک رہے۔

(مہاشہ فضل حسین مہاجر)

یتامیٰ کی خبر گیری

حضرت مولوی شیر علی صاحب یتیموں بے کسوں اور بے سہارا لوگوں کی خدمت کے اہم فریضہ کی انجام دہی اپنی ذات تک محدود نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ بعض صاحب حیثیت احباب کو بھی اس کار ثواب میں شریک کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ آپ ان سے رقوم وصول کر کے مستحق دوستوں میں تقسیم کر دیتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولوی صاحب تفسیر القرآن کی طباعت کے سلسلہ میں لاہور تشریف لے جانے لگے تو اس وقت آپ نے میری ڈیوٹی لگائی۔ کہ میں مختلف صاحب حیثیت دوستوں سے کچھ رقم وصول کر کے ایک نہایت ہی غریب مگر مخلص احمدی کے گھر پہنچا دوں۔ جن کی ان دنوں نہایت خستہ حالت تھی۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

(ملک محمد اشرف وکالت تبشیر)

اخلاقی جرات

غالباً 33,32ء کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت مولوی شیر

علی صاحب ہم سفر تھے۔ لاہور سٹیشن پر ہم مغرب وعشاء کی نماز باجماعت جمع کر کے پڑھنے لگے۔ تو ایک صاحب جو غیر احمدی معلوم ہوتے تھے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ ہم لوگ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو بعد میں اس امر کا علم ہو کر تکلیف ہو وہ کہنے لگے کوئی حرج نہیں احمدی بھی تو کلمہ گو مسلمان ہیں۔

میں آپکے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتا۔ چنانچہ انہوں نے ہمارے ساتھ مل کر نماز ادا کی۔

میرے دل پر حضرت مولوی صاحب کی اخلاقی برتری کا بہت احساس ہوا کہ آپ نے دوسرے کے احساسات کو ٹھیس نہ لگنے دی۔

(غلام حسین ایاز)

خیال خاطر احباب

1932ء کی بات ہے جب میں گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پا رہا تھا انہی دنوں سر عبدالقادر صاحب کی زیر صدارت ایک Debate میں مجھے بھی حصہ لینا تھا۔ ایوان کی رائے یہ تھی۔

''مختلف مذہبی پیروؤں کی آپس میں شادی ہونی چاہیے'' لیکن میں ایوان کی رائے کے خلاف تھا۔ چنانچہ میں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی

خدمت میں ایک خط تحریر کیا۔ جس میں دعا کی درخواست کے ساتھ اس موضوع کا بھی ضمناً ذکر کر دیا۔ آپ نے میرے لئے نہ صرف دعا فرمائی۔ بلکہ اس سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سے تبادلہ خیالات کے بعد سات ایسے نکات لکھ بھیجے جو میرے لئے بے حد مفید ثابت ہوئے۔

آپ کے اس جواب پر مجھے ایک روحانی لذت محسوس ہوئی کہ آپ نے ایک طالب علم کے خط کو اتنی اہمیت دی۔ اور پھر احمدیت کے وقار کی خاطر یہ احتیاطی قدم بھی اختیار کیا کہ حضرت میاں صاحب سے مشورہ کے بعد ٹھوس اور قابلِ قدر معلومات بھجوانے کی تکلیف گوارا فرمائی۔

(حکیم عبدالوہاب)

نماز میں امامت

غالباً 1945ء کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحب ترجمۃ القرآن انگریزی کے سلسلہ میں ڈلہوزی جا رہے تھے کہ بٹالہ اسٹیشن پر میری آپ سے ملاقات ہوئی۔ صبح کی نماز کا وقت تھا۔ حضرت مولوی صاحب نے اصرار کیا کہ میں صبح کی نماز پڑھاؤں میں نے جب احتراماً انکار کیا تو آپ نے آہستہ سے سرگوشی کے طور پر میرے کان میں فرمایا۔ کہ میں مقیم ہوں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ ہماری مقیم کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ لیکن جب حضرت مولوی صاحب نے باصرار مجھے ہی امامت کی تاکید فرمائی تو الامر فوق الادب کے مدنظر

گریز کا کوئی پہلو نظر نہ آیا۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور کسی مقدمہ کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔ تو صبح کی نماز حضور نے نہر پر پڑھائی۔ بعد میں جب بھائی محمود احمد صاحب ہمارے پاس قادیان پہنچے۔ تو نہایت مسرت بھرے لہجے میں بیان کیا۔ کہ آج ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ حضور نے پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی اور دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھی تھی۔

(احمد خان نسیم مبلغ سلسلہ احمدیہ)

ذوقِ خدمت

حضرت مولوی صاحب ایک دو بھینسیں دودھ دینے والی ضرور گھر میں رکھا کرتے تھے۔ اور آپ کے پاس لسی لینے والے اکثر آجاتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مولوی صاحب اپنے کمرہ میں کام کر رہے تھے کہ ایک شخص اسی غرض کے لئے آیا۔ تو مولوی صاحب نے خود اٹھ کر لسی لا دی۔ وہ باہر نکلا ہی تھا کہ دوسرا آ گیا علیٰ ہذا القیاس نصف درجن یا اس سے زائد آدمی آئے۔ اور ہر دفعہ حضرت مولوی صاحب خود اٹھ کر اور کام چھوڑ کر جاتے۔ اور لسی لا کر دیتے رہے۔ اور حضرت مولوی صاحب کے چہرہ پر بشاشت نظر آتی تھی۔ لسی لینے والے اکثر کہا کرتے تھے۔ کہ مولوی صاحب ذرا سا نمک ڈال کر لانا۔ اگر بھول

جاتے تو دوبارہ نمک لا کر دیا کرتے تھے۔

(میاں خدا بخش آف ادرحمہ)

اپنا کام خود کرنا

غالباً 30،31ء کا ذکر ہے۔ گرمیوں کا موسم تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ڈلہوزی تشریف لے جانے کے باعث حضرت مولوی شیر علی صاحب قادیان کے مقامی امیر تھے۔ خاکسار ان دنوں مولوی فاضل کلاس میں تعلیم پا رہا تھا۔ اور حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب جٹ فاضل حال امیر جماعت احمدیہ قادیان کے نئے مکان میں رہا کرتا تھا۔ چونکہ امتحان کی آمد آمد تھی۔ اس لئے زیادہ وقت پڑھائی میں صرف کرنے کی غرض سے بجائے مسجد مبارک کے مسجد اقصیٰ میں ہی تمام نمازیں ادا کیا کرتا تھا۔

ایک روز حضرت مولوی شیر علی صاحب نے عشاء کی نماز کے بعد کسی سے دریافت فرمایا کہ کیا شیخ عبدالقادر صاحب نومسلم جو جامعہ احمدیہ میں تعلیم پاتے ہیں مسجد میں موجود ہیں۔ مجھے ان سے ایک ضروری کام ہے۔ بعض دوستوں نے مجھے تلاش کیا۔ موجود نہ پا کر حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا یہاں تو نہیں ہم ابھی ان کو بلا لاتے ہیں۔

اس پر وہ مجسمہ اخلاق نہائت سادگی سے یوں گویا ہوا "کام تو مجھے ان سے ہے اس لئے مجھے خود جانا چاہیے"۔ اس واقعہ کی اہمیت اس امر سے اور بڑھ

جاتی ہے کہ آپ امیر مقامی ہونے کے باوجود دو تین دوستوں کو ہمراہ لئے میری جائے رہائش پر تشریف لائے۔ اور مجھے باہر بلا کر آپ نے کوئی بات دریافت فرمائی جس کے متعلق اب میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا تھی۔

(شیخ عبدالقادر مبلغ سلسلہ)

مکارم الاخلاق

عموماً بااثر لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ پبلک اداروں میں جا کر اپنے اثر ورسوخ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنا کام پہلے کروالیتے ہیں۔ لیکن حضرت مولوی شیر علی صاحب اس بارہ میں بہت محتاط تھے۔ میں نے آپ کو نور ہسپتال میں دوائی لیتے دیکھا ہے۔ باوجودیکہ بعض اوقات آپ کی بزرگانہ شان اور بلند روحانی شخصیت کے پیش نظر ہسپتال کا عملہ آپ کو پہلے دوائی دینے کی پیشکش کرتا۔ لیکن آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ ''میں اپنی باری پر دوائی لوں گا''۔

(شیخ عبدالقادر مبلغ سلسلہ)

شیر علی

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا یہ حکم تھا کہ رات ہو یا دن باہر کا دروازہ ہمیشہ بند رہا کرے۔ چنانچہ اس فرمان کے مطابق میں اور میرا چھوٹا بھائی (محمد عبداللہ صاحب) ایک روز عشاء کی نماز کے بعد ہم دونوں باہر کا دروازہ بند

جاتی ہے کہ آپ امیر مقامی ہونے کے باوجود دو تین دوستوں کو ہمراہ لئے میری جائے رہائش پر تشریف لاے۔ اور مجھے باہر بلا کر آپ نے کوئی بات دریافت فرمائی جس کے متعلق اب میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا تھی۔

(شیخ عبدالقادر مبلغ سلسلہ)

مکارم الاخلاق

عموماً بااثر لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ پبلک اداروں میں جا کر اپنے اثر ورسوخ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنا کام پہلے کروالیتے ہیں۔ لیکن حضرت مولوی شیر علی صاحب اس بارہ میں بہت محتاط تھے۔ میں نے آپ کو نور ہسپتال میں دوائی لیتے دیکھا ہے۔ باوجودیکہ بعض اوقات آپ کی بزرگانہ شان اور بلند روحانی شخصیت کے پیش نظر ہسپتال کا عملہ آپ کو پہلے دوائی دینے کی پیشکش کرتا۔ لیکن آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ ''میں اپنی باری پر دوائی لوں گا''۔

(شیخ عبدالقادر مبلغ سلسلہ)

شیر علی

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا یہ حکم تھا کہ رات ہو یا دن باہر کا دروازہ ہمیشہ بند رہا کرے۔ چنانچہ اس فرمان کے مطابق میں اور میرا چھوٹا بھائی (محمد عبداللہ صاحب) ایک روز عشاء کی نماز کے بعد ہم دونوں باہر کا دروازہ بند

کر کے سو رہے (ہمیں یہ بالکل علم نہ تھا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب ابھی باہر ہیں) تھوڑی دیر کے بعد باہر کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا۔ میں چونکہ گہری نیند میں سو رہا تھا اس لئے اچانک دستک کی آواز پر جلدی سے اٹھا۔ اور اسی مدہوشی کے عالم میں ذرا کرخت لہجے میں دریافت کیا کہ "کون ہے"۔

باہر سے نہایت دھیمی آواز آئی "شیر علی" حضرت مولوی صاحب کی آواز سن کر میں اس قدر مرعوب ہوا۔ کہ اس وقت مجھے کواڑ کھولنے کی ہمت نہ رہی۔ میں نے جلدی سے اپنے چھوٹے بھائی کو بیدار کیا اور اس نے جا کر کنڈی کھولی۔

اس واقعہ کا مجھ پر کئی روز تک اثر رہا اور حضرت مولوی صاحب کے سامنے جاتے ہوئے مجھے شرم سی آتی رہی۔ گھر کے مالک کا اپنے ایک خادم کے سخت لہجے پر ایسے وقار تحمل اور انکساری سے جواب دینا یقیناً آپ کی بلند شخصیت کا آئینہ دار ہے۔

(عبدالمنان میر)

مصالحت

میں نے طالب علمی کے زمانہ میں دیکھا کہ جب کبھی نظام (ڈسپلن) میں خلل واقع ہونے کا امکان ہوتا تو حضرت مولوی صاحب سزا بھی دے دیتے۔ لیکن خشیۃ اللہ کے باعث آپ کی زبان خدا سے بخشش طلب کرنے میں

مصروف رہتی ۔اور استغفار کا ورد برابر جاری رہتا۔

اس زمانہ میں ہماری کلاسیں مہمانخانہ کے پاس لگا کرتی تھیں۔ایک دفعہ خاکسار چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور ایک دوست سید علمدار حسین صاحب شیعہ آف مسانیاں اپنی کلاس میں اکیلے بیٹھے تھے کہ بعض مقامی مخالفین نے ہمیں حسب معمول بلاوجہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔جس سے نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔حضرت مولوی صاحب کو جب ہمارے اس جھگڑے کا علم ہوا تو آپ تشریف لائے۔اس امر کا بغور مشاہدہ کر لینے کے باوجود کہ قصور فریق ثانی کا ہے۔آپ نے ہماری کوئی طرفداری نہ کی۔بلکہ اصولی طور پر جھگڑے کو فرو کرنے کی کوشش شروع کر دی۔باہمی مصالحت کی اس کوشش میں آپ کے ہاتھوں پر بھی کچھ خراشیں آئیں۔لیکن آپ کی اولین خواہش یہی تھی کہ جھگڑا طول نہ کھینچے اور جلد صلح ہو جائے۔

(قاضی محمد عبداللہ)

حسنِ اخلاق

۱۹۴۵ء کے موسم گرما کا ذکر ہے۔جب دفتر تفسیر القرآن انگریزی ڈلہوزی منتقل کیا گیا۔تو مجھے دو ماہ سے زیادہ عرصہ ایک ہی مکان میں حضرت مولوی صاحب کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا جب میں ڈلہوزی سے قادیان آیا۔تو میری اہلیہ اپنے گاؤں فیض اللہ چک میں تھیں۔اور ولادت کے قریبی ایام

تھے۔ میں دوسرے روز گاؤں جا کر اپنی اہلیہ کو قادیان لے آیا۔ اسی دن شام کے وقت حضرت مولوی صاحب کا ایک عزیز یہ پیغام لے کر آیا کہ مولوی صاحب بیمار ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں فوراً ان کے ہمراہ حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ آپ ڈلہوزی میں بندشِ پیشاب کے عارضہ سے شدید بیمار ہو گئے تھے۔ اور ڈلہوزی کی فضا کے ناسازگار ہونے کے باعث ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت دفتر کے عملہ سے پہلے قادیان چلے آئے تھے یہاں پر کچھ افاقہ ہوا لیکن مرض پھر شدت اختیار کر گئی۔ مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا۔

''میری تکلیف بڑھ گئی ہے۔ آپ صبح ہی لاہور جا کر احمدیہ ہوسٹل میں میرے قیام کے لئے ایک کمرہ کا انتظام کر آئیں ۔تا کہ میں وہاں پر علاج کروا سکوں۔''

چونکہ میرے گھر سے اسی روز قادیان آئے تھے۔اور مجھے ابھی خورد نوش اور دیگر خانگی ضروریات کی تمام تر اشیاء فراہم کرنا تھیں نیز ولادت کے ایام بھی بالکل قریب تھے۔ اس لئے میں نے اپنی مصرفیات کے پیشِ نظر ایک اور دوست کا نام لے کر عرض کیا کہ ان کو لاہور بھجوا دیا جائے گا۔ اور انشاءاللہ تمام انتظام مکمل ہو جائے گا۔

حضرت مولوی صاحب نے فرمایا ''بہتر'' اور میں اپنے مکان پر گیارہ بجے سے کچھ زیادہ کا وقت ہوگا۔ کہ کسی نے زور سے باہر کا دروازہ

کھٹکھٹا کر مجھے آواز دی۔ میں جلدی سے باہر آیا۔ حضرت مولوی صاحب کا ملازم کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ مولوی صاحب کو تکلیف زیادہ ہے۔ وہ آپ کو بلاتے ہیں۔ چنانچہ میں اس کے ہمراہ ہولیا حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔ آپ نے نحیف آواز میں مجھے فرمایا۔

''میری خواہش ہے کہ آپ ہی لاہور جائیں مجھے اس سے زیادہ اطمینان ہوگا۔ میں اس فکر میں سو بھی نہیں سکا۔ آپ مطمئن رہیں میں آپ کی اہلیہ صاحبہ کے لئے بہت دعا کرتا ہوں۔ نیز گھر کے انتظامات کا بھی ذرہ بھر فکر نہ کریں۔ سب ہو جائے گا''۔

حضرت مولوی صاحب کی یہ کیفیت دیکھ کر میں بہت شرمسار ہوا اور میں ایک گہرے تفکر میں ڈوب گیا۔ میں نے سوچا کسی دوسرے شخص کا نام لے کر یقیناً میں نے حضرت مولوی صاحب کو قلبی اذیت سے دوچار کیا ہے۔ چنانچہ انہی خیالات کے پیش نظر میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ''حضرت میں خود ہی صبح پہلی گاڑی پر لاہور چلا جاؤں گا۔ اور کمرے کا انتظام کر کے شام تک واپس آ جاؤں گا'' حضرت مولوی صاحب یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے۔ اور متعدد بار جزاکم اللہ فرمایا۔ نیز میرے لئے اور میری اہلیہ کے لئے دعا فرمائی۔

میں نے اسی وقت گھر واپس آ کر اہلیہ کو اپنے لاہور جانے کی اطلاع دی۔ اور اطمینان دلایا کہ تمہاری والدہ صاحبہ موجود ہی ہیں تشویش کی کوئی بات

نہیں۔ اور پھر سب سے بڑی تسکین بخش یہ بات ہے کہ ''حضرت مولوی صاحب تمہارے لئے دعا کر رہے ہیں''۔ چنانچہ میں علی الصبح پہلی ٹرین پر لاہور جا کر اور انتظام کر کے شام کی ٹرین پر واپس آ گیا۔

آتے ہی حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کام کی رپورٹ دی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور دعا فرمائی جب گھر پہنچا تو میری اہلیہ نے مجھے بتایا کہ آپ کے لاہور جانے کے بعد صبح کا ناشتہ دوپہر کا کھانا اور شام کا کھانا حضرت مولوی صاحب بھجواتے رہے ہیں۔ اور دو تین دفعہ ان کا ملازم بھی پرسش احوال کے لئے آتا رہا ہے۔ ہماری خوشدامن صاحبہ جوان ایام میں گاؤں سے آئی ہوئی تھی۔ آپ کے اس حسن سلوک سے بہت متاثر ہوئیں۔

(ملک محمد عبداللہ)

شفقت علی خلق اللہ

ماہ دسمبر کی شدید سردیوں کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحب نماز فجر سے فارغ ہو کر گھر جانے کے لئے مسجد کی سیڑھیوں سے اتر رہے تھے۔ آپ کے پیچھے پیچھے میں بھی آرہا تھا۔ سیڑھیوں کے وسط میں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ بائیں طرف دیوار سے لگا ہوا ایک مسافر کھڑا ہے۔ جب حضرت مولوی صاحب اس کے پاس سے گزرے۔ تو وہ کہنے لگا میں ایک غریب مسافر ہوں۔ میرے پاس تن ڈھانکنے کے لئے کوئی کپڑا نہیں مجھ پر رحم

کریں۔

حضرت مولوی صاحب اس وقت اٹلی کا ایک بالکل نیا کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے فوراً وہ کمبل اتار کر اسے دے دیا اور خود اسی حالت میں اپنے گھر تشریف لے گئے۔

(میاں غلام محمد ٹیلر سرگودہا)

محض خدا کی خاطر

منہاس قوم کے ایک ہندو دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان تشریف لائے۔ اور بمعہ اہل وعیال احمدی ہو گئے۔ حضور نے ان کا نام شیخ عبدالعزیز رکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھنے کی وجہ سے ان کو قرآن سے ایسا عشق ہو گیا۔ کہ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ میں بھی ان سے قرآن پڑھنے جایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ شیخ صاحب نے مجھے سنایا۔ کہ قاضی ظہور الدین صاحب اکمل جس کمرہ میں بیٹھ کر ریویو کی ادارت کے فرائض سرانجام دیتے تھے اس کے سامنے ایک کچا مکان تھا۔ وہاں ایک حافظ نابینا رہتے تھے۔ وہ قدیم زمانہ میں جو قادیان میں ''میلہ قدمال'' لگا کرتا تھا اس کے گدی نشین تھے۔ لیکن احمدیت قبول کر لینے کے بعد گدی سے الگ ہو گئے تھے۔

شیخ صاحب نے مجھے سنایا کہ میں حافظ صاحب کے پاس عموماً جایا کرتا

تھی۔ کیونکہ وہ پرانے صحابہ میں سے تھے۔ ایک روز میں ان کے پاس گیا۔ تو وہ (حافظ صاحب) مجھے سنانے لگے۔ کہ کچھ عرصہ ہوا میں حکیم قطب الدین صاحب کے پاس گیا۔ اور یہ شکایت کی کہ میرے کانوں سے شاں شاں کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ اور سنائی بھی کم دیتا ہے۔ کوئی علاج بتائیں حکیم صاحب نے فرمایا کہ آپ کے کانوں میں خشکی ہے دودھ پیا کریں۔ اس پر میں نے (حافظ صاحب) اسے کہا۔ روٹی تو مجھے مسیح کے لنگر سے مل جاتی ہے۔ دودھ کہاں سے پیوں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مسجد مبارک کو جاتے ہوئے حضرت مولوی شیر علی صاحب وہاں سے گزرے۔ آپ نے حکیم قطب الدین صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ حافظ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

حکیم صاحب نے کہا کہ ان کے کانوں میں خشکی ہے۔ میں ان سے دودھ پینے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ لیکن حافظ صاحب کہتے ہیں کہ دودھ کہاں سے پیوں۔ حضرت مولوی صاحب یہ سن کر چلے گئے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے اسی روز رات کے وقت ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا حافظ صاحب دودھ لے لیں۔ چنانچہ میں نے اپنا پیالہ آگے کر دیا۔ وہ قریباً ڈیڑھ سیر دودھ ڈال کر چلا گیا۔ اسی طرح اس شخص کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو آتا اور ڈیڑھ سیر کے قریب دودھ میرے برتن میں ڈال کر چلا جاتا۔ اس میں کچھ رات کو پی لیتا اور کچھ صبح کو۔

شیخ عبدالعزیز صاحب نے مجھے سنایا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ دیکھوں یہ کون شخص ہے جو مسلسل ڈیڑھ سال سے دودھ دے رہا ہے۔ اور کبھی ناغہ بھی نہیں کرتا۔ اور نہ ہی رقم کا مطالبہ کرتا ہے چنانچہ اس خیال کے مدنظر میں ایک روز اس شخص کے آنے سے پہلے ہی حافظ صاحب کے دروازے کے آس پاس گھومنے لگا۔ اتنے میں ایک شخص ہاتھ میں برتن لئے ان کے اندر چلا گیا۔ چونکہ سردیوں کے دن تھے۔ اس لئے حافظ صاحب اندر چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اس شخص نے حسب معمول دودھ دیا۔ میں اسے دیکھنے کے لئے جب اندر داخل ہوا۔ تو وہ میرے پاؤں کی آہٹ سن کر کمرہ کے اندر ایک کونے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ اندر اندھیرا تھا اس لئے میں پہچان نہ سکا غور سے دیکھا تو ایک شخص دیوار سے لگا دکھائی دیا۔ میں نے پاس جا کر پوچھا بھائی تم کون ہو۔ مجھے دھیمی سی آواز آئی "شیرعلی" یہ سنتے ہی میرے پاؤں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔ میں سخت شرمندہ ہوا کہ جس کام کو حضرت مولوی صاحب پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے اس کی پردہ دری کی مجھے دیر تک آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔

(غلام محمد ٹیلر ماسٹر سرگودہا)

ہمدردی

جنگ عظیم ثانی کے دنوں میں کسی دوسرے صوبے کے ایک احمدی

دست بال بچوں سمیت قادیان آئے۔اور ان کو ایک کرائے کے مکان میں
چھوڑ کر خود اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے۔

دوسرے روز ان کی بیوی ہمارے گھر آئیں۔اور کہا ہم تو فاقہ سے
ہیں کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہماری مدد کریں۔جو اس وقت حسب توفیق کر دی
گئی۔ان کے میاں جہاں ملازم تھے انہیں اپنے سنٹر سے روپیہ بھجوانے میں غیر
معمولی دیر ہوگئی۔

میں نے باقاعدہ امداد کا انتظام کرنے کے لیے اس وقت کے مقامی
میر حضرت مولانا شیر علی صاحب سے تمام واقعہ کہہ سنایا آپ مجھے اسی وقت
اپنے ہمراہ لے گئے۔اور نہ معلوم کہاں سے کچھ رقم لاکر مجھے دی اور تاکید فرمائی
کہ آپ کا فرض صرف رقم پہنچانا ہی نہیں۔بلکہ ہر قسم کی ضروریات کا بازار سے
فراہم کر کے دینا بھی ہے۔چنانچہ حسب ارشاد تعمیل کی گئی۔

اسی روز مغرب کے بعد حضرت مولوی صاحب خود میرے مکان پر
تشریف لائے۔اور دریافت فرمایا کہ ''کوئی اور ضرورت تو باقی نہیں'' نیز یہ بھی
فرمایا کہ اگر کبھی کوئی ضرورت ہو تو فوراً اطلاع دیں۔

اس کے بعد جب کبھی سر راہے ملاقات ہو جاتی تو دریافت فرما لیتے
پھر پھر ان کا روپیہ باقاعدگی سے ملنے لگا اور وہ اچھی حالت
میں ہوگئے۔(عبدالرحمٰن)

پاسِ خاطر

ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب کے گھر سے ان کے پوتے فضل الرحیم ولد مولوی عبدالرحیم صاحب کے عقیقہ کا گوشت میرے والد اور ہمشیرہ کے گھر آیا۔ چونکہ اس میں میری ہمشیرہ (مسعودہ بیگم) کو باقی لوگوں سے کوئی امتیاز معلوم نہ ہوا۔ بلکہ اتنا ہی گوشت ان کو بھجوایا گیا۔ اس لیے وہ عزیز داری کے تعلق خاص کے مدنظر کسی قدر افسردہ خاطر ہوئی۔ اور گوشت لینے سے انکار کر دیا (میری بیوی کی بھانجی مولوی عبدالرحیم سے بیاہی ہوئی تھیں۔ جن کے بچہ کا عقیقہ تھا۔) علاوہ ازیں حضرت مولوی صاحب کے گھرانے سے پہلے بھی ان کے تعلقات تھے۔ اس لیے یکساں سلوک طبعاً ان کو ناگوار گزرا۔ چنانچہ ہمشیرہ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہمیں دوسروں کے ساتھ ہی رکھا جائے۔ حضرت مولوی صاحب کو جب اس امر کا علم ہوا تو آپ ہمشیرہ کے ہاں خود تشریف لائے اور فرمایا کہ اس فرو گزاشت پر میں معافی مانگنے آیا ہوں۔ ہمشیرہ یہ سن کر سخت نادم ہوئیں۔ اور عرض کیا کہ مولوی صاحب آپ ایسا کہہ کر مجھے شرمندہ کیوں کرتے ہیں۔ آپ کا بھلا اس میں کیا دخل ہے۔ یہ ہم عورتوں کی آپس میں باتیں ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے پر اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے ناز ہوتا ہے۔ اس لیے میں نے صرف احساس دلانے کے مدنظر ایسا کیا ہے۔

(ظفر اسلام)

بھینسوں کی چوری

۱۹۲۲ء کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ہماری بھینسیں چوری ہو گئیں۔ ابا جی کے آبائی وطن کا ایک آدمی سراج دین ہمارے گھر میں مقیم تھا وہ کھوجی تھا۔ اس نے بھائی عبدالرحیم کے ساتھ مل کر کھوج لگایا۔ چونکہ ان دنوں قادیان میں تھانہ نہیں تھا اس لیے حضرت مولوی صاحب کے حکم سے لوگ دوکانیں اور سکول وغیرہ بند کر کے ان دو گاؤں کو گھیرے میں لے لیا۔ اس دن کسی خاتون نے کوئی چیز بازار سے منگوائی تھی تو اسے معلوم ہوا کہ دوکانیں اس وجہ سے بند ہیں تو کہنے لگیں مولوی شیر علی فرشتہ ہیں۔ تو پھر فرشتے ان کی بھینسیں واپس کر جائیں نا۔ اس سے اگلی رات بھی لوگ وہاں پہرہ دیتے رہے اور ابا جی تمام رات نماز پڑھتے رہے کہ میرے عزیز میری وجہ سے باہر پھر رہے ہیں میں کس طرح لیٹ جاؤں اور میں دعا کروں گا کہ خدا انہیں ہر شر سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ اسی رات چور بھینسیں واپس چھوڑ گئے۔ بھائی محمود احمد صاحب حال سرگودہا اس وقت صبح کی نماز کے لیے مسجد جا رہے تھے۔ انہوں نے بھینسوں کو دیکھا کہ مکان کے باہر پھر رہی ہیں تو اطلاع دی۔ اور پھر صبح اطلاع بھیجی اور ان لوگوں کو بھی واپس بلا لیا۔ جو گاؤں کا گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ اس طرح ابا جی کی بھینسیں فرشتے ہی واپس پہنچا گئے۔

(زکیہ بیگم)

قبولیتِ دُعا

ہمارے گاؤں جلال پور کے نمبرداروں میں سے حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب نون رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابہ میں سے تھے۔ان کے ہاں ایک دو بچے پیدا ہوئے اور فوت ہو گئے آپ کی اس وقت کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔صرف دو لڑکیاں تھیں۔دوسری شادی کی ہمیشہ تلاش میں رہتے تھے۔کیونکہ پہلی بیوی سے اولاد کے متعلق کچھ مایوسی ہوئی تھی اس سلسلہ میں انہوں نے کسی رشتہ کی تلاش کے لیے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں درخواست کی۔حضرت مولوی صاحب مرحوم اور حضرت حافظ صاحب مرحوم کے باہمی تعلقات کی وجہ سے بے تکلفی زیادہ تھی۔حضرت مولوی صاحب نے فرمایا پہلی بیوی موجود ہے۔اس پر حافظ صاحب نے کچھ مایوسی کا اظہار کیا۔جس پر حضرت مولوی صاحب مرحوم نے فرمایا اللہ تعالےٰ مردوں سے زندہ پیدا کر دیتا ہے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت حافظ صاحب کو ایک خوبصورت نیک خصال ذہین احمدی لڑکا عطا فرمایا جو اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس وقت بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی ہے۔جس کا نام حضرت امیرالمومنین ایدہ تعالےٰ نے عبدالسمیع رکھا وہ موجود ہے۔جو حضرت مولوی صاحب کی دعا کا ثمر اللہ تعالےٰ نے عنائت فرمایا ہے۔اللہ تعالےٰ اس کو

بلند اقبال اور دنیا کے لیے ہدایت کا موجب بنائے آمین!

(عبدالمجید منیب مبلغ سلسلہ)

دعا کا اعجاز

غالبًا 1929ء کے جلسہ سالانہ کی بات ہے کہ میں جلسے کے بعد 10 جنوری 1930ء تک قادیان میں مقیم رہنے کے بعد لکھنو واپس جانے کے لئے دارالامان سے روانہ ہوا۔ میں قادیان کے سٹیشن پر ریل میں بیٹھا گاڑی کے چلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب گھی کا ایک منکا ہاتھوں میں اٹھائے گاڑی کے ڈبے ڈبے میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔ جب آپ اس ڈبے کے سامنے آئے جس میں میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کوئی لکھنو جانے والے صاحب بھی ہیں۔ میں نے فوراً عرض کیا فرمایئے میں جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ گھی میرے لڑکے عبدالرحمٰن کو دے دینا وہ لکھنو میں ایم۔ایس۔سی میں پڑھتا ہے۔ میں نے منکا لے لیا۔ حضرت مولوی صاحب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے فرمایا میں آپ کے بخیر و عافیت پہنچنے کے بارے میں دعا کرتا ہوں۔ مولوی صاحب نے دعا کرائی جس میں میں بھی شریک ہوا۔ چلتے وقت آپ نے کہا آپ سفر پر جا رہے ہیں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

اسی روز چار بجے سہ پہر کے قریب امرت سر سے میں دوسری گاڑی

میں سوار ہوا۔ جو لکھنو سے ہوتی ہوئی سیدھی کلکتہ جاتی تھی۔ دوسرے روز رات کے بارہ بجے کے قریب کلٹر بک گنج اسٹیشن پہنچنے ہی والی تھی کہ یکا یک ایک دھا کہ سا محسوس ہوا اور آن کی آن میں یوں معلوم ہونے لگا۔ کہ گویا دریا کا کوئی پل ٹوٹ گیا ہے۔ اور گاڑی بڑی تیزی کے ساتھ نیچے کی طرف اس طرح جارہی ہے۔ جس طرح کوئی چیز کنوئیں میں گرتی ہے۔ سارے مسافر گھبرا گئے۔ میں نے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ چند ہی سیکنڈ میں وہ کیفیت دور ہوگئی۔ اور یوں محسوس ہوا کہ گویا گاڑی رُکی ہوئی ہے۔ بتیاں گل ہو چکی تھیں۔ اور گاڑیاں رکنے سے چند سیکنڈ کے لئے خاموشی سی چھا گئی۔ میں اطمینان میں تھا کہ اتنے میں ایک سکھ مسافر نے کہا۔ میاں کس خیال میں ہو فوراً نیچے اترو اتنے میں گارڈ آ گیا۔ اور وہ چیخ چیخ کر مسافروں کو نیچے اترنے کی ہدایت کر رہا تھا اس پر میرے بھی کان کھڑے ہوئے جلدی میں کھڑکی کے راستہ سے نیچے اترا۔ نیچے اتر کر معلوم ہوا کہ گاڑی کی ایک مال گاڑی سے ٹکر ہوگئی ہے۔ اور چیخ پکار پڑی ہوئی ہے۔ ہمارے سامنے کا ڈبہ اپنے سے اگلے ڈبے میں گھسا ہوا ہے۔ اور پٹڑی سے اس طرح اٹھا ہوا تھا۔ کہ جیسے تازیہ ہوتا ہے۔ دونوں ڈبوں کے تختے ایک دوسرے میں گھسے ہوئے تھے۔ اور ایک مسافر ان میں پھنسا ہوا تڑپ رہا تھا۔ سکھ مسافر بولا اجی قیامت آگئی۔ میں نے کہا جس دن آنی ہوگی ایسے ہی آجائے گی۔ اس کے بعد مجھے اپنے سامان اور حضرت مولوی صاحب کے مٹکے

شکرانے

کا خیال آیا۔ دیکھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ گاڑی سے گاڑی ٹکرانے اور دنیا
ان پلٹ ہو جانے کے باوجود گھی کا مٹکا جس میں 8-7 سیر کے قریب گھی تھا
جوں کا توں اپنی جگہ رکھا ہوا تھا۔ میں نے خدا کا شکر کیا۔ اور دل میں سوچا کہ یہ
حضرت مولوی صاحب کی دعا کا کرشمہ تھا کہ گھی کا یہ مٹکا اور اس مٹکے کے طفیل
میں زندہ بچ رہا۔ پانچ چھ گھنٹے بعد ہمیں دوسری گاڑی ملی۔ اور ہم اس میں سوار ہو
کر بخیریت لکھنو پہنچ گئے۔ میں نے گھی کا مٹکا حضرت مولوی صاحب کے
صاحبزادے عبدالرحمٰن صاحب کو پہنچا دیا۔

(ڈاکٹر لعل محمد بارہ بنکوی)

گالی سے نجات

ہمارے ہمسائے میں ایک شخص سحری کے وقت رمضان شریف میں
اپنی بیوی کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ کیونکہ رات بلی ان کا دودھ پی جاتی اور
ہمارے گھر میں آواز آتی۔ اور ابا جی استغفر اللہ کثرت سے پڑھنی شروع
کر دیتے ایک دفعہ ہم میں سے کسی نے ان کی بیوی سے ذکر کیا۔ کہ اس طرح
رات کو آواز آتی ہے۔ تو انہوں نے اپنے خاوند سے کہا۔ اس دن کے بعد انہوں
نے اپنی بیوی کو گالیاں دینی چھوڑ دیں۔ اور وہ جب ملتی۔ تو ابا جی کو دعائیں دیا
کرتی۔ کہ مولوی صاحب کے طفیل مجھے اب گالیاں نہیں ملتیں۔

(زکیہ بیگم)

تاریخِ وفات

از حضرۃ قاضی محمد یوسف صاحب پراونشل امیر صوبہ سرحد

یوم جمعہ غرّہ ماہِ رجب

دم کشید و فوت شد شیر علی

1366ھ سال وفات بنتا ہے۔

ادب کا طریق

پاس ادب سے کسی کے آگے جوتا رکھنا اہلِ مشرق کا طریق ادب ہے۔ یورپ کے کسی شخص کے دل میں خیال بھی نہیں آ سکتا۔ کہ جس کا دل میں ادب ہے۔ اس کا جوتا بھی اٹھا کر اس کے آگے کرے۔ ہمارے لنڈن مشن سے منسلک ایک صاحب ڈاکٹر سلیمان مرحوم تھے۔ ان کے والد کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) میں ایک مسلمان مالدار تاجر تھے ڈاکٹر سلیمان بالکل ایام طفلی میں اپنی ماں کی گود سے جدا کر کے انگلستان بھیج دیئے گئے۔ اس لئے ان کی نہ صرف زبان ہی انگریزی تھی۔ بلکہ تمام عادات، خصائل سب انگریزی تھے۔ جب حضرت مولوی صاحب انگلستان تشریف لے گئے۔ تو ان کے تقدس سے ڈاکٹر صاحب کے دل میں ادب و احترام کا یہ عالم ہو گیا تھا۔ کہ جب ڈاکٹر صاحب

مرحوم قادیان کی زیارت کیلئے آئے۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں حضرت مولوی صاحب کے سامنے جوتا رکھنا چاہتا ہوں۔

(سردار مصباح الدین)

مسیح موعود کا علم

دریافت کرنے پر ہر احمدی دوست بتلاتا ہے کہ اسے سلسلہ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیسے علم ہوا۔ یا کیسے احمدی ہوا۔ لیکن سلسلے کے تاریخی ریکارڈ میں اس بات کا صحیح اور یقینی طور پتہ نہیں ملتا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت اقدس کا ذکر کیسے پہنچا۔ ایک روایت کا متعلقہ حصہ یوں ہے کہ آپ نے بازار سے ادویہ لینے کے لئے کسی شخص کو جو بھیجا۔ تو ادویہ فروش نے جس کاغذ میں ادویہ لپیٹ کر دیں۔ وہ براہین کا اشتہار تھا۔ تو یُوں پڑیہ کے کھولنے پر آپ کو حضرت اقدس کا علم ہوا۔

(سوانح حضرت اقدس مولفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم)

لیکن اس کے بارے میں حضرت مولوی صاحب نے جلسہ ''ذکر حبیب'' کی تقریر میں یہ بات بیان فرمائی تھی کہ ان دنوں مہاراجہ جموں وکشمیر کا وزیراعظم بنگالی تھا۔ وہ کسی کام پر سیالکوٹ گیا۔ تو ایک شخص جو براہین احمدیہ کا اشتہار تقسیم کر رہا تھا۔ اس نے ایک اشتہار اس وزیر کو بھی دے دیا۔ جب وہ واپس لوٹا تو دربار میں داخل ہوتے ہی اشتہار ہاتھ میں اُٹھا کر حضرت مولانا

نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متوجہ کر کے ''ایلجن ایلجن'' پکارنا شروع کر دیا۔ اور حضرت مولانا صاحب کے پاس پہنچ کر اشتہار ان کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور یوں آپ کو حضرت اقدس کے ظہور کا علم ہوا۔ سب دوست جانتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب بہت محتاط بزرگ تھے۔ انہیں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل تھا۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ انہوں نے خود حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے براہِ راست سنے بغیر یہ بات بیان کی ہو۔

(سردار مصباح الدین)

شفقت

میں جب دسمبر 1901ء میں قادیان آیا۔ تو بیمار تھا۔ کیونکہ کچھ عرصہ سے مخالفین نے میرے والد صاحب پر قتل کا ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر رکھا تھا اس سلسلہ میں شدید بھاگ روڑ کے باعث میری صحت بالکل خراب ہوگئی تھی اس لئے میں مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ میں لیٹا رہتا۔ حضرت مولوی صاحب ازراہ شفقت روزانہ مجھے بورڈنگ میں ہی تشریف لا کر سبق پڑھا دیا کرتے تا کہ کلاس کے لڑکوں سے پیچھے نہ رہ جاؤں۔ آپ کی یہ عادت تھی۔ کہ میرے شدید اصرار کے باوجود اپنے طبعی رنگ کے پیش نظر میری چارپائی کی ادوائن کی طرف تشریف رکھتے۔ میں چونکہ نیا نیا باہر سے آیا تھا اور معلّمین کے رعب و دبدبہ کا

میرے دل پر خاص اثر تھا۔ اس لئے حضرت مولوی صاحب کی نیکی منکسر المزاجی اور خیر خواہی سے بہت متاثر ہوا۔ چنانچہ اس پاک نمونہ نے مجھے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کی نیکی اور تقویٰ کا ہمارے قلوب پر اتنا گہرا اثر پڑا تھا۔ کہ ہم دوسرے اساتذہ کی نسبت آپ سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔

(فتح محمد سیال)

پاس خاطر

جب میں پہلی دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے عہد خلافت میں آپ کے حکم سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ولایت جانے لگا۔ تو حضور بیمار تھے آپ نے شدید نقاہت کے باعث چارپائی پر لیٹے لیٹے ہی مجھ سے معانقہ فرمایا۔ اور انتہائی محبت اور دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔ اس وقت چونکہ جماعت کا بااثر اور صاحبِ اقتدار طبقہ میرے تبلیغ اسلام کی خاطر ولایت جانے کے خلاف تھا۔ اس لیے ان میں سے ایک فرد بھی الوداع کہنے کے لیے بٹالہ کی سڑک تک نہ گیا۔

اس کس مپرسی کی حالت میں جب کہ میں تنہا اپنے عزیز واقارب کو چھوڑ کر ہزاروں میل دور جا رہا تھا۔ صرف ایک غیور محبت شعار اور پاک وجود تھا۔ جس کی دلی ہمدردیاں اور پرخلوص دعائیں میرے ساتھ تھیں اور وہ حضرت مولانا شیر علیؓ تھے۔ آپ اکیلئے مجھے رخصت کرنے کے لیے قادیان سے بٹالہ کی

سڑک تک تشریف لائے اور دعا کے بعد سوار کر کے واپس چلے گئے۔ میرا دل بھر آیا اور میں ضبط کا یارانہ پا کر دیر تک روتا رہا۔

(فتح محمدؐ سیال ایم اے)

عشقِ رسُول صلعم

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا ہوں۔ وہ سیڑھیاں کچھ پرانی سی لکڑی کی بنی ہوئی ہیں۔ اوپر سے ایک اور بزرگ سیڑھیوں سے اُتر رہے ہیں۔ درمیاں میں جب آمنا سامنا ہوا تو میں نے اُن سے مصافحہ کیا۔ اور اس احساس کے ساتھ مصافحہ کیا کہ یہ آنحضرت صلعم ہیں۔ اس خواب پر کافی عرصہ گذر گیا۔ حالات بدلتے گئے۔ اس دوران میں 1934ء میں مجھے پہلی دفعہ قادیان جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب کہ آریہ سکول کے پاس احرار کانفرنس کے اجلاس ہو رہے تھے۔ شہر کے اندر مختلف جگہیں دیکھنے کیلئے میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ گیا۔ مسجد مبارک کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اوپر والے صحن کو جانے کیلئے جو سیڑھیاں لکڑی کی بنی ہوئی تھیں اُن پر میں چڑھ رہا تھا۔ اور اوپر سے ایک عمر رسیدہ بزرگ نیچے اُتر رہے تھے۔ درمیان میں ملاقات ہوئی۔ اور دفعتہً مجھے وہ پرانا خواب یاد آگیا۔ جو میں نے سالوں پہلے دیکھا تھا۔ یہ بالکل وہی نظارہ تھا۔ یہ تصور کچھ وقفہ کے لئے ذہن میں آیا۔ اور پھر دوسرے خیالات نے اس پر غلبہ پالیا جنوری 1936ء

میں جب میں احمدی ہوا۔تو میری ملاقات حضرت مولوی شیر علی صاحب سے
ہوئی۔اُن سے میری یہ دوسری ملاقات تھی۔

پہلی ملاقات 1934ء میں مسجد مبارک کی سیڑھیوں کے درمیان
میں ہوئی تھی۔میں نے خواب اور ظاہر کے اس تطابق کے یہ معنے لئے کہ حضرت
مولوی صاحب موصوف عشقِ رسول ﷺ اور سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی میں
ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔اور میرے لئے آپ کی زندگی میں اس لحاظ سے بڑا
سبق ہے۔اور خواب کے نظارہ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(ملک سیف الرحمٰن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق

حضرت مولوی شیر علی صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے
عاشقانہ محبت تھی۔جب دوسرے گریجویٹ اور صاحب حیثیت لوگ حضور کی آمد
پر بیٹھے رہتے۔حضرت مولوی صاحب کا یہ معمول تھا۔کہ آپ ادنیٰ سے ادنیٰ
خدمت کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے چنانچہ میں نے خاص طور پر اس بات کو
نوٹ کیا ہے کہ جب حضرت اقدس علیہ السلام مسجد میں تشریف لاتے۔تو
حضرت مولوی صاحب اس عشق و محبت سے معمور دل کے ساتھ آگے بڑھ کر
حضور کا جوتا اٹھا لیتے۔اور نماز سے فراغت کے بعد جب حضور رخصت ہونے
لگتے تو حضور کو جوتا پہنانے میں ایک سرور کی کیفیت محسوس کرتے۔

حضور کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کے اس گہرے روحانی تعلق کا راز ایک دفعہ بذریعہ رویا مجھ پر واضح کیا گیا۔ مجھے رویاء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور کی شکل مجھے بالکل حضرت مولوی شیر علی صاحب کی طرح نظر آئی۔ البتہ حضور کا قد اس وقت اتنا لمبا تھا کہ جب میں نے معانقہ کیا تو میرا سر حضور کے پیٹ کے برابر آیا۔ میں نے دعا کے لئے عرض کیا تو حضور خاموش رہے۔ اس سے مجھے گھبراہٹ سی محسوس ہوئی۔ اور میں نے جھک کر اور حضور کے گھٹنوں کو چھو کر جب دوبارہ دعا کے لئے عرض کیا۔ تو حضور نے فرمایا ''جنگل کے برہمنوں کو بھلانا نہیں''۔ یعنی دیہات میں جو غریب اور مفلوک الحال لوگ رہتے ہیں۔ ان کی ضروریات سے لاپرواہی نہیں برتنی گویا دعا کے لئے یہ شرط تھی۔ برہمن کے لفظ کے معنی عباداللہ ہیں یعنی اللہ والے یہ رویاء کے عجائبات میں سے ہے۔ کہ رویاء میں حضرت اقدس علیہ السلام کی ظاہری شکل حضرت مولوی صاحب سے مشابہ تھی لیکن میں خواب میں اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت ہی سمجھتا ہوں۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب کو چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہا محبت تھی۔ اس لئے یہ رویاء اس تعلق کا آئینہ دار تھا۔ جیسا کہ بعض دوستوں کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی شکل میں ہوئی۔

(فتح محمد سیال ایم۔اے)

منکسر المزاجی

حضرت خلیفۃ المسیح اول جب گھوڑی سے گر کر بستر علالت پر کئی ماہ دراز رہے۔ تو ایک روز (جب کہ میں بھی چار پائی کے پاس کھڑا تھا) فرمایا یہ شیر علی کہاں ہے۔ اسے ہماری فکر نہ ہو۔ ہمیں تو اس کی خیر و عافیت کا ہمیشہ خیال رہتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب اس وقت حضرت حکیم الامتہ کے سرہانے بیٹھے تھے۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ تو شگفتہ ہو گیا۔ لیکن بولے پھر بھی نہیں۔ کہ میں تو حاضر ہوں۔ کیونکہ حضرت مولوی صاحب ہر روز حاضر ہوتے اور دیر تک بیٹھے دعا میں مصروف رہتے اور حضرت کی تکلیف کے خیال سے آہستہ سے السلام علیکم کہہ کر چلے جاتے۔ کیونکہ نمائش مقصود نہ تھی۔

آخر حکیم محمد عمر صاحب نے عرض کیا۔ کہ وہ تو دیر سے آپ کے سرہانے فرش پر بیٹھے ہیں۔ اور روز آتے ہیں۔

(ظہور الدین اکمل)

خواب کی تکمیل

حضرت مولوی شیر علی صاحب جب ترجمۃ القرآن کے سلسلہ میں ولایت تشریف لے گئے تھے۔ ان ایام کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ مجھے ایک لفافہ حضرت مولوی صاحب کی جانب سے موصول ہوا۔ جس میں تحریر تھا کہ بہ ظاہر

ابھی میرے آنے کی کوئی خبر نہیں۔ مگر میں نے رویاء میں دیکھا ہے کہ میں دار الامان واپس پہنچا ہوں اور آپ کے مکان میں آ کر آپ سے ملاقات کی ہے اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ آ کر اپنے خواب کو پورا کروں گا۔ اس کے بعد جلد ہی آپ واپس تشریف لے آئے۔ میں اس وقت حسب معمول بیٹھک میں نیم دراز تھا۔ میں نے اسلام علیکم کی دلکش آواز سُنی۔ اور معاً میری پیشانی پر ہلکا سا بوسہ مجھے اُٹھنے کو موقعہ بھی نہ دیا۔ اور چند لمحوں کے لئے میرے پاس چارپائی پر بیٹھ گئے۔

(ظہور الدین اکمل)

بازار سے گذرنا

ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب اپنے گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے ایسا راستہ اختیار کیا۔ جس پر آمد و رفت کم تھی۔ میں نے عرض کیا بازار کا راستہ قریب رہے گا۔ آپ نے فرمایا ''بازاروں سے کم گذرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے قلب پر بُرے اثرات پڑتے ہیں''۔

(احمد مصطفیٰ اوکاڑہ)

اطاعت امام

حضرت مولوی صاحب کے دل میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ

تعالیٰ کے احکامات کو اولین فرصت میں بجالانے کی تڑپ تھی۔ ایک دفعہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سوموار اور جمعرات کے روز روزہ رکھنے کی جماعت کو ہدایت فرمائی۔ حضرت مولوی صاحب کو میں نے دیکھا کہ آپ اپنے داماد چوہدری ولی محمد صاحب مرحوم کے چھوٹے بچوں کو بھی سحری کے وقت جگا دیا کرتے۔ ایک روز میں نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ ان چھوٹے بچوں کو جگانے کا کیا فائدہ؟ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ ان میں سے جب کوئی روتا ہے۔ تو اس طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں شریک ہو جاتا ہے۔

(مولا بخش کازر ریڈیو پشاور)

نہی عن المنکر

ایک ٹی پارٹی میں اتفاقاً حضرت مولوی صاحب میرے سامنے بیٹھے تھے۔ ایک طشتری جس میں بیدانہ مٹھائی پڑی تھی۔ میں اس میں سے ایک ایک دانہ منہ میں ڈالنے لگا۔ آپ جانتے ہیں ایڈیٹروں کا دماغ خالی نہیں رہتا۔ میں کسی خیال میں محو ہو گیا۔ اور غالباً میرا ہاتھ معمول سے زیادہ تیز چلنے لگا۔ حضرت مولوی صاحب نے میرے ہاتھ پر انگلی رکھ کر نہایت محبت سے فرمایا۔ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ کہ لقمہ اٹھانے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ میں اس نادانستہ لغزش پر نادم ہوا۔ اس امر کا ذکر میں نے صرف یہ بتانے کیلئے کیا ہے کہ حضرت مولوی صاحب باوجود شرم حضور ہونے کے امر بالمعروف اور نہی عن

المنلر سے کبھی نہیں ہچکچاتے تھے۔

(ظہورالدین اکمل)

لین دین

حضرت مولوی صاحب کے لئے ایک شخص دودھ لایا کرتا تھا۔ مہینہ کے بعد اُسے رقم ادا کرنا تھی۔ دودھ والا اپنے حساب کے مطابق بہت کم رقم بتاتا تھا۔ لیکن حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ تمہارا تمام حساب میرے پاس درج ہے تمہاری رقم زیادہ بنتی ہے یہ تمہیں لینی ہوگی۔ آخر حضرت مولوی صاحب کے اصرار پر اس نے وہ رقم لے لی۔

(مولابخش پشاور)

دعا کے لئے اضطرار

ایک دفعہ آپ کے فرزند عزیز عبدالرحیم شدید بیمار ہو گئے ان کی شفایابی کے لئے نیز محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن رانجھا (جو کہ آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں) اُن کے امتحان میں کامیابی کے لئے اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو روزانہ رقعے لکھ لکھ کر دعا کرائی۔ پہلے رقعہ کے ساتھ آپ خود تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا۔ آپ نہایت توجہ سے دعا کریں۔ پھر راستہ میں یاد دلایا۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ آپ کا ایک بار کہنا ہی کافی ہے۔ فرمایا۔ دعا کی

کے لئے اضطرار ضروری ہے۔ مثنوی مولانا روم کا یہ شعر پڑھا

تا نہ گرید کودکے حلوہ فروش

رحمتِ حق کے ہے آید بجوش

(ظہور الدین اکمل)

بے نفسی

یہ 14ء کا واقعہ ہے۔ جب میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں میٹرک کا طالب علم تھا۔ کہ میری ہمشیرہ کو شدید طور پر بیماری کا حملہ ہوا۔ لڑکپن اور نوعمری کے باعث چونکہ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بلند مقام کا علم نہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنے ذہنی تاثر کے ماتحت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کی خدمت میں دعا کا خط لکھا کیوں کہ اس وقت قادیان میں آپ کے زہد واتقاء اور قبولیت دعا کی کافی شہرت تھی۔ جواباً آپ نے مجھے تسلی دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مسنون الہامی دعا ''بسم اللہ الشافی. بسم اللہ الکافی'' مریضہ کے سرہانے بیٹھ کر پڑھنے کے لئے لکھا۔ اور ساتھ ہی خاص طور پر یہ تلقین فرمائی۔ کہ آئندہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا کریں۔ مجھے لکھنے کی ضرورت نہیں ہم لوگ انہی کے فیض یافتہ ہیں۔

حضرت مولوی صاحبؓ کی اس بے نفسی اور صحیح رہنمائی کے گہرے

نقوش اب تک قائم ہیں۔ اور میں ان کے بتائے ہوئے اس قیمتی نسخہ سے ایک ربع صدی سے مستفیض ہو رہا ہوں۔ (فجز اہ اللہ خیراً)

(عبدالحمید خاں آف دیرو دال)

لطیفہ

عبداللہ جان پشاوری ٹیلر ماسٹر نہایت عمدہ سلائی کرتا تھا۔ مگر اس کی عادت تھی۔ کہ کپڑا بہت دیر سے حتیٰ کے بعض دفعہ چھ چھ ماہ بعد سی کر دیتا۔ کیوں کہ جم کر بیٹھنے کا عادی نہ تھا۔ میں نے ایک بار دیکھا۔ حضرت مولوی صاحبؓ ماہ جون میں گرم کپڑا اپنے کوٹ کے لئے اُسے دے رہے ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب ابھی تو چار پانچ ماہ موسم سرما میں باقی ہیں۔ فرمانے لگے میں اسے وعدہ خلافی کے گناہ سے بچانے کے لئے ایسا کر رہا ہوں۔

(ظہور الدین اکمل)

انکساری و بے نفسی

قادیان میں ایک مرتبہ میرا بچہ ولی الرحمٰن بیمار ہو گیا۔ میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے اپنے محلہ دار الرحمت کی مسجد میں آیا۔ نماز کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب بھی وہاں موجود ہیں۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ سے عرض کیا۔ کہ حضرت میرا بچہ بیمار ہے۔ اس

نقوش اب تک قائم ہیں۔ اور میں ان کے بتائے ہوئے اس قیمتی نسخہ سے ایک ربع صدی سے مستفیض ہو رہا ہوں۔ (فجزاہ اللہ خیراً)

(عبدالحمید خاں آف ویروووال)

لطیفہ

عبداللہ جان پشاوری ٹیلر ماسٹر نہایت عمدہ سلائی کرتا تھا۔ مگر اس کی عادت تھی۔ کہ کپڑا بہت دیر سے حتیٰ کے بعض دفعہ چھ چھ ماہ بعد ہی کر دیتا۔ کیوں کہ جم کر بیٹھنے کا عادی نہ تھا۔ میں نے ایک بار دیکھا۔ حضرت مولوی صاحبؓ ماہ جون میں گرم کپڑا اپنے کوٹ کے لئے اُسے دے رہے ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب ابھی تو چار پانچ ماہ موسم سرما میں باقی ہیں۔ فرمانے لگے میں اسے وعدہ خلافی کے گناہ سے بچانے کے لئے ایسا کر رہا ہوں۔

(ظہورالدین اکمل)

انکساری و بے نفسی

قادیان میں ایک مرتبہ میرا بچہ ولی الرحمٰن بیمار ہو گیا۔ میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے اپنے محلّہ دارالرحمت کی مسجد میں آیا۔ نماز کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب بھی وہاں موجود ہیں۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ سے عرض کیا۔ کہ حضرت میرا بچہ بیمار ہے۔ اس

کے لئے دعا فرما دیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابھی مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ''شیر علی'' کہتا ہے کہ ولی الرحمٰن کی شفایابی کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ میں نے حسب ارشاد اسی وقت حضرت مولانا راجیکی کے گھر جا کر دستک دی۔ تو آپ باہر تشریف لائے اور حسب عادت میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے۔

''اللہ دیا شیرا توں کدھر آیا ایں''

میں نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ کہ میں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب سے دعا کے لئے کہا تھا۔ تو انہوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ یہ سن کر حضرت مولانا نے انتہائی انکساری کے لہجہ میں اپنے متعلق بہت حقیر قسم کے الفاظ استعمال کئے اور اسی وقت میدان میں کھڑے ہو کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھا لئے اور فرمایا کہ

''اے میرے خدا تیرے ایک محبوب اور نیک بندے نے ان کو میری طرف بھیجا ہے۔ سو میں تیرے حضور دعا کرتا ہوں کہ تو اس نیک اور پاک بندے کے طفیل میری دعا قبول فرما اور ولی الرحمٰن کو شفا دے''۔

چنانچہ میرے بچے کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جلد ہی شفا عطاء فرمائی۔

اس کے بعد حضرت مولوی شیر علی صاحب دو تین سال تک جب بھی

راستہ میں ملتے تو حسب معمول دور سے ہی سلام علیکم کے بعد ولی الرحمن کی صحت کے متعلق دریافت فرماتے۔

(سیٹھی خلیل الرحمن)

درگذر

1910ء کا واقعہ ہے جب کہ میری عمر 14-13 سال کی تھی۔ میں اس وقت مذہباً ہندو قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ گاؤں سے پرائمری سکول پاس کر کے نیا نیا ہائی سکول کی سپیشل کلاس میں داخل ہوا تھا بعض لڑکے مجھے تنگ کر رہے تھے۔ میں نے غصہ میں آ کر پتھر مارا لیکن اُن کو لگا نہیں۔ پھر میں نے اپنا جوتا اتار کر زور سے پھینکا۔ تو اچانک حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اس کی زد میں آ گئے۔ اور وہ گوبر سے بھرا ہوا جوتا آپ کی پیٹھ پر لگا۔ لیکن آپ نے میرے شرمندہ ہونے کے خیال سے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ میں ڈر رہا تھا۔ کہ شائد اب مجھے سکول سے خارج کر دیں یا نہ معلوم کیا سخت سزا دیں۔

آپ کے ان بلند اخلاق کو دیکھ کر اسلام کی پاکیزہ تعلیم اور اس کے محاسن میرے دل میں گھر کر گئے۔ اور میں آپ کی اس بزرگانہ شان کا گرویدہ ہو کر یہ سمجھنے سے قاصر رہا۔ کہ آپ انسان ہیں یا فرشتہ۔ چنانچہ اسی گہرے تاثر کا نتیجہ تھا۔ کہ ڈاکٹر بننے کے بعد جب بھی مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا نیاز حاصل کرنے کا موقعہ نصیب ہوتا۔ تو میں حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں

ضرور حاضر ہوتا۔

(ڈاکٹر عبدالرحمٰن کامٹوی حال کراچی)

روحانی تاثر

خاکسار کے بہنوئی مکرم محمد احسن صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میٹرک کے امتحان کے بعد ادھر اُدھر گھومنے کے سوامیرا کوئی پروگرام نہ تھا۔اس مسلسل بیکاری سے میں تنگ آ گیا اور ارادہ کیا۔کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی ملے۔تو کرلوں۔چنانچہ ایک روز چوہدری شبیر احمد صاحب بی۔اے واقفِ زندگی سے ملاقات ہوگئی۔وہ مجھے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی خدمت میں لے گئے۔اور میرے تمام تر کوائف آپ کے سامنے پیش کر کے مشورہ طلب کیا۔حضرت مولوی صاحب نے نہایت سادگی سے فرمایا۔کہ ان کو میرے پاس رہنے دیں۔چنانچہ آپ نے مجھے ایک کمرہ میں بٹھا کر ٹائپ رائٹر لا دیا۔وقتاً فوقتاً آپ مجھے ٹائپ کے لئے کچھ کاغذات دے دیتے۔جن کو میں حسب ارشاد ٹائپ کر دیتا۔کچھ عرصہ آپ کی پاکیزہ صحبت میں رہ کر میں آپ کی بلند روحانی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوا۔کہ میرے دل میں آپ کی بے پناہ محبت جاگزیں ہوتی چلی گئی۔اور میں آپ کی خدمت میں ایک روحانی سرور محسوس کرنے لگا۔بس یہی جی چاہتا تھا۔کہ ہر وقت اسی نشہ میں سرشار رہوں۔حضرت مولوی صاحب کو بھی مجھ سے بے حد اُنس ہو گیا۔میرے چھوٹے سے چھوٹے

کا مرتبہ و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور میری دلداری فرمانے میں کوئی کسر اٹھا
نہ رکھتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ محض آپ کے روحانی جذب و کشش کا کرشمہ تھا
کہ مجھ سا بے کار انسان نہ صرف کار آمد بن گیا بلکہ میری روح میں ایسی جلاء پیدا
ہوگئی۔ جواب تک میرے لئے مشعل راہ ثابت ہو رہی ہے۔

(ریاض احمد لاہور چھاؤنی)

اخلاق عالیہ

ایک ملاقات کے سلسلہ میں خاکسار حضرت مولوی صاحب کی
خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ ذرا گیلی تھی۔ اس
لئے مجھے بیٹھنے میں توقف ہوا۔ آپ کو جب اس کا علم ہوا۔ تو فوراً اٹھ کر اپنی پگڑی
کے پلو سے اُسے صاف کر کے فرمایا تشریف رکھیں۔

(ڈاکٹر محمد رمضان)

قبولت دعا

ایک مرتبہ قادیان میں مجھ پر ایسا وقت بھی آیا۔ کہ 20-25 روز
تک کوئی کام نہ ملا۔ اور مسلسل بے کاری سے طبیعت گھبرا گئی۔ چنانچہ میں اور
مستری علی محمد صاحب ہر دو نے یہ عہد کیا۔ کہ مغل پورہ جا کر کوئی کام تلاش
کریں۔ ہم اس ارادہ کے ساتھ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے مکان

کے پاس سے گذر رہے تھے۔ کہ راستہ میں حضرت مولوی شیر علی صاحب سے
ملاقات ہوئی۔ ہم نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ اور آپ سے عرض کی۔ کہ ہم کام
کی تلاش کے لئے باہر جا رہے ہیں۔ دعا فرما دیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس سفر
میں برکت ڈالے۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے وہیں کھڑے ہو کر
ہمارے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے۔

ہم گاڑی پر سوار ہو کر مغل پورہ اسٹیشن پر ابھی اُترے ہی تھے۔ کہ
حضرت مولوی صاحب کی دعا کا یہ اثر دیکھا کہ ایک سکھ جس کو اپنے زیر تعمیر مکان
کے لئے مستریوں کی ضرورت تھی۔ وہ آواز دے رہے تھے کہ کوئی مستری ہو؟

چنانچہ ہم نے اسکو غیبی امداد سمجھا اور اس کے ساتھ ہو لئے وہاں
20/15 روز تک ان کے مکان کے لئے لکڑی کا تمام کام مکمل کیا۔ اور خدا
تعالیٰ نے ہماری مالی پریشانی کو کشائش سے بدل دیا۔

(مستری علم الدین ربوہ)

دعاؤں میں سوز

میرے بہنوئی مکرم محمد احسن صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ
میں نے حضرت مولوی صاحب کا اپنی خاص دعاؤں اور نمازوں میں گریہ و
زاری کرنے کا عجیب منظر دیکھا ہے۔ ایک روز میں اپنے کمرے میں بیٹھا کام
کر رہا تھا۔ کہ اچانک ساتھ والے کمرے سے زور زور سے رونے کی آواز آئی۔

میں نے چونکہ قبل ازیں حضرت مولوی صاحب کو اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔
اس لئے میں گھبرا گیا۔ کہ نہ جانے حضرت مولوی صاحبؓ کو کیا تکلیف پہنچی ہے۔
جو اس طرح درد و کرب سے رو رہے ہیں۔ اندر جا کر کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت
مولوی صاحب سوز و گداز سے رو رو کر دعا کر رہے ہیں۔ جب آپ نے دعا ختم
کی تو میں نے پوچھا کہ حضرت مولوی صاحب آپ کو کیا ہوا تھا۔ حضرت مولوی
صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک دوست کا خط آیا ہے کہ اس کا بچہ بیمار ہے۔ میں اس
کی صحت کے لئے دعا کر رہا تھا۔ خدا تعالیٰ کے حضور آپ کا اس طرح رونا مجھے
اتنا پسند آیا۔ کہ آج تک اس گہرے تاثر کو یاد کر کے لطف اندوز ہوتا ہوں۔

(ریاض احمد لاہور چھاؤنی)

قرآن سے عشق

حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ساتھ رہنے کی وجہ سے میرا یہ
معمول ہو گیا۔ کہ عاجز مغرب کی اذان سے کچھ قبل حضرت مولوی صاحب کے
ہمراہ مسجد مبارک جاتا اور نماز مغرب ادا کرتا۔ ایک دن راستہ میں حضرت مولوی
صاحب نے دریافت فرمایا۔ کہ تم کو چاروں قل (سورہ الکافرون، سورہ اخلاص،
سورہ فلق، سورہ الناس) زبانی یاد ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ تین یاد ہیں۔ سورہ
فلق یاد نہیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے گیسٹ ہاؤس سے لے کر مولانا
سید سرور شاہ صاحب کے مکان تک میرے لئے متعدد بار یہ سورۃ دہرائی۔ اور

دوسرے روز مجھ سے زبانی سُن کر بے حد مسرور ہوئے۔ اور حوصلہ افزائی کے طور پر فرمایا۔

''تمہارا ذہن بچپن کے باعث حفظ کرنے میں ہم بوڑھوں کی نسبت اچھا ہے۔ اس لئے جتنا قرآن زبانی یاد کر سکو۔ اسی عمر میں کرلو''۔

چنانچہ حضرت مولوی صاحب کی اس ہدایت اور شوق دلانے کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ میں نے بعد میں لمبی لمبی سورتیں یاد کیں۔ آپ کی اس پاکیزہ تربیت کا اب تک میرے دل پر اثر ہے۔

(سید اعجاز احمد شاہ)

غریب پروری

میں ابھی چھوٹا ہی تھا۔ کہ والدین کا سایہ عاطفت میرے سر سے اُٹھ گیا۔ میرے بھائی چونکہ احمدیت کے سخت مخالف تھے۔ اس لئے انہوں نے ہمیں ہر قسم کی تکالیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جب حالات برداشت سے باہر ہو گئے۔ تو میں اپنے ایک عزیز کے مشورہ اور امداد سے کسی طرح قادیان پہنچ گیا۔ چند روز تک مہمان خانہ میں قیام رہا۔ بعد ازاں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل ہو گیا۔ اور پرائمری تک جوں توں کر کے تعلیم حاصل کرلی۔ آئندہ تعلیم کو جاری رکھنے کیلئے اخراجات کی ضرورت تھی۔ میں اس فکر میں غلطاں رہنے لگا۔ آخر میرے ارحم الرحمین خدا نے حضرت مولوی شیر علی

صاحب جیسے فرشتہ خصلت بزرگ کے ذریعہ مدرسہ احمدیہ میں میری تعلیم کا انتظام کردیا۔ گویا حضرت مولوی صاحب مشفق و مہربان باپ کی حیثیت سے میرے تمام تر اخراجات کے کفیل بن گئے۔ اور مجھے بورڈنگ میں داخل کرادیا۔ اب میری زندگی ایک نئے پرسکون دور میں داخل ہوگئی۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا۔ جیسے میری زندگی کی تمام منزلیں معین کردی گئی ہیں۔ حضرت مولوی صاحب کے علاوہ آپ کے صاحبزادگان بھی میرے ساتھ بھائیوں کی طرح سلوک روا رکھتے۔ اور آپ کی اہلیہ محترمہ تو اپنے بچوں کی طرح میرا ہر طرح خیال رکھتیں۔

چنانچہ میں متواتر کئی سال تک آپ کے گھر سے کھانا کھاتا رہا عیدین کے موقعہ پر تو لازمی طور پر آپ کے گھر ہی سے کھانا کھاتا۔ اس طویل عرصہ میں میرے دل کے کسی گوشہ میں اجنبیت کا احساس تک نہیں ہوا۔ بلکہ میں اسے اپنا گھر ہی سمجھتا رہا۔ اعلی اللہ درجاتھما فی الجنۃ

(عبدالرحیم عارف مبلغ سلسلہ احمدیہ)

قبولیت دعا

میرے بہنوئی مکرم محمد احسن صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ ایک روز میں نے اخبار میں فیروز پور کی ایک سرکاری ملازمت کا نوٹس پڑھ کر حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اگر اجازت ہو تو میں اس ملازمت کے لئے انٹرویو دے آؤں۔ اور ساتھ ہی میں نے یہ بھی عرض کی کہ مجھے حساب

نہیں آتا۔ فرمایا ''جاؤ امتحان دے آؤ میں دعا کروں گا''۔ چنانچہ آپ کی اجازت سے میں فیروز پور جاکر امتحان دے آیا۔ خلاف توقع میں نے حساب کا پرچہ 60 نمبر کا حل کرلیا۔ لیکن پاس ہونے کیلئے کم از کم 63 نمبروں کا حاصل کرنا ضروری تھا۔ واپسی پر میں نے حضرت مولوی صاحب سے اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ فکر نہ کرو۔ تم پاس ہو جاؤ گے۔ آپ کے تسلی دلانے پر میں بالکل مطمئن ہوگیا۔ جب نتیجہ نکلا۔ تو میں یہ دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ کہ میں کامیاب ہوگیا۔ اور پھر جلد ہی ملازمت کے لئے بلالیا گیا۔

(ریاض احمد لاہور چھاؤنی)

صحت کا خیال

جب میں مدرسہ احمدیہ کی ساتویں کلاس میں پہنچا تو میری صحت خراب رہنے لگی۔ پہلے تو حضرت مولوی صاحب نے اس خیال سے کہ شاید صحت کی خرابی کا باعث خوراک کی کمی ہے۔ میرے لئے دودھ کا اہتمام فرمایا۔ لیکن جب میری طبیعت زیادہ اداس اور پریشان دیکھی۔ تو آب وہوا کی تبدیلی کے لئے کشمیر جانے کا انتظام فرمادیا۔ ان دنوں خواجہ عبدالغفار صاحب ڈار اور خواجہ محمد عبداللہ صاحب مرحوم جو آسنور (کشمیر) کے رہنے والے تھے۔ اور مدرسہ احمدیہ کے ہی طالب علم تھے۔ ان کے ساتھ تیار کردیا۔ اور ہدایت فرمائی۔ کہ خوب سیر و تفریح میں وقت صرف کرنا۔ خرچ کی کمی کا احساس دل میں نہ لانا۔ میں باقاعدہ

خرچ بھیجتا رہوں گا۔ مزید سہولت کے لئے خواجہ عبدالرحمٰن صاحب رئیس آسنور کے نام ایک چٹھی بھی لکھ دی۔ غرض یہ کہ آپ کی ان پیہم ومتواتر عنایات کے طفیل میرا یہ سفر نہایت پرمسرت اور صحت کے حصول کے لئے نہایت بابرکت ثابت ہوا۔

مجھے جب بھی حضرت مولوی صاحب کی ان مہربانیوں کا خیال آتا ہے۔ تو دل وفورِ محبت سے ایک خاص حظ محسوس کرتا ہے اور بے اختیار دعائیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ کتنا فضل واحسان ہے کہ میں جس کس مپرسی کی حالت میں گھر سے نکلا تھا۔ اتنی ہی مجھ پر اپنے احسانات کی بارش برسائی۔ اور اپنے بزرگ اور پاک نفس اور فرشتہ سیرت وجود کے سایہ شفقت میں لا ڈالا جو میری تمام تر حاجات کا کفیل بنا۔ رفع اللہ درجاتہ فی الاولین والآخرین۔ آمین۔

(عبدالرحیم عارف مبلغ سلسلہ احمدیہ)

چشم پوشی

آپ ہمیشہ درگذر فرماتے اور ایسے رنگ میں اصلاح فرماتے۔ کہ غلطی کرنے والے کو محسوس بھی نہ ہوتا کہ میری کسی غلطی پر آپ ایسا کر رہے ہیں۔ آپ نے مجھے کسی کوتاہی پر سرزنش نہیں فرمائی۔ ہمیشہ عفو کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ اور ہمیشہ میری ترقی اور بہتری کے سامان پیدا کرنے میں میری

مدد فرمائی۔ جب میرے دوست اور ہم مکتب میرے ساتھ حضرت مولوی صاحب کے گھر تشریف لاتے۔تو آپ ان کا بھی حال پوچھتے۔اور اپنے ہاتھ سے لسی لا کر پلاتے۔بعض اوقات کھانا بھی کھلاتے۔اور اس قسم کی خدمات کی انجام دہی میں آپ ایک حظ اور سرور محسوس کرتے۔آپ کی ان مہربانیوں اور حسن سلوک کے باعث بعض ناواقف لوگ مجھے آپ کا بیٹا یا عزیز خیال کرتے تھے۔غالباً 34ء میں جب خاکسار نے مولوی فاضل کا امتحان دیا۔تو پرچے کچھ اچھے نہ ہونے کی وجہ سے میں ہر وقت اداس سا رہتا۔اور دوستوں سے الگ رہ کر تنہائی میں دعائیں کرتا رہتا۔میری یہ حالت دیکھ کر آپ نے فرمایا۔میرے پاس دفتر آ جایا کرو(ان دنوں آپ کا دفتر مرزا سلطان احمد صاحب کے مکان میں تھا) چنانچہ میں نے بلا ناغہ آپ کے پاس جانا شروع کر دیا۔آپ نے مجھے کچھ لکھے ہوئے کاغذات دے کر فرمایا یہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے نوٹ ہیں۔ان کو صاف کر کے لکھو۔چنانچہ میں آپ کے حکم کی تعمیل میں وہ نوٹ خوشخط کر کے لکھتا رہتا۔جب گھر کا خادم کھانا لے کر آتا۔تو فرماتے آؤ کھانا کھائیں۔میں عرض بھی کرتا کہ آپ ہی تناول فرمادیں تو مجھے باصرار اپنے ساتھ شریک کرتے اور میری دلداری کے طور پر فرماتے تسلی رکھو۔اللہ تمہیں امتحان میں کامیاب فرمائے گا۔بعض دفعہ آپ میری کامیابی کی خاطر دوسرے بزرگوں سے بھی دعا کرنے کے لئے فرماتے۔چنانچہ جب نتیجہ نکلا۔تو میں خدا

تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوگیا۔ تب آپ نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا اور مجھے مبارکباد دی۔ اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دین و دنیا میں بہتری کے سامان فرمائے۔

(امداد غرباء)

امداد غرباء

شدید جاڑوں کا ذکر ہے۔ ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب مسجد مبارک سے فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہولیا۔ آپ راستہ میں ایک مکان پر ٹھہرے اور اپنی کشمیری لوئی ایک صاحب کو دے دی۔ راستہ میں فرمایا کہ اس شخص کو کپڑے کی ضرورت تھی۔

(احمد مصطفیٰ اوکاڑہ)

مکتوبات گرامی

اس جگہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور خاندان حضرت اقدس علیہ السلام کے دیگر بابرکت افراد کے چند مکتوبات گرامی نمونۃً درج کئے گئے ہیں جو انہوں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کو وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے۔ (ریاض)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسول الکریم

حضرت امامنا و مولٰنا ایدکم اللہ فی المواطن کلھا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاکسار شیر علی مورخہ 6 دسمبر 97ء

پہلگام

2/8/26

مکرمی جناب مولوی شیر علی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کے لڑکے کے لئے دعا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ میرا وظیفہ ماہِ جولائی فوراً بھیج دیں۔ خرچ کی ضرورت ہے۔ والسلام

(ام محمود)

☆☆☆

مکرمی مولوی شیر علی صاحب

السلام علیکم۔

اس خیال سے کہ سلسلہ کی عورتوں میں علمی تحریک جاری رہے۔ اور

میں خود اس میں حصہ لے سکوں۔ اور اس لئے کہ جماعت کے دونوں حصے اپنے
فرض کو ادا کر سکیں۔ میرے دل میں خیال آیا ہے۔ کہ گو بظاہر حالات مخالف ہیں
مگر سلسلہ کی بہتری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں ایک اور شادی کر لوں۔ اس کے
لئے میں نے ایک جگہ بھی تجویز کی ہے۔ جسے میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس غرض کے
لئے مفید ہو سکتی ہے۔ مگر چونکہ کئی امور انسان کی نظر سے مخفی ہوتے ہیں جو مشورہ
سے اور استخارہ سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ میں آپ سے مشورہ بھی چاہتا ہوں اور
دعا اور استخارہ بھی آپ آج رات ہی سے خاص طور پر دعا کر کے استخارہ کریں
اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں۔ کہ وہ اپنے فضل سے کوئی امر بذریعہ رویا یا الہام
بھی منکشف کر دے تاکہ مزید تسلی کا موجب ہو۔ کیونکہ یہ امر بہت اہم اور نازک
ہے تھوڑی سی غفلت میرے لئے اور میرے ذریعہ سے سلسلہ کے لئے ٹھوکر کا
موجب ہو سکتی ہے۔ اور صحیح قدم عظیم الشان نیک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

خاکسار

(مرزا محمود احمد)

11 فروری 1925ء کو بوقت قریب 8 بجے شام بندہ کو بذریعہ شیخ عبدالقادر مل کر موجب اعزاز ہوا۔

(خاکسار شیر علی)

☆☆☆

مکرمی مولوی صاحب

السلام علیکم!

آپ کے خطوط ملتے رہتے ہیں۔ جزاکم اللہ۔ آپ کی صحت کی خرابی کا حال معلوم کر کے افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے۔ میں نے دیکھا ہے کہ میری علالت کی وجہ سے لوگ نمازوں میں پھر کم آنے لگے ہیں۔ آپ اس طرف خاص طور سے توجہ فرمائیں۔ محلہ داروں کو بلا کر تاکید کریں۔ اور ان سے کہیں کہ نماز ہی پر ہماری سب کامیابی کا راز ہے اس طرف خاص توجہ کریں۔ اور یوں بھی نصیحت اور وعظ سے لوگوں کو اس طرف توجہ دلاتے رہیں۔

جن صاحب کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ شاہپور سے کھڑا ہونا چاہتے ہیں۔ ان کے متعلق ناظر صاحب امور خارجہ سے کہیں کہ وہ بغیر کوئی رائے ظاہر کرنے کے سرگودہا کی جماعتوں سے رائے دریافت کریں کہ وہ ان میں سے اور ملک صاحب میں سے کسے ترجیح دیتے ہیں۔

(خاکسار مرزا محمود احمد)

☆☆☆

مکرمی و معظمی مولوی صاحب

السلام علیکم!

انشاء اللہ تعالیٰ کل ڈلہوزی روانہ ہو جائیں گے شیخ عبدالرحمٰن صاحب

اور شاہ صاحب کو پیچھے مکان کے لئے روانہ کر دیا ہے۔ گو اب میں جلد واپس آ
ارادہ کر چکا تھا۔ مگر خواب کے اشارہ کے لئے خصوصاً جس کے کئی پہلو تھے اور
ہ ایک خلاف حالات کے پورا ہو رہا ہے۔ جانا ہی مناسب سمجھا ہے۔ پندرہ ستمبر
تک انشاء اللہ قادیان پہنچ جاوینگے۔ تجارتی معاملات کے متعلق پھر تاکید ہے۔
ریویو کے لئے دو مضامین اور لکھ رہا ہوں۔ مگر اب ڈلہوزی جا کر ہی ختم ہو
نگے۔ انشاء اللہ

خاکسار

مرزا محمود احمد

محمد حسن سیلونی اکیلا واپس جانا چاہتا ہے اور دوسروں سے پہلے میرے
نزدیک اچھا ہے۔ اس کے لئے انتظام کر دیا جاوے۔

☆☆☆

مکرمی مولوی شیر علی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسز گارڈن کو اطلاع دے دیں کہ بیس روپیہ ماہوار بطور وظیفہ ان کی
لڑکی کی تعلیم کے لئے ان کو ماہوار دیا جایا کرے گا وہ لڑکی کی تعلیم مڈل کے درجہ
تک جاری رکھیں۔ اس کے بعد مناسب ہوگا۔ کہ اس کو دینی تعلیم دلوائی جائے۔
اور دفتر میں اطلاع کر دی جائے۔ کہ ان کو بیس روپیہ ماہوار باقاعدہ ہر مہینہ ملتا

رہے۔

خاکسار مرزا محمود احمد

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسول الکریم

مکرمی معظمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

حضرت والدہ صاحبہ کے خاص ارشاد کے ماتحت لکھتا ہوں کہ ایک اہم خانگی امر درپیش ہے۔ اس کے لئے خاص توجہ کے ساتھ مسنون طریق پر دعائے استخارہ فرما کر مشکور فرماویں۔

خاکسار مرزا بشیر احمد

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسول الکریم

مکرم معظم حضرت مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا عید مبارک کارڈ ملا۔ خداوند کریم آپ کو بھی مبارک کرے۔ اور اس کا فضل و رحم آپ کے شامل حال رہے۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ آپ بھی بندہ کے لئے دعا فرماویں کہ خداوند کریم مجھے دین حق کی تائید کی

توفیق عطا فرماوے۔ اور اپنے فضل سے گناہوں سے پاک کرے۔

خاکسار مرزا شریف احمد ڈلہوزی

☆☆☆

جناب مولوی صاحب مکرم معظم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آج رات عبدالرحیم خاں کی بابت ایک متوحش خواب دیکھا۔ جس سے بہت فکر ہو رہا ہے۔ ویسے بھی آج کل ہر وقت فکر ہے کیونکہ مدت سے ان کی طرف سے کوئی تسلی بخش خبر نہیں آئی نہ ہی کوئی اور وہاں سے لکھتا ہے کہ آخر وہ کیا کر رہے ہیں چونکہ آپ ان سے محبت فرماتے ہیں۔ اور ان کو بھی آپ سے خاص تعلق ہے۔ اس لئے میں استدعا کرتی ہوں کہ آپ اُن کیلئے خاص طور پر دردِ دل سے دعا کریں۔ کہ خداتعالیٰ اُن کو عزت کے ساتھ کامیاب کرے۔ اور بخیریت لائے ہم سب کے لئے بھی دعا کریں۔ فقط

(نواب) مبارکہ بیگم

☆☆☆

مکرم و محترم جناب مولوی صاحب سلمک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مل گیا تھا۔ میری طبیعت کچھ اچھی نہ تھی۔ اس لئے اُسی

وقت جواب نہ دے سکی۔ بچہ کی صحت کی خبر میں پہلے ہی سن چکی تھی۔ آپ کے خط سے پوری تسکین ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور آپ کو ہر قسم کے صدمات سے بچائے آپ دعا کے لئے لکھتے ہیں۔ میں کیا اور میری دعا کیا۔ ہاں آپ کے کہنے کے بموجب میں ہمیشہ دعا کرتی ہوں اور انشاء اللہ کرتی رہونگی رمضان کا آخری عشرہ شروع ہونے والا ہے آپ بھی خصوصیت سے ہمارے سب کے لئے دعا کریں۔ نیز میری صحت اور تعلیم کیلئے بھی خاص طور پر دعا کیجئے۔ میری صحت آج کل کچھ ٹھیک نہیں رہتی جس کی وجہ سے پڑھنے میں بھی نقص واقع ہوتا ہے۔

امتہ الحفیظ

☆☆☆

مکاتیب حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ

یہاں پر حضرت مولانا شیر علی صاحب کے چند خطوط بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔ جو آپ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، اپنے خاندان کے بعض افراد اور دیگر احباء کو تحریر فرمائے۔

ریاض۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قادیان دارالامان

8 اکتوبر 1929ء

بخدمت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیز عبدالرحمٰن سلمہ ربہ کے ساتھ رخصتانہ کے لئے کل ایک بجے کی گاڑی پر وطن کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔ بندہ کے ساتھ عزیزان عبدالرحمٰن و عبدالرحیم سلمہا ربہما اور ایک اور کس ہو گا سب کی طرف سے اجازت اور دعائی درخواست ہے۔ دوروپیہ بطور صدقہ پیش خدمت ہے۔

حضور کی دعا کا خواست گار خاکسار شیر علی عفی عنہ 8 اکتوبر 1929

مکرمی

السلام علیکم

اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ خاکسار مرزا محمود احمد

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسول الکریم

سیدنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج رات بندہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص گلبرٹ نام احمدی

ہوا ہے۔ اس کا رنگ سانولا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ولایت میں پیدا نہیں
ہوا۔ بلکہ کسی اور ملک میں پیدا ہوا اس لئے اس کا ایسا رنگ ہے۔ میں نے اس
سے اس کا مولد دریافت کیا۔ اس نے کسی شہر کا نام لیا جو میں نے اچھی طرح
نہیں سمجھا پھر میں نے دیکھا کہ ایک جگہ ہمارے بھائی بیٹھے ہوئے ہیں۔ جیسے
نماز کے لئے لوگ صف بنا کر بیٹھتے ہیں۔ حضور اس صف کے دائیں کنارے پر
اسی صف میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور بندہ حضور کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ بندہ
حضور کے کان میں گلبرٹ کے احمدی ہونے کی خبر حضور کو سُنا تا ہے اور جیسے
انسان فرطِ خوشی کی وجہ سے بات کرتے وقت بعض اوقات رو پڑتا ہے ایسا ہی
میں بھی یہ خبر حضور کو سُناتے وقت روتا ہوں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو خود
بھی اس بات کا علم ہے ایسے دو تین آدمی احمدی ہوئے ہیں اور دل میں خیال ہے
کہ گلبرٹ اور دوسرے نو احمدی فتوحات کا پیش خیمہ ہیں اور ان کے بعد کثرت
سے لوگ احمدیت میں داخل ہوں گے گویا فوج در فوج لوگ آئیں گے۔ (میں
نے Gilbert کے نام کے ساتھ ڈگری کے طور پر M.S کے حروف
دیکھے۔ اور میں نے خیال کیا کہ یہ ماسٹر آف سائنس ہیں) جب بندہ نے حضور کو
Gilbert کے احمدی ہونے کی خبر سنائی۔ اسی وقت کسی شخص نے حضور کے
پاس ایک رقعہ بھیجا۔ اور اس رقعہ کے اندر ہی دو چونیاں لپیٹ کر بھیجیں۔ اور رقعہ
میں ایسا لکھا ہوا ہے کہ Gilbert کے احمدی ہونے کی خوشی میں یہ بھیجتا

ہوں۔حضور نے وہ رقعہ مع چونیوں کے بندہ کو دے دیا۔ جیسے حضور چندہ کی رقم دے دیا کرتے ہیں۔اور فرمایا کہ پہلے زیادہ چندہ آنا رک گیا تھا۔اب (ان لوگوں کے احمدی ہونے کی وجہ سے) لوگ زیادہ چندہ بھیجا کریں گے۔اس وقت میں دل میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ پہلے رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں ایک شخص کے احمدی ہونے کی خبر A Happy News کے عنوان کے ماتحت دی ہے۔(مسٹر سائر چند کی خبر اس عنوان کے ماتحت لکھی ہے مگر خواب میں مسٹر محمد سائر چند کا خیال نہیں)۔اب اسی رسالہ میں Gilbert کے احمدی ہونے کی خبر A Cheering News کے عنوان کے نیچے دوں گا۔اس کے بعد حضور نماز کے لئے مع دیگر احباب کے کھڑے ہوئے ہیں۔مگر حضور اسی جگہ جہاں حضور بیٹھے ہوئے تھے کھڑے ہو کر امامت کراتے ہیں اور بندہ تکبیر بلند آواز سے کہتا ہے۔نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہا۔پھر رکوع سے اٹھ کر ربنا لک الحمد کہا۔پھر سجدہ میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہا۔نماز شروع کرنے سے پہلے بندہ نے دیکھا کہ حضور کے آگے صف کچھ ٹوٹی ہوئی ہے اور فرش نظر آتا ہے بندہ نے اپنا ایک خوبصورت رنگین رومال ثواب اور برکت کی نیت سے آگے بچھا دیا ہے۔

جن دوستوں کی صف کا بندہ نے ذکر کیا ہے۔اس میں سید ولی اللہ شاہ صاحب بھی ہیں۔حضور نے بندہ سے دریافت کیا۔کہ سُنا ہے کہ ولی اللہ شاہ نے

اپنی ایک کتاب بنگل میں کسی آدمی کے پاس بیچ دی ہے (تاخرچ کے لئے کچھ رقم مل جائے) بندہ نے عرض کیا۔ کہ اس کا ذکر شاہ صاحب سے ہوا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ کلا ایسا نہیں کیا گیا۔

اس خواب کی خوشی میں دو روپیہ حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

قبول فرما کر ممنون فرمادیں۔ 4/9/19

خاکسار حضور کی دعاؤں کا محتاج

شیر علی

☆☆☆

مکرمی مولوی صاحب

السلام علیکم!

خواب بہت مبارک ہے۔ اصحاب الیمین ہونا بھی کامیابی کی علامت ہے۔ یہ دو روپیہ اس خواب کے پورا کرنے کے لئے اشاعت اسلام میں داخل کرادیں تا اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے کسی پاک دل کو ہدایت فرمادے جو آئندہ ترقیات کا پیش خیمہ ہو گلبرٹ کے معنی بھی لغت میں دیکھیں۔ شاید اس سے کچھ مزید سراغ ملے۔

خاکسار مرزا محمود احمد

☆☆☆

مسجد لنڈن 21 مئی 1937ء

عزیزہ رقیہ بیگم سلمہار بہا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

21 مئی کو یہاں 8 بجے کے بعد شام کو ایک ایسا واقعہ ہوا جو سلسلہ کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے امپیریل کانفرنس میں جس میں انگلستان، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ اور دوسرے ممالک کے وزیر اعظم اور دوسرے مشہور آدمی جمع تھے۔ ایک زبردست تقریر کی جو تمام دنیا میں وائرلیس کے ذریعہ براڈ کاسٹ کی گئی۔ چوہدری صاحب تاجپوشی کے موقعہ پر امپیریل کانفرنس میں شمولیت کے لئے تمام ہندوستان کے نمائندہ ہو کر آئے۔ انہوں نے ہندوستان کے متعلق ایک زبردست تقریر کی۔ جس کو تمام ہندوستان کے لوگ سن کر بہت خوش ہوئے ہوں گے۔ پھر آخر میں انہوں نے نہایت شاندار الفاظ میں سلسلہ احمدیہ کا ذکر کیا۔ یہ حصہ بھی تمام دنیا میں براڈ کاسٹ ہوا۔ اور ہم نے بھی اپنے مکان میں چوہدری صاحب کی تقریر کو اس وقت جب کہ وہ امپیریل کانفرنس میں تقریر کر رہے تھے۔ سُنا۔ قادیان میں بھی اُمید ہے کہ رات کے ایک بجے کے قریب قادیان والوں نے وائرلیس پر چوہدری صاحب کی تقریر سُنی ہوگی۔ جب یہاں نو بجے شام کا وقت تھا۔ اس وقت قادیان میں قریباً ایک بجے کا وقت تھا۔ یعنی آدھی رات کے

بعد اور دنیا کے ہر ایک گوشہ میں چوہدری صاحب کی آواز کو لوگوں نے سُنا۔ یہ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں پہلا موقعہ تھا۔ جب کہ سلسلہ کے متعلق تقریر ایک ہی وقت میں تمام دنیا میں پہنچائی گئی۔ اور سب ملکوں اور تمام شہروں میں اور تمام مکانوں اور گھروں میں جہاں وائرلیس لگا ہوا ہے لوگوں نے تقریر کرنے والے کے الفاظ کو اپنے کانوں سے سُنا۔ پھر یہ تقریر ایک ہی دن میں تمام دنیا کے اخبارات میں شائع کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے چوہدری صاحب کو یہ فخر عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس سے بھی زیادہ خدمتِ دین کرنے کی توفیق بخشے۔ اور اُن کے درجات کو بلند کرے اور ہر طرح کا فضل اور رحم کرے۔ آمین

اپنی دادی جان اور آپا جان کو السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہیں۔ والسلام

خاکسار شیر علی

☆☆☆

عزیزہ رقیہ بیگم سلمہا ربہا

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میں بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔ تم سب کی خیریت اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہوں۔

آج کل موسم یہاں اچھا ہے۔ سردی کم ہوگئی ہے دھوپ بھی نکلتی ہے۔ یہاں دن لمبے ہیں۔

22 اپریل سے سب گھڑیاں ایک گھنٹہ آگے کردی گئیں آج کل کی
گھڑیوں پر آج سورج 5:09 پر نکلا اور 8:45 پر ڈوبے گا لیکن اصل وقت
سورج نکلنے کا 4:9 ہے اور سورج ڈوبنے کا اصل وقت 7:45 ہے۔
گھڑیاں اصل وقت سے ایک گھنٹہ آگے کی ہوئی ہیں۔ اور ہر روز صبح میں دو دو
منٹ کا فرق پڑتا جاتا ہے۔ کل سورج 5:7 پر چڑھے گا اور 8 بج کر 47
منٹ پر ڈوبے گا۔ ہم شام سے پہلے کھانا کھا لیتے ہیں۔ پھر نماز مغرب پڑھتے
ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد 11 بجے عشاء کی نماز پڑھتے ہیں 12 کے قریب
سوتے ہیں۔ پھر سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے اٹھ کر صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔
پھر سو جاتے ہیں۔ پھر 8 بجے اٹھ کر ناشتہ کرتے ہیں۔ پھر 1/1/2 بجے کھانا
کھاتے ہیں پھر 4/1/2 بجے چائے پیتے ہیں۔ (میں بجائے چائے کے کوکو
پیتا ہوں) چائے کے ساتھ بسکٹ وغیرہ ہوتے ہیں پھر 8 بجے شام کا کھانا
کھاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ تمہارا حافظ ہو۔

خاکسار شیر علی عفی عنہ

☆☆☆

مسجد لنڈن 11 ستمبر 1937ء

عزیزم حافظ عبداللطیف سلمہ ربہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں بفضلہٖ تعالےٰ خیریت سے ہوں۔ آپ سب کی خیریت اللہ تعالیٰ سے مطلوب ہے۔ اب تو تمہارے بھائی کشمیر گئے ہیں۔ تمہیں اچھی قائم مقامی کرنی چاہیے۔ اور اپنی اماں کو خوش رکھنا چاہیے۔ اگر تمہاری چھوٹی آپا نے مجھے لکھا کہ عزیز عبداللطیف اپنے بھائی جان کی اچھی قائم مقام کرتا رہا ہے۔ اور اس کی اماں اس پر بہت خوش ہے تو انشاءاللہ تعالےٰ میں علاوہ Air Gun کے جس کے ساتھ تم فاختہ وغیرہ چھوٹے پرندوں کا شکار کرسکو گے اور جو انشاءاللہ تعالیٰ رمضان شریف میں قرآن شریف سُنانے کا انعام ہوگا تمہیں 5 شلنگ (تین روپیہ 5 آنہ) بھی بطور انعام بھیجوں گا۔

آج کل سردی ہوگئی ہے۔ لیکن آج جب میں سیر کے لئے جارہا تھا۔ تو راستہ میں مجھے ایک انگریز ملا۔ اس نے کہا

I think it is a little spell. It will soon change

یعنی میرے خیال میں یہ سردی صرف ایک عارضی وقفہ ہے جو تھوڑے عرصہ کے لئے ہے۔ جلدی موسم بدل جائے گا۔

تمہارے بھائی جان کے نام جو خط ہے۔ وہ کشمیر میں اُن کے نام بھیج دیں۔ اُن کا پتہ تم کو معلوم ہوگا۔ اگر خواجہ عبدالرحمٰن صاحب کے پاس گئے ہیں۔ تو خواجہ کے گاؤں کا پتہ تو یہ ہے معرفت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب میر رینج آفیسر رخصتی موضع ناسنور ڈاک خانہ شوپیاں Shopian کشمیر اگر ان کا کوئی خط

کشمیر سے گھر آئے۔ تو وہی خط اپنے خطوں کے ساتھ حکیم صاحب کو دے دیا
کریں۔ تا کہ وہ مجھے بھیج دیں۔ خدا تعالیٰ تم سب کا حافظ و ناصر ہو۔ پچھلی ڈاک
میں بھی آپ کا خط پہنچا۔ خوشی ہوئی۔ بابا رمضان شیخ نور دین صاحب۔ مولوی
عبدالرحیم صاحب عارف کو اور محمد اکرام صاحب اور سب کو جو میرا پوچھیں میرا
السلام علیکم کہو۔ خصوصاً بھائی محمود احمد صاحب کو اگر ڈاکٹر حشمت اللہ خاں
صاحب ملیں تو اُن کی خدمت میں بھی السلام علیکم ورحمتہ اللہ عرض کرو۔ اپنی اماں
جان کی خدمت میں بھی السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہو۔

حافظ بشیر احمد صاحب کو بھی جن کے ساتھ دورہ کرتے ہو السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہو۔ والسلام

خاکسار شیر علی عفی عنہ

☆☆☆

مسجد فضل لنڈن

6 جون 1936ء

عزیزہ رقیہ بیگم سلمہار بہا

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ تم سب کو اپنے فضل اور رحم سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور
تم کو ہر طرح خوش رکھے تم نے لکھا ہے کہ تم اپنا مفصل حال نہیں لکھتے۔ اس خط

میں کھانے کا حال لکھتا ہوں۔ پہلے ایک بوڑھی عورت کھانا پکاتی تھی۔ اب وہ تین چار ہفتہ سے چلی گئی ہے۔ اب شیخ احمد اللہ صاحب مولوی شمس صاحب اور مولوی دردصاحب خود کھانا پکاتے ہیں اور برتن دونوں وقت صاف کرتے اور دھوتے ہیں۔ وہ بوڑھی تو باقاعدہ کھانا پکاتی تھی اور بدل بدل کر کھانا دیتی تھی۔ اب اکثر دو مرغ کا گوشت منگوا لیتے ہیں۔ اور اس کو ایک وقت پکا کر دو وقت کھاتے ہیں۔ میں گوشت کی بوٹیاں وغیرہ کھالیتا ہوں۔ ڈبل روٹی کے ٹکڑوں کے ساتھ شوربا کھاتے ہیں اس کے علاوہ ڈبل روٹی پر مکھن لگا کر کھاتے ہیں۔ یہ تو دوپہر کا اور شام کا کھانا ہوتا ہے۔ صبح آٹھ بجے ناشتہ کرتے ہیں ایک ایک انڈا اُبال کر کھاتے ہیں۔ اس کے ساتھ Corn Flake (گیہوں وغیرہ کوٹ کر اور خشک کر کے اس کی پتلی پتلی پتریاں بنی ہوئی بازار سے ڈبوں میں ملتی ہیں) رکابیوں میں ڈال کر اور ان میں کھانڈ اور دودھ ڈال کر کھاتے ہیں۔ دوسرے چائے پیتے ہیں۔ میں کوکو پیتا ہوں۔ 5 بجے کے قریب کوکو اور بسکٹ یا ڈبل روٹی اور مکھن کھاتا ہوں۔ اپنی آپا جان اور اماں جان اور عزیزہ زکیہ کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہیں۔ خدا تعالیٰ تم سب کا حافظ ہو۔

شیر علی عفی عنہ

مسجد لنڈن

24 جولائی 1937ء

عزیزہ رقیہ بیگم سلمہار بہا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

الحمد للہ کہ میں بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہوں۔ خدا تعالیٰ تم سب کو خیریت سے رکھے۔ پچھلی ڈاک میں جو گذشتہ ہفتہ کے دن لنڈن پہنچی۔ صرف تم دونوں بہنوں کے خط تھے۔ خدا تعالیٰ تم کو خوش رکھے۔ نیک بنائے اور ہر ایک شر سے اپنے فضل و رحم سے محفوظ رکھے۔ تمہاری صحت کا کیا حال رہتا ہے۔ پاؤں تو اب امید ہے کہ بالکل اچھا ہوگا۔ مدرسہ میں رخصتیں کب سے شروع ہوں گی۔ تمہاری دونوں پھوپھیاں سنا ہے 25 جولائی کو جانے والی تھیں۔

زکیہ سلمہار بہا کو خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اس کے فضل سے شفا ہو گئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک میرے تمام بچوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ اب ریاضی کا کیا حال ہے۔ انگریزی بھی مشکل مضمون ہے۔ کبھی مجھے بھی انگریزی میں خط لکھا کرو۔ اور کچھ کمپوزیشن لکھ کر بھیجا کرو آئندہ خط میں مندرجہ ذیل عبارت کے فقرے انگریزی میں بنا کر بھیجو۔

(1) خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو پیدا کیا۔ اور مسلمان بنایا۔

(2) خدا تعالیٰ ہم کو نیک بنائے۔

(3) خدا تعالیٰ ہم کو اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔

(4) اپنی اماں جان کو میرا اسلام کہو۔

(5) خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ زکیہ بیگم شفایاب ہوگئی ہے۔

(خاکسار شیر علی عفی عنہ)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

مسجد لنڈن

4 جون 1938ء

عزیزہ رقیہ بیگم سلمہار بہا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امتحان میٹرک کے نتیجہ کا بہت افسوس ہے۔ لیکن اس سے بہت خوشی ہوئی۔ کہ آپ نے صبر کے ساتھ اس کو برداشت کیا۔ درحقیقت مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی ہے۔ مومن کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ آپ اگر کامیاب ہو جائیں تو اس سے بھی بہت خوشی ہوتی۔ لیکن تمہارا صبر دیکھ کر مجھے اس سے زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ پس میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایسی پیاری بیٹی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خوش قسمت بنائے۔ اور دین و دنیا میں اعلیٰ مراتب بخشے۔ آمین ثم آمین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ صبر کرتے ہیں ہم ان کو بہت بڑا بدلہ دیتے ہیں۔ دیکھو سورہ بقرہ دوسرے پارہ کا تیسرا رکوع۔ جہاں اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ بشر الصابرین۔ صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں کہ آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیں۔ پس اے میری پیاری رقیہ۔ تجھے افسردہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں کہ تیرے لئے خوش خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے اس خوش خبری کا وارث بنائے۔ آمین۔

پھر اسی جگہ فرماتا ہے۔ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمة. و اولئک ھم المھتدون یعنی جو لوگ صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر درود اور رحمت نازل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ پر چلاتا ہے۔ پس خداتعالیٰ تجھے بھی سیدھے راستہ پر چلائے اور تجھ پر بھی خداتعالیٰ کا فضل اور رحمت اور برکت نازل ہو۔ آمین ثم آمین۔

میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں بہنیں مدرسہ میں داخل ہو جاؤ جب تمہیں ایک اور سال خرچ کرنا ہے تو اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔ صرف امتحان پاس کر لینا فرض نہیں بلکہ لیاقت حاصل کرنا اصل غرض ہے۔ گھر میں تم اپنی تعلیم میں زیادہ ترقی نہیں کر سکتی۔ مدرسہ میں انشاء اللہ تعالیٰ تم دونو بہنوں کو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ جب دو بہنیں ایک مدرسہ میں پڑھتی ہیں تو ایک کی فیس نصف ہوتی ہے۔ اس لئے صفیہ کی فیس (دو روپے) ہوگی۔ اور تمہاری پوری فیس ہوگی۔ فیس کا آپ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے خود انتظام فرمادے گا۔ میں

پہلے صفیہ کی فیس کے لئے چار روپیہ بھیج چکا ہوں 10 شلنگ کا پوسٹل آرڈر آج تمہارے بھائی کے نام بھیج رہا ہوں۔ڈاک خانہ سے اس پوسٹل آرڈر کے امید ہے 6 روپے دس آنے مل جائیں گے۔اس طرح دونوں رقمیں مل کر 10 روپے 10 آنے ہو جائیگی۔یہ انشاء اللہ تعالیٰ جون کی فیسوں اور داخلہ کے لئے کافی ہو جائیں گی۔اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ میں ہر ماہ کے شروع میں 10 شلنگ کا پوسٹل آرڈر بھیج دیا کروں گا۔اللہ تعالیٰ مجھے باقاعدہ طور پر ایسا کرنے کی توفیق بخشے۔اس میں مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں۔بلکہ میرے لئے خوشی کا موجب ہے۔آپ دونوں بہنیں ضرور مدرسہ میں داخل ہو جائیں۔خدا تعالیٰ تم دونوں کے ساتھ ہو۔اور ہر ایک شر سے تم کو محفوظ رکھے۔اور ہر ایک خیر کا تم دونوں کو وارث کرے۔آمین ثم آمین۔اپنی آپا جان اور زکیہ طاہرہ کو میری طرف سے السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہیں۔

خاکسار شیر علی عفی عنہ

☆☆☆

مسجد لنڈن

22 مارچ 1938ء

عزیز عبدالحمید سلمہ ربہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بہت مدت ہوئی۔تم نے مجھے یاد نہیں کیا۔ اچھا خدا تعالیٰ تم کو خوش رکھے۔ نیک بنائے اور کامیاب کرے اب تو تم کو کچھ فرصت ہوگی۔ اگر کھیل میں سے میرے لئے کچھ وقت نکال سکو۔تو ایک چھوٹا سا پرزہ لکھ کر منشی صاحب کو دے دو۔ وہ ہوا میں اڑتا ہوا مجھے انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گا۔

شیر علی عفی عنہ

☆☆☆

ایک خط

میرے نانا جان مرحوم حضرت سیٹھ جی ایم ابراہیم صاحب کے حضرت مولوی شیر علی صاحب سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ میرے نانا جان ہمیشہ آپ کی انکساری خدا ترسی ، اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور آپ کو وقتاً فوقتاً دعائیہ خطوط لکھا کرتے تھے۔ جن میں اکثر میرے حافظ قرآن بننے کے لئے دعا کی درخواست ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ ناچیز کو خدا تعالیٰ نے حضرت مولوی صاحب کی پر خلوص دعاؤں کے نتیجہ میں اپنے فضل و کرم سے قرآن مجید حفظ کرنے کی توفیق بخشی۔ الحمد للہ۔

میں اس خط کے چند اقتباسات درج کرتا ہوں جو آپ کی انکساری اور دوستوں سے عشق و محبت کے آئینہ دار ہیں۔

(صالح محمد الہ دین سکندر آباد دکن)

یہ خط حضرت مولوی صاحب نے میرے نانا جان مرحوم کی وفات پر لنڈن سے تحریر فرمایا تھا۔

''میرے محبوب اور محسن سیٹھ جی ایم ابراہیم کی وفات کی خبر سُن کر مجھے نہایت ہی افسوس ہوا۔ (اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سایہ عاطفت میں لے اور ان پر رحم فرمائے)۔ ان کے تعلقات عاجز سے بہت گہرے اور مشفقانہ تھے۔ اور اس قدر بلند طبع اور شفیق تھے۔ کہ باوجود عاجز کی کوتاہیوں کے ان کی محبت میں کبھی فرق نہ آیا۔ افسوس کہ میرا محبوب شفیق مجھ سے جدا ہو گیا۔ اُن کی کمی میں ہمیشہ حسرت و یاس سے محسوس کرتا رہوں گا۔ وہ ایک بلند پایہ شخص پاک اور مقدس انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی بے شمار رحمتوں کی بارش برسائے اور اُن کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

وہ میرے اور میرے عزیزوں کے لئے ایک خاص جذبہ سے دعائیں کرتے تھے۔ میں ان کا احسان کما حقہ، ادا نہیں کر سکا۔

اے خدا تو ہی اس مقدس روح کو سایہ عاطفت میں لے اور اس پر شفقت فرما۔ جس طرح کہ وہ عاجز پر شفقت کیا کرتے تھے میں نے ان کی زندگی میں ان کی قدر نہ کی۔ جس کا مجھے اب افسوس ہے۔ خدا تعالیٰ کا فضل آپ اور آپ کے پسماندگان کے ساتھ شامل حال رہے۔ جن کے لئے آپ ہمیشہ دعائیں کرتے تھے۔ اور جواب آپ کی دعاؤں سے محروم ہو گئے۔ جس طرح

کہ میں بھی محروم ہو گیا۔

میری اب یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی پچھلی کوتاہیوں کی تلافی کرنے کی توفیق عطا کرے اور مجھے قوت بخشے تا کہ میں آپ کے اور آپ کے عزیزوں کے لئے تاحیات دعائیں کرتا رہوں۔ آمین اللھم آمین۔

اور مجھے اخروی زندگی میں بھی آپ کی محبت کا ساتھی بنا دے جس طرح کہ اس سفلی زندگی میں میری آپ سے محبت رہی۔

اُن کے خطوط میں جو میرے خیال میں اُن کا ایک آخری تھا اس میں اس امر کا اظہار تھا کہ

ان کے پرنواسہ صالح محمد کو اللہ تعالیٰ صدیق اور حافظ قرآن بنا دے اور ان کی مجھ سے یہ خواہش تھی کہ میں دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسا ہی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ صالح محمد کو وہ نہ صرف ایسا ہی بنا دے۔ بلکہ اس سے بڑھ چڑھ کر توفیق دے اور سب کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔ آمین۔

شیر علی عفی اللہ عنہ

☆☆☆

اسی طرح میرے نانا جان مرحوم کی وفات کے بعد بھی (جو اپریل 1938ء میں ہوئی) مجھ ناچیز اور میرے خاندان پر حضرت مولوی صاحب کا

محبت بھرا سلوک جاری رہا۔ اور وہ ہمارے لئے دعائیں کرتے رہے۔ میرے چچا مکرم سیٹھ یوسف احمد الہ دین صاحب بیان فرماتے ہیں۔ کہ قادیان کے طالب علمی کے زمانہ میں جب بھی مجھے حضرت مولوی صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو آپ عاجز کی طبیعت کے متعلق دریافت کرتے۔

آپ کی دعائیں خاص درجہ قبولیت رکھتی تھی۔ ذیل میں اس خط کا کچھ اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ جو آپ نے میری نانی صاحبہ مرحومہ کو 22 اپریل 1944ء میں تحریر فرمایا۔

''خدا تعالیٰ ان کو (نانا جان مرحوم کو) ان احسانات کا نیک بدلہ عطا فرمادے اور اُن پر اور ان کی اولاد کی اولاد اور ان کی تمام نسل پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہمیشہ نازل فرماتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

خدا تعالیٰ کے حضور نہ صرف میری بلکہ ہمارے پورے خاندان کی دعا ہے کہ وہ میرے پیارے محسن حضرت مولوی شیر علی صاحب اور آپ کے تمام خاندان پر اپنی بے انتہا رحمتیں، برکتیں اور انوار کی بارش ہمیشہ برساتا رہے اور جنت الفردوس میں آپ کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

صالح محمد الہ دین

ناچیز پر احسانات

پہلا احسان: انسان اپنے چشم دیدہ مشاہدات سے گہرا اثر لیتا ہے۔ یہ

ند تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ جب میں درس القرآن کے سلسلہ میں جماعت
مد یہ سکندر آباد کے نمائندے کی حیثیت سے قادیان میں ایک ماہ کے لئے مقیم
ا۔ تو مجھے اکثر یہ مشاہدہ کرنے کا موقعہ ملا۔ کہ حضرت مولوی صاحب اپنی
ازوں میں کافی دیر تک محویت کے عالم میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ امر میرے
لئے موجب سعادت تھا۔ اور ایک نصیحت آموز سبق کیوں کہ نمازوں کو نہایت
سنوار کر ادا کرنا ہی ہر دو جہان میں کامیابی کا زرین گُر ہے۔

دسرا احسان: حضرت مولوی صاحب نے ازراہ نوازش عاجز کو اپنا
Auto Grapl عطا فرمایا۔ اس Auto Graph میں آپ نے اپنی
ہتی دعا کے ساتھ عاجز کو زرین ہدایات تحریر فرمائی ہیں۔ جو میرے لئے مشعلِ
اہ کا کام دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس نوازش کا بہترین اجر عطا فرمادے۔
پ کا Auto Graph جو عاجز کو تحریر فرمایا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

علی محمد اے الہ دین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قادیان دارالامان۔ مسجد مبارک 29 صلح 32 ، 13 ھ

''اللہ تعالیٰ آپ کو حسنات دارین عطا فرمادے۔ اور آپ کا سینہ
عاؤں کے لئے کھول دے۔ اور ہر امر میں ہمیشہ آپ کو صراط مستقیم پر چلنے کی
توفیق بخشے۔ اور کبھی آپ کی طبیعت میں کبر پیدا نہ ہو۔ آپ غریبوں پر رحم کرنے

والے ہوں دین کے خادم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلام ہوں۔اور آپ کو کثرت سے ذکرالٰہی اور درود شریف پڑھنے کی توفیق حاصل ہو۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار شیر علی عفی عنہ

ایک یادداشت

کراچی میں جب قادیان کے ہر طرف سے گھر جانے کے متعلق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام سنایا گیا۔تو چند نوجوان جنہوں نے قادیان جانے کے لئے اپنے نام پیش کئے ان میں خاکسار بھی شامل تھا۔چنانچہ اس سلسلہ میں ہم لاہور پہنچ کر احمدیہ ہوسٹل میں مقیم رہے۔اور کنوائے کا انتظار کرتے رہے ان دنوں حضرت مولانا شیر علی صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے ایک روز میرے اصرار پر حضرت مولوی صاحب نے چند نہایت ضروری اور اہم ہدایات مجھے لکھ کر دیں۔جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ظفراللہ خان

نواب شاہ سندھ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

1) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سجدہ میں یہ دعا کرنی چاہیے۔

یا حی یا قیوم برحمتک نستغیث

2) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ استغفار بہت کرنا چاہیے۔اور درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے۔دل کی توجہ سے۔

3) نیز فرماتے تھے۔کہ نماز میں اپنی زبان میں بھی دعا کرنی چاہیے۔اپنی ضرورتوں کے لئے جب کوئی دعا کریگا۔تو اسے رقت پیدا ہوگی۔اس طرح نماز بھی زیادہ مقبول ہوگی۔

4) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا۔کہ ہر رمضان

شریف میں انسان اپنی کسی کمزوری کا خیال کر کے اس کو ترک کرنے کا عزم کرے۔اسی طرح جب پھر رمضان شریف آوے۔تو پھر کسی دوسری کمزوری کے ترک کرنے کا فیصلہ کرے۔اسی طرح اس کو بہت کمزوریوں کے ترک کرنے کا موقعہ مل جائے گا۔

(5) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا کرتے تھے

(۱) ادب تاجیست ازلطف الٰہی

بنہ برسر برد ہر جا کہ خواہی

(۲) الطریقة کلھا ادب

(6) حافظ نور احمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے عرض کیا کہ میں دوسرے وظیفے کرنے کی بجائے قرآن شریف ہی زیادہ پڑھا کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔

''کہ یہ تو سب سے بہتر ہے۔ یہ تو ایسا ہے۔ جیسے دوسرے کھانوں میں پلاؤ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید ہمیشہ آپ اور آپ کے عزیزوں کے ساتھ ہو۔ آمین ثم آمین۔ دعائیں کثرت سے کرنی چاہیں۔

خاکسار

شیر علی عفی عنہ

از احمدیہ ہوسٹل لاہور

یکم تبوک 26-13 یکم ستمبر 1947

☆☆☆

مسجد لندن

25/9/36 عزیزہ رقیہ بیگم سلمہا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

1۔ 3 ستمبر کا خط تمہارا مجھے ملا 19 ستمبر کو۔ بہت خوشی ہوئی۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ہفتہ خط لکھنے کی کوشش کیا کروں گا۔ لیکن کبھی سب کو خط نہ لکھ سکوں۔ تو باری کا خیال رکھوں گا۔ دوسرے ہفتہ ان کو انشاء اللہ تعالیٰ خط لکھوں گا۔ جن کو پہلے ہفتہ خط نہ لکھ سکوں۔

2۔ تم انگریزی اور عربی میں اپنے بھائی جان سے امداد لیا کرو اگر ان کو فرصت ہوئی۔ تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ تم کو انگریزی اور عربی میں کچھ نہ کچھ امداد دیا کریں گے۔

3۔ جب خط لکھو تو اپنی اماں سے پوچھ کر لکھا کرو پہلے تمہاری خالہ تمہاری اماں کا حال لکھا کرتی تھیں۔ اب تم سارا حال لکھا کرو۔

4۔ میں جزیرہ Isle of Wights میں جانے سے پہلے درد صاحب اور شمس صاحب کے ہمراہ ایک بندرگاہ میں سمندر کے کنارہ پر گیا تھا۔ وہاں بحری جنگی جہاز تھے۔ انہوں نے لوگوں کو سارے نظارے دکھائے جو جنگ کے موقعہ پر کام کرتے ہیں۔ وہ سب کام کر کے دکھائے۔ ایک آدمی لاؤڈ

سپیکر میں بیٹھا ہوا تھا وہ سارا حال بیان کرتا جاتا تھا۔ ایک جنگی جہاز پر ایسی بندوقیں تھیں۔ جو اوپر کو گولے چلاتی تھیں وہ سب طرف گھومتی تھیں۔ اوپر سے 3 ہوائی جہاز آئے۔ انہوں نے اوپر سے جہاز پر گولے پھینکے ان بندوقوں نے نیچے سے اوپر کی طرف گولے پھینکے اور ان تین ہوائی جہازوں میں سے ایک کو مار کر نیچے سمندر میں گرا دیا۔ ایسے ہی اور بہت سے تماشے دکھائے۔ اپنی اماں اور زکیہ کو اور امتہ الہادی کو میرا السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہو۔

شیر علی عفی عنہ

مسجد لنڈن 20 نومبر 1936

عزیزہ رقیہ بیگم سلمہا ربہا

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ کہ میں بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔ پہلے تو دن کو کبھی کبھی اچھی دھوپ نکلتی تھی اور اچھی سیر ہو جاتی تھی۔ لیکن اب کچھ دنوں سے سردی زیادہ ہونی شروع ہوگئی ہے۔ کبھی تھوڑی تھوڑی بارش بھی ہوتی ہے۔ لیکن میں باقاعدہ سیر کو جاتا ہوں۔

آج صبح صوفی مطیع الرحمٰن صاحب جہاز پر آئے۔ ان کا جہاز رات ساڑھے تین بجے پہنچا۔ لیکن رات کو مسافروں کو جہاز سے اترنے نہیں دیتے۔ دن کو ناشتہ کھلانے کے بعد اُتارتے ہیں۔ میں ان کے استقبال کے لئے

س جگہ گیا۔ جہاں ان کا جہاز آ کر ٹھہرا تھا۔ اس جگہ کا نام Tilbury ہے۔
ں صبح 5 بجے کے بعد مسجد سے روانہ ہوا۔ میرے ساتھ محمد ابراہیم ناصر تھے۔
ہ صوفی صاحب سے ایک ہفتہ پہلے لنڈن پہنچ گئے تھے۔ جہاز میں اکٹھے آئے
تھے۔ لیکن وہ مارسیلز میں پہنچ کر جہاز سے اُتر کر ریل کے راستہ آ گئے۔ اور صوفی
ماحب جہاز سے نہ اُترے اور سارا سفر انہوں نے جہاز میں کیا۔ جبرالٹر کے
استے ہوتے ہوئے ایک ہفتہ بعد لنڈن پہنچے۔ ہم دونو 8 بجے جہاز پر پہنچ گئے۔
ور 1/2 1 گھنٹہ وہاں ٹھہرے اور پونے بارہ بجے واپس گھر آئے۔ یہاں
ج کل سورج 7 بجے کے بعد 25 منٹ پر چڑھتا ہے ہم چھ بجے سے پہلے
کھانا کھاتے ہیں۔ اور 4 بجے کے بعد روزہ چھوڑتے ہیں۔
ہندوستان میں سورج پہلے چڑھتا ہے۔ یہاں قریباً 5 گھنٹے پیچھے
ڑھتا ہے جب تم دس بجے مدرسہ میں ہوتی ہو۔ اس وقت ہم سحری کھا رہے
وتے ہیں۔

خاکسار

شیر علی عفی عنہ

☆☆☆

سیرۃُ المھدی

کی

ایک جھلک

☆

روایاتِ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ

یہ روایات سیرۃ المہدی مولفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

ایم اے مدظلہ سے ماخوذ ہیں۔

(1) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جن دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کرم دین سے گورداسپور میں مقدمہ تھا اور آپ گورداسپور گئے ہوئے تھے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا۔ کہ سب لوگ کچہری میں چلے گئے یا اِدھر اُدھر ہو گئے۔ اور حضرت صاحب کے پاس صرف میں اور مفتی محمد صادق صاحب رہ گئے حضرت صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

سو رہے ہیں۔اسی حالت میں آپ نے سر اٹھایا اور کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے۔لکھ لو اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت وہاں کوئی قلم دوات یا پنسل موجود نہ تھی۔آخر ہم باورچی خانہ سے ایک کوئلہ لائے اور اس سے مفتی صاحب نے کاغذ پر لکھا۔آپ پھر اسی طرح لیٹ گئے۔تھوڑی دیر کے بعد پھر آپ نے الہام لکھایا۔غرض اسی طرح آپ نے اس وقت چند الہامات لکھائے مولوی صاحب نے بیان کیا۔کہ ان میں سے ایک الہام مجھے یاد ہے۔اور وہ یہ ہے:۔

یسلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون یعنی تیری شان کے متعلق سوال کریں گے۔تو ان سے کہہ دے ''اللہ'' پھر چھوڑ دے ان کو ان کی بے ہودہ گوئی میں دوسرے دن جب آپ عدالت میں پیش ہوئے تو وکیل مستغیث نے آپ سے منجملہ اور سوالات کے یہ بھی سوال کیا کہ یہ جو آپ نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں اپنے متعلق لکھا ہے۔اور اس نے اس کتاب سے ایک عبارت پڑھ کر سنائی۔جس میں آپ نے بڑے زوردار الفاظ میں اپنے علو مرتبت کے فقرات لکھے ہیں۔کیا آپ واقعی ایسی ہی اپنی شان سمجھتے ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہاں یہ اللہ کا فضل ہے۔یا کوئی ایسا ہی کلمہ بولا جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف بات کو منسوب کیا تھا۔مولوی صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحب کو اس وقت خیال نہیں آیا۔کہ یہ سوال و جواب آپ کے الہام کے مطابق تھا۔پھر جب آپ گورداسپور سے

واپس قادیان آنے لگے۔تو میں نے راستہ میں موڑ پر آکر آپ سے عرض کیا۔
کہ حضور میرا خیال ہے کہ حضور کا وہ الہام اس سوال و جواب میں پورا ہوا ہے۔
حضرت صاحب بہت خوش ہوئے کہ ہاں واقعی یہی ہے۔آپ نے بہت ٹھیک
سمجھا ہے۔ مولوی صاحب نے بیان کیا۔ کہ اس کے چند دن بعد مجھے شیخ
یعقوب علی صاحب نے کہا کہ حضرت صاحب ایک اور موقعہ پر بھی ذکر فرماتے
تھے کہ مولوی شیر علی صاحب نے اس الہام کی تطبیق خوب سمجھی ہے۔اور خوشی کا
اظہار فرماتے تھے۔

(2) بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ اُن سے حضرت مسیح موعود
علیہ السلام نے بیان فرمایا۔ کہ ایک دفعہ جب میں کسی سفر سے واپس قادیان آرہا
تھا۔تو میں نے بٹالہ پہنچ کر قادیان کے لئے یکہ کرایہ پر کیا۔اس یکہ میں ایک
ہندو سواری بھی بیٹھنے والی تھی۔ جب ہم سوار ہونے لگے تو وہ ہندو جلدی کر کے
اس طرف چڑھ گیا۔ جو سورج کے رُخ سے دوسری جانب تھی۔اور مجھے سورج
کے سامنے بیٹھنا پڑا۔حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ جب ہم شہر سے نکلے۔تو
ناگاہ بادل کا ایک ٹکڑا اُٹھا۔اور میرے اور سورج کے درمیان آگیا۔اور ساتھ
ساتھ آیا۔خاکسار نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا۔ کہ وہ ہندو پھر کچھ بولا۔
والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ یاد پڑتا ہے کہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ پھر اس
ہندو نے بہت معذرت کی اور شرمندہ ہوا۔والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہ گرمی کے

دن تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہی روایت مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے بھی بیان کی ہے۔ انہوں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ واقعہ سُنا تھا۔ صرف اختلاف ہے کہ مولوی صاحب نے بٹالہ کی جگہ امرتسر کا نام لیا۔ اور یقین ظاہر کیا۔ اس بات پر کہ اس ہندو نے اس خارق عادت امر کو محسوس کیا تھا اور بہت شرمندہ ہوا تھا۔

(3) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہماری جتنی عربی تحریریں ہیں یہ سب ایک رنگ کی الہام ہی ہیں۔ کیوں کہ سب خداتعالیٰ کی خاص تائید سے لکھی گئی ہیں۔ فرماتے تھے بعض اوقات میں کئی الفاظ اور فقرے لکھ جاتا ہوں مگر مجھ کو ان کے معنی نہیں آتے۔ پھر لکھنے کے بعد لغت دیکھتا ہوں تو پتہ لگتا ہے نیز مولوی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب عربی کتابوں کی کاپیاں اور پروف حضرت خلیفہ اول اور مولوی محمد احسن صاحب کے پاس بھی بھیجا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر کسی جگہ اصلاح ہو سکے۔ تو کر دیں۔ حضرت خلیفہ اوّل تو پڑھ کر اسی طرح واپس فرما دیتے تھے۔ لیکن مولوی محمد احسن صاحب بڑی محنت کر کے اس میں بعض جگہ اصلاح کے طریق پر لفظ بدل دیتے تھے۔ مولوی شیر علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ نے ایک وقت فرمایا۔ کہ مولوی محمد احسن

صاحب اپنی طرف سے تو اصلاح کرتے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ میرا لکھا ہوا لفظ زیادہ برمحل اور فصیح ہوتا ہے۔ اور مولوی صاحب کا لفظ کمزور ہوتا ہے لیکن میں کہیں کہیں ان کا لکھا ہوا لفظ بھی رہنے دیتا ہوں۔ تا کہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔ کہ اُن کے لکھے ہوئے سب الفاظ کاٹ دیئے ہیں۔

(4) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ لالہ ملاوامل نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے ایک صندوقچی کھول کر دکھائی تھی جس میں ان کی ایک مسودہ رکھا ہوا تھا۔ اور آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ بس میری جائیداد اور مال سب یہی ہے۔

(5) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے ایک دفعہ پیر سراج الحق صاحب کو روزہ تھا۔ مگر ان کو یاد نہ رہا۔ اور انہوں نے کسی شخص سے پینے کے واسطے پانی منگایا۔ اس پر کسی نے کہا اپ کو روزہ نہیں؟ پیر صاحب کو یاد آ گیا۔ کہ میرا روزہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وقت وہاں موجود تھے۔ آپ پیر صاحب سے فرمانے لگے کہ روزہ میں جب انسان بھول کر کوئی چیز کھا پی لیتا ہے تو یہ خدا کی طرف سے اس کی مہمانی ہوتی ہے۔ لیکن آپ نے جو پانی کے متعلق سوال کیا۔ اور سوال کرنا ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ تو اس سوال کی وجہ سے آپ اس نعمت سے محروم ہو گئے۔

(6) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ حضرت صاحب ایک

دفعہ غیر معمولی طور پر غرب کی طرف سیر کو گئے ۔ تو راستہ سے ہٹ کر عید گاہ والے
قبرستان میں تشریف لے گئے ۔ اور پھر آپ نے قبرستان کے جنوب کی طرف
کھڑے ہو کر دیر تک دعا فرمائی۔ خاکسار نے دریافت کیا۔ کہ آپ نے کوئی
خاص قبر سامنے رکھی تھی ۔ مولوی صاحب نے کہا۔ میں نے ایسا نہیں خیال کیا۔
اور میں نے اس وقت دل میں یہ سمجھا تھا۔ کہ چونکہ اس قبرستان میں حضرت
صاحب کے رشتہ داروں کی قبریں ہیں۔ اس لئے حضرت صاحب نے دعا کی
ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ وہاں ایک
دفعہ حضرت صاحب نے اپنی والدہ صاحبہ کی قبر پر دعا کی تھی۔ مولوی صاحب
نے یہ بھی بیان کیا کہ جب حضرت صاحب کی لڑکی امتہ النصیر فوت ہوئی تو
حضرت صاحب اُسے قبرستان میں دفنانے کے لئے لے گئے تھے اور آپ خود
اُسے اٹھا کر قبر کے پاس لے گئے۔ کسی نے آگے بڑھ کر حضور سے لڑکی کو لینا
چاہا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں خود لے جاؤنگا اور حافظ روشن علی صاحب بیان
کرتے ہیں۔ کہ اس وقت حضرت صاحب نے وہاں اپنے کسی بزرگ کی قبر بھی
دکھائی تھی۔

(7) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جب 4 اپریل
1905 کا زلزلہ آیا تھا۔ اس دن میں نے حضرت صاحب کو باغ میں آٹھ نو
بجے صبح کے وقت نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ نے بڑی لمبی

نماز پڑھی تھی۔

(8) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دن حضرت صاحب شمال کی طرف سیر کو تشریف لے گئے۔ راستہ میں کسی نے حضرت صاحب کے سامنے پیش کیا کہ **ذالک لیعلم انی لم اخنه بالغیب** والی آیت کے متعلق مولوی نورالدین صاحب نے بیان کیا ہے کہ یہ زلیخا کا قول ہے۔ حضرت صاحب نے کہا۔ کہ مجھے کوئی قرآن شریف دکھاؤ۔ چنانچہ ماسٹر عبدالرؤف صاحب نے حمائل پیش کی۔ آپ نے آیات کا مطالعہ کر کے فرمایا۔ کہ یہ تو زلیخا کا کلام نہیں ہوسکتا۔ یہ یوسف علیہ السلام کا کلام ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے دوسرے طریق پر سنا ہے کہ اس وقت **وما ابری نفسی ان النفس لا مارة بالسوء** کے الفاظ کا ذکر تھا۔ اور یہ کہ حضرت صاحب نے اس وقت فرمایا تھا کہ یہ الفاظ ہی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ زلیخا کا کلام نہیں۔ بلکہ نبی کا کلام ہے۔ کیوں کہ ایسا پاکیزہ اور پُرمعنی کلام یوسف ہی کی شایان شان ہے۔ زلیخا کے منہ سے نہیں نکل سکتا تھا۔

(9) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ مارٹن کلارک کے مقدمہ میں ایک شخص "مولوی فضل دین لاہور" حضور کی طرف سے وکیل تھا۔ یہ شخص غیر احمدی تھا۔ اور شاید اب تک زندہ ہے اور غیر احمدی ہے۔ جب مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت صاحب کے خلاف شہادت میں پیش ہوا۔ تو مولوی فضل

دین نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو میں مولوی محمد حسین صاحب کے حسب ونسب کے متعلق کوئی سوال کروں۔ حضرت صاحب نے سختی سے منع فرمادیا۔ کہ میں اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اور فرمایا لا یحب الله الجھر بالسوء مولوی شیر علی صاحب نے بیان کیا۔ کہ یہ واقعہ خود مولوی فضل دین نے باہر آکر ہم سے بیان کیا تھا۔ اور اس بات کا بڑا اثر ہوا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا تھا کہ مرزا صاحب نہایت عجیب اخلاق کے آدمی ہیں۔ ایک پرلے درجہ کا دشمن ہے۔ اور وہ اقدام قتل کے مقدمہ میں آپ کے خلاف شہادت میں پیش ہوتا ہے۔ اور میں اس کا حسب ونسب پوچھ کر اس کی حیثیت کو چھوٹا کر کے اس کی شہادت کو کمزور کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس سوال کی ذمہ داری بھی مرزا صاحب پر نہیں تھی۔ بلکہ مجھ پر تھی۔ مگر میں نے جب پوچھا۔ تو آپ نے بڑی سختی سے روک دیا۔ کہ ایسے سوال کی میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ خدا ایسے طریق کو ناپسند کرتا ہے۔

(10) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جب مولوی محمد حسین بٹالوی قتل کے مقدمہ میں حضرت صاحب کے خلاف پیش ہوا۔ تو اس نے کمرے میں آکر دیکھا۔ کہ حضرت صاحب ڈگلس کے پاس عزت کے ساتھ کرسی پر تشریف رکھتے ہیں۔ اس پر حسد نے اُسے بے قرار کر دیا۔ چنانچہ اس نے بھی حاکم سے کرسی مانگی۔ اور چونکہ وہ کھڑا تھا اور اس کے اور حاکم کے

درمیان پنکھا تھا جس کی وجہ سے وہ حاکم کے چہرہ کو دیکھ نہ سکتا تھا۔اس لئے اس نے پنکھے(کی) نیچے سے جھک کر حاکم کو خطاب کیا۔مگر ڈگلس نے جواب دیا۔کہ میرے پاس کوئی ایسی فہرست نہیں ہے۔جس میں تمہارا نام کرسی نشینوں میں درج ہو اس پر اس نے پھر اصرار کے ساتھ کہا۔تو حاکم نے ناراض ہو کر کہا کہ بک بک مت کر۔ پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہو جا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کی بعض تحریروں میں ''سیدھا کھڑا ہو جا'' کے الفاظ آتے تھے۔اور ہم نہ سمجھتے تھے۔کہ اس سے کیا مراد ہے۔مگر اب پتہ لگا۔کہ مولوی محمد حسین چونکہ جھک کر پنکھے کے نیچے سے کلام کر رہا تھا۔اس لئے اسے سیدھا ہونے کے لئے کہا گیا۔

(11) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جب قتل کے مقدمہ میں حضرت صاحب نے ایک موقعہ پر کپتان ڈگلس کے سامنے فرمایا مجھ پر قتل کا الزام لگایا گیا ہے۔اور آگے بات کرنے لگے۔تو اس پر ڈگلس فوراً بولا۔کہ میں تو آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔اور جب اس نے فیصلہ سنایا۔تو اس وقت بھی اس نے یہ الفاظ کہے کہ مرزا صاحب میں آپ کو مبارک دیتا ہوں کہ آپ بری ہیں۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈگلس ان دنوں میں ضلع کا ڈپٹی کمشنر تھا۔اور فوجی عہدہ کے لحاظ سے کپتان تھا۔اس کے بعد وہ ترقی کرتے کرتے جزائر انڈیمان کا چیف کمشنر ہو گیا۔اور اب پنشن لے کر ولایت واپس جا چکا ہے اس وقت اس کا

فوجی عہدہ کرنیل کا ہے۔ آدمی غیر متعصب اور سمجھ دار اور شریف ہے۔ ولایت
میں ہمارے مبلغ مولوی مبارک علی صاحب بنگالی نے 28 جولائی 1922ء کو
اس سے ملاقات کی۔ تو اس نے خود بخود ان کے ساتھ اس مقدمہ کا ذکر شروع
کر دیا۔ اور کہنے لگا۔ ''میں غلام احمد (مسیح موعود) کو جانتا تھا۔ اور میرا یقین تھا
کہ وہ نیک بخت اور دیانتدار آدمی ہیں۔ اور یہ کہ وہ اُسی بات کی تعلیم دیتے ہیں
جس کا انہیں خود یقین ہے۔ لیکن مجھے ان کی موت کی پیشین گویاں پسند نہ تھیں۔
کیوں کہ وہ بڑی مشکلات پیدا کرتی تھیں''۔ پھر اس نے مقدمہ کے حالات
سنائے اور کہا کہ ''وہ لڑکا نظام الدین (خاکسار عرض کرتا ہے ڈگلس صاحب بھول
گئے ہیں اس لڑکے کا نام عبدالحمید تھا) ہر روز کوئی نئی بات بیان کرتا تھا۔ اور اسکی
کہانی ہر دفعہ زیادہ مکمل و مبسوط ہوتی جاتی تھی۔ اس لئے مجھے اس کے متعلق شبہ
پیدا ہوا۔ اور میں نے دریافت کیا کہ وہ کہاں رہتا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ
مشنریوں کے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔ جو اسے سکھاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے
حکم دیا کہ وہ مشنریوں کی نگرانی سے الگ کر کے پولیس کی نگرانی میں
رکھا جاوے۔ اس سے میرا مطلب حل ہو گیا۔ یعنی نظام الدین آخر اقبالی ہو کر
میرے قدموں پر گر گیا۔ اور اس نے اقرار کیا کہ یہ ساری بات محض افترا
ہے''۔ ڈگلس نے سلسلہ کی اس حیرت انگیز ترقی پر بڑا تعجب ظاہر کیا۔ اور کہ مجھے
گمان نہ تھا۔ کہ مرزا غلام احمد کا قائم کیا ہوا سلسلہ اتنی ترقی اختیار کر جائے گا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ابھی تو

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا

نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈگلس کے ساتھ اپنی اس ملاقات کا حال مولوی مبارک علی صاحب نے لنڈن سے لکھ کر بھیجا ہے۔ اور بوقت ملاقات گفتگو انگریزی زبان میں ہوئی تھی۔ جسے یہاں ترجمہ کر کے اُردو میں لکھا گیا۔

(12) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ حضرت صاحب بیان فرماتے تھے۔ کہ جب ہم استاد سے پڑھا کرتے تھے۔ تو ایک دفعہ ہمارے استاد نے بیان کیا کہ ایک شخص نے خواب دیکھا تھا کہ ایک مکان ہے جو دھواں دھار ہے یعنی اس کے اندر باہر سب دھواں ہو رہا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور چاروں طرف سے عیسائیوں نے اس کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ اور ہمارے اُستاد نے بیان کیا کہ ہمیں کسی کو اس کی تعبیر نہیں آتی۔ میں نے کہا کہ اسکی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص عیسائی ہو جائے گا۔ کیوں کہ انبیاء کا وجود آئینہ کی طرح ہوتا ہے پس اس نے جو آپ کو دیکھا تو گویا اپنی حالت کے عکس کو دیکھا مولوی صاحب کہتے تھے کہ حضرت صاحب فرماتے تھے۔ کہ میرا یہ جواب سن کر میرے استاد بہت خوش ہوئے۔ اور متعجب بھی اور کہنے لگے۔ کہ وہ شخص واقعی بعد میں عیسائی ہو گیا تھا۔ اور کہنے لگے۔ کہ کاش ہم

اس کی تعبیر جانتے۔اور اسے وقت پر سمجھاتے تو شاید وہ بچ جاتا۔

(13) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ میرا ایک کلاس فیلو تھا۔ جس کا نام محمد عظیم ہے۔اور جو پیر جماعت علی شاہ سیالکوٹی کا مرید ہے۔وہ مجھ سے بیان کرتا تھا۔کہ میرا بھائی کہا کرتا تھا کہ ایام جوانی میں جب مرزا صاحب کبھی کبھی امرتسر آتے تھے تو میں ان کو دیکھتا تھا کہ وہ پادریوں کی خلاف بڑا جوش رکھتے تھے۔اس زمانہ میں عیسائی پادری بازاروں وغیرہ میں عیسائیت کا وعظ کیا کرتے تھے۔اور اسلام کے خلاف زہر اگلتے تھے۔مرزا صاحب ان کو دیکھ کر جوش سے بھر جاتے تھے۔اور ان کا مقابلہ کرتے تھے۔مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ محمد عظیم اب بھی زندہ ہے۔اور غالباً وہ مولوی عبدالقادر صاحب احمدی مرحوم کے تعلق داروں سے ہے۔

(14) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جس رات امۃ النصیر پیدا ہوئی ہے۔حضرت صاحب خود مولوی محمد احسن صاحب کے کمرے کے دروازہ پر آئے۔اور دستک دی۔مولوی محمد احسن صاحب نے پوچھا کہ کون ہے؟ حضرت صاحب نے فرمایا ''غلام احمد'' مولوی صاحب نے جھٹ اُٹھ کر دروازہ کھولا۔تو حضرت صاحب نے جواب دیا کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔اس کے متعلق مجھے الہام ہوا ہے کہ غاسق اللہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ غاسق اللہ سے مراد یہ ہے کہ جلد فوت ہو جانے والا۔چنانچہ وہ لڑکی جلد فوت ہو

گئی۔

(15) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ راولپنڈی سے ایک غیر احمدی آیا۔ جو اچھا متموّل آدمی تھا۔ اور اس نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ میرا فلاں عزیز بیمار ہے حضور حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اول) کو اجازت دیں۔ کہ وہ میرے ساتھ راولپنڈی تشریف لے چلیں۔ اور اس کا علاج کریں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم مولوی صاحب کو یہ بھی کہیں کہ آگ میں گھس جاؤ۔ یا پانی میں کود جاؤ۔ تو اُن کو کوئی عذر نہیں ہو گا لیکن ہمیں بھی تو مولوی صاحب کے آرام کا خیال چاہیے۔ ان کے گھر میں آج کل بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ اس لئے میں ان کو راولپنڈی جانے کے لئے نہیں کہہ سکتا۔ مولوی شیر علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ اسکے بعد حضرت مولوی صاحب حضرت صاحب کا یہ فقرہ بیان کرتے تھے اور اس بات پر بہت خوش ہوتے تھے۔ کہ حضرت صاحب نے مجھ پر اس درجہ اعتماد ظاہر کیا ہے۔

(16) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ مجھے بعض اوقات غصہ کی حالت تکلف سے بنانی پڑتی ہے۔ ورنہ خود طبیعت میں بہت کم غصہ پیدا ہوتا ہے۔

(17) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ مولوی محمد علی

صاحب یہاں ڈھاب میں کنارے پر نہانے گئے۔ مگر پاؤں پھسل گیا اور وہ
گہرے پانی میں چلے گئے۔ اور پھر لگے ڈوبنے کیونکہ تیرنا نہیں آتا تھا۔ کئی لوگ
بچانے کے لئے پانی میں کودے۔ مگر جب کوئی شخص مولوی صاحب کے پاس
جاتا تھا۔ تو وہ اسے ایسا پکڑتے تھے تو وہ خود بھی ڈوبنے لگتا تھا۔ اس طرح مولوی
صاحب نے کئی غوطے کھائے آخر شائد قاضی امیر حسین صاحب نے پانی میں
غوطے لگا کر نیچے سے ان کو کنارے کی طرف دھکیلا تب وہ باہر آئے۔ جب
مولوی صاحب حضرت صاحب سے اس واقعہ کے بعد ملے۔ تو آپ نے
مسکراتے ہوئے فرمایا۔ مولوی صاحب! آپ گھڑے کے پانی کے ساتھ ہی نہا
لیا کریں۔ ڈھاب کی طرف نہ جائیں۔ پھر فرمایا کہ میں بچپن میں اتنا تیرتا تھا۔
کہ ایک وقت میں سارے قادیان کے اردگرد تیر جاتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے
کہ برسات کے موسم میں قادیان کے اردگرد اتنا پانی ہو جاتا ہے کہ سارا گاؤں
یک جزیرہ بن جاتا ہے۔

(18) بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت
صاحب نے کسی حوالہ وغیرہ کا کوئی کام میاں معراج الدین صاحب عمر لاہوری
ور دوسرے لوگوں کے سپرد کیا۔ چنانچہ اس ضمن میں میاں معراج الدین
صاحب چھوٹی چھوٹی پرچیوں پر لکھ کر بار بار حضرت صاحب سے کچھ دریافت
کرتے تھے اور حضرت صاحب جواب دیتے تھے کہ یہ تلاش کر دیا فلاں کتاب

بھیجو۔ وغیرہ۔ اسی دوران میں میاں معراج الدین صاحب نے ایک پرچی
حضرت صاحب کو بھیجی اور حضرت صاحب کو مخاطب کر کے بغیر السلام علیکم کے
اپنی بات لکھ دی۔ اور چونکہ بار بار ایسی پرچیاں آتی جاتی تھیں۔ اس لئے جلدی
میں ان کی توجہ اس طرف نہ گئی۔ کہ السلام علیکم بھی لکھنا چاہیے۔ حضرت صاحب
نے جب اندر سے اس کو جواب بھیجا۔ تو اس کے شروع میں آپ کو لکھا کہ آپ کو
السلام علیکم لکھنا چاہیے تھا۔

سیرۃُ المہدی

کی

دوسری جھلک

☆

یہ روایات سیرۃ المہدی حصہ دوم مولفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ سے ماخوذ ہیں۔

(19) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ جب میں لدھیانہ میں تھا۔ اور چہل قدمی کے لئے باہر راستہ پر جا رہا تھا۔ تو ایک انگریز میری طرف آیا۔ اور سلام کہہ کر مجھ سے پوچھنے لگا۔ کہ میں نے سنا ہے کہ آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ خدا آپ کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ میں نے کہا ''ہاں'' اس پر اس نے پوچھا کہ وہ کس طرح کلام کرتا ہے؟ میں نے کہا اسی طرح جس طرح اس وقت آپ میرے ساتھ

باتیں کر رہے ہیں۔ اس پر اس انگریز کے منہ سے بے اختیار نکلا ''سبحان اللہ''
اور پھر وہ ایک گہری فکر میں پڑ کر آہستہ آہستہ چلا گیا۔ مولوی صاحب کہتے تھے
کہ اس کے اس طرح سبحان اللہ کہنا آپ کو بہت عجیب اور بھلا معلوم ہوا تھا۔
اسی لئے آپ نے یہ واقعہ بیان کیا۔

(20) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک مولوی
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور الگ ملاقات کی
خواہش ظاہر کی۔ جب وہ آپ سے ملا۔ تو باتوں باتوں میں اس نے کئی دفعہ یہ
کہا۔ کہ میں حنفی ہوں۔ اور تقلید کو اچھا سمجھتا ہوں۔ وغیرہ ذالک۔ آپ نے اس
سے فرمایا کہ ہم کوئی حنفیوں کے خلاف تو نہیں ہیں۔ کہ آپ بار بار اپنے حنفی
ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ میں تو ان چار اماموں کو مسلمانوں کے لئے بطور
ایک چار دیواری کے سمجھتا ہوں۔ جس کی وجہ سے وہ منتشر اور پراگندہ ہونے
سے بچ گئے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہر شخص اس بات کی اہلیت نہیں رکھتا۔ کہ
دینی امور میں اجتہاد کرے پس اگر یہ آئمہ نہ ہوتے۔ تو ہر اہل (و نا اہل) آزادانہ طور
پر اپنا طریق اختیار کرتا اور امت محمد ﷺ میں ایک اختلاف عظیم کی صورت
قائم ہو جاتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان چار اماموں نے جو اپنے علم و معرفت
اور تقویٰ و طہارت کی وجہ سے اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے۔ مسلمانوں کو پراگندہ
ہو جانے سے محفوظ رکھا۔ پس یہ امام مسلمانوں کے لئے بطور ایک چار دیواری

کے رہے ہیں۔اور ہم اُن کی قدر کرتے ہیں۔اور ان کی بزرگی اور احسان کے معترف ہیں۔

(21) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود بڑی سختی کے ساتھ اس بات پر زور دیتے تھے۔کہ مقتدی کو امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ باوجود سورۃ فاتحہ کو ضروری سمجھنے کے میں یہ نہیں کہتا۔کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا۔اس کی نماز نہیں ہوتی۔کیوں کہ بہت سے بزرگ اور اولیاء اللہ ایسے گذرے ہیں۔جو سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں سمجھتے تھے۔اور میں ان کی نمازوں کو ضائع شدہ نہیں سمجھ سکتا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حنفیوں کا عقیدہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو خاموش کھڑے ہو کر اس کی تلاوت کو سننا چاہیے۔اور خود کچھ نہیں پڑھنا چاہیے۔اور اہلحدیث کا یہ عقیدہ ہے کہ مقتدی کے لئے امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔اور حضرت صاحب اس مسئلہ میں اہلحدیث کے موید تھے۔مگر باوجود اس عقیدہ کے آپ غالی اہلحدیث کی طرح یہ نہیں فرماتے تھے کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(22) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد علی صاحب کے پاس سفارش کی۔کہ مولوی یار محمد صاحب کو مدرسہ میں بطور مدرس کے لگا لیا جاوے مولوی محمد علی صاحب نے

عرض کیا کہ حضور تو ان کی حالت کو جانتے ہیں۔ حضرت صاحب مسکرا کر فرمانے لگے۔ کہ میں آپ سے بدتر جانتا ہوں مگر پھر بھی لگالینا چاہیے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی یار محمد صاحب ایک بڑے مخلص احمدی تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کو بہت محبت تھی۔ مگر چونکہ ان کے اندر ایک خاص قسم کا دماغی نقص تھا۔ اس لئے غالباً اسے مدنظر رکھتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب نے حضرت صاحب کی سفارش پر یہ الفاظ عرض کئے ہوں گے۔ لیکن بایں ہمہ حضرت صاحب نے ان کے لگائے جانے کی سفارش فرمائی۔ جو شاید اس خیال سے ہوگی کہ ایک تو ان کے لئے ایک ذریعہ معاش ہو جائے گا۔ اور دوسرے شاید کام میں پڑنے سے ان کی کچھ اصلاح ہو جاوے۔ اور یہ جو حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں ان کو آپ سے بدتر جانتا ہوں۔ یہ اس لئے تھا کہ مولوی یار محمد صاحب کی اس دماغی حالت کا نشانہ زیادہ تر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام رہتے تھے اور بہتر کی جگہ بدتر کا لفظ استعمال کرنا غالباً معاملہ کی اصل حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ اور شاید کسی قدر ربطور مزاح بھی ہو۔

(23) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی دائی کو بلا کر اس سے شہادت لی تھی۔ کہ آپ کی ولادت توام ہوئی تھی۔ اور یہ کہ جولڑکی آپ کے ساتھ پیدا ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد آپ پیدا ہوئے تھے۔ اور پھر اس تحریری بیان پر اس کے انگوٹھے کا نشان بھی

ثبت کروایا تھا۔ اور بعض دوسری بوڑھی عورتوں کی شہادت بھی درج کروائی تھی۔

(24) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حکیم فضل دین صاحب مرحوم بھیروی کی زبانی سُنا ہے کہ ایک دفعہ کوئی انگریزی خوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ عربی زبان میں مفہوم کے ادا کرنے کیلئے انگریزی کی نسبت زیادہ طول اختیار کرنا پڑتا ہے۔ حضرت صاحب فرمانے لگے۔ کہ اچھا آپ انگریزی میں آبِ من کے مفہوم کو کس طرح ادا کریں گے؟

اس نے جواب دیا۔ کہ اس کے لئے ''مائی واٹر'' کے الفاظ ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ عربی میں صرف ''مائی'' کہنا کافی ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ صرف ایک وقتی جواب بطور لطیفے کا تھا۔ ورنہ یہ نہیں کہ حضرت صاحب کے نزدیک صرف یہ دلیل اس مسئلہ کے حل کے لئے کافی تھی۔

(25) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ ایک ہندوستانی مولوی قادیان آیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ میں ایک جماعت کی طرف سے نمائندہ ہو کر آپ کے دعویٰ کی تحقیق کے لئے آیا ہوں۔ اور پھر اس نے اختلافی مسائل کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ اور وہ بڑے تکلف سے خوب بنا بنا کر موٹے موٹے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے کچھ تقریر فرمائی۔ تو وہ آپ کی بات

کاٹ کر کہنے لگا۔ کہ آپ کو مسیح مہدی ہونے کا دعویٰ ہے۔ مگر آپ الفاظ کا تلفظ بھی اچھی طرح ادا نہیں کر سکتے۔ اس وقت مولوی عبداللطیف صاحب شہید بھی مجلس میں حضرت صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔ ان کو بہت غصہ آ گیا۔ اور انہوں نے اسی جوش میں اس مولوی کے ساتھ فارسی میں گفتگو شروع کر دی۔ حضرت صاحب نے مولوی عبداللطیف صاحب کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا۔ اور پھر کسی دوسرے وقت جبکہ مولوی عبداللطیف صاحب مجلس میں موجود نہ تھے۔ فرمانے لگے کہ اس وقت مولوی صاحب کو بہت غصہ آ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اسی ڈر سے کہ کہیں وہ اس غصہ میں اس مولوی کو کچھ مار ہی نہ بیٹھیں مولوی صاحب کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں دبائے رکھا تھا۔

(26) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ اُن کے چچا چوہدری شیر محمد صاحب مرحوم ان سے بیان کرتے تھے۔ کہ جب حضرت صاحب دہلی تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں کی جمعہ مسجد میں مولوی نذیر حسین صاحب کے ساتھ مباحثہ کی تجویز ہوئی تھی۔ تو اس وقت میں بھی حضرت صاحب کے ساتھ تھا۔ چونکہ شہر میں مخالفت کا خطرناک زور تھا اور حضرت صاحب کے اہل وعیال بھی سفر میں تھے۔ اس لئے حضرت صاحب مباحثہ کی طرف جاتے ہوئے مکان کی حفاظت کے لئے مجھے ٹھہرا گئے تھے۔ چنانچہ آپ کی واپسی تک میں نے مکان کا پہرہ دیا۔ اور میں نے دل میں یہ پختہ عہد کر لیا تھا۔ کہ میں اپنی جان

دے دوں گا۔ لیکن کسی کو مکان کی طرف رخ نہیں کرنے دوں گا۔

(27) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے چچا چوہدری شیر محمد صاحب موحوم بیان کرتے تھے کہ شروع شروع میں جب حضرت مولوی نورالدین صاحب قرآن شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ تو کبھی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ان کا درس سننے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اور بعض اوقات کچھ فرمایا بھی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب حضرت مولوی صاحب درس دے رہے تھے۔ تو ان آیات کی تفسیر میں جن میں جنگِ بدر کے وقت فرشتوں کی فوج کے نازل ہونے کا ذکر آتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب کچھ تاویل کرنے لگے۔ کہ اس سے روحانی رنگ میں قلوب کی تقویت مراد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سُنا تو فرمانے لگے کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ اس وقت واقعی مسلمانوں کو فرشتے نظر آئے تھے۔ اور کشفی حالات میں ایسا ہو جاتا ہے کہ صاحب کشف کے علاوہ دوسرے لوگ بھی کشفی نظارہ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ پس اس موقعہ پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کشفی نظارہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو شامل کرلیا۔ تا کہ ان کے دل مضبوط ہو جائیں۔

(28) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحب کی مجلس میں عورتوں کے لباس کا ذکر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایسا تنگ

پاجامہ جو بالکل بدن کے ساتھ لگا ہو اچھا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے عورت کے بدن کا نقشہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ جو ستر کے منافی ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ صوبہ سرحد میں اور اس کے اثر کے ماتحت پنجاب میں بھی عورتوں کا عام لباس سلوار ہے۔ لیکن ہندوستان میں تنگ پاجامہ کا دستور ہے۔ اور ہندوستان کے اثر کے ماتحت پنجاب کے بعض خاندانوں میں بھی تنگ پاجامے کا رواج قائم ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہمارے گھروں میں بھی بوجہ حضرت والدہ صاحبہ کے اثر کے جو دلّی کی ہیں۔ زیادہ تر تنگ پاجامے کا رواج ہے۔ لیکن سلوار بھی استعمال ہوتی رہتی ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ستر کے نقطۂ نگاہ سے تنگ پاجامہ ضرور ایک حد تک قابل اعتراض ہے۔ اور سلوار کا مقابلہ نہیں کرتا۔ ہاں زینت کے لحاظ سے دونوں اپنی اپنی جگہ اچھے ہیں۔ یعنی بعض بدنوں پر تنگ پاجامہ سجتا ہے اور بعض پر سلوار۔ اندریں حالات اگر بحیثیت مجموعی سلوار کو رواج دیا جائے۔ تو بہتر ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ عورت نے تو اپنے گھر کی چاردیواری میں ہی رہنا ہے۔ اور اگر باہر بھی جانا ہے تو عورتوں میں ملنا جلنا ہے تو اس صورت میں تنگ پاجامہ اگر ایک حد تک ستر کے خلاف بھی ہو تو قابل اعتراض نہیں۔ لیکن یہ خیال درست نہیں کیونکہ اول تو ایک قسم کا ستر شریعت نے عورتوں کا خود عورتوں سے بھی رکھا ہے۔ اور اپنے بدن کے حسن کو بے جا طور پر ظاہر کرنے سے مستورات میں بھی منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں گھروں میں علاوہ خاوند کے بعض ایسے مردوں کا بھی آنا

جانا ہوتا ہے جن سے مستورات کا پردہ تو نہیں ہوتا۔ لیکن یہ بھی نہایت معیوب بلکہ ناجائز ہوتا ہے کہ عورت ان کے سامنے اپنے بدن کے نقشہ اور ساخت کو برملا ظاہر کرے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایسے تنگ پاجامہ کو جس سے بدن کا نقشہ اور ساخت ظاہر ہو جاوے ناپسند کرنا نہایت حکیمانہ دانش مندی پر مبنی اور عین شریعت اسلامی کے منشاء کے مطابق ہے۔ ہاں خاوند کے سامنے عورت بے شک جس قسم کا لباس وہ چاہے یا اس کا خاوند پسند کرے پہنے۔ اس میں ہرج نہیں لیکن ایسے موقعوں پر جب کہ گھر کے دوسرے مردوں کے سامنے آنا جانا ہو یا غیر عورتوں سے ملنا ہو۔ سلوار ہی بہتر معلوم ہوتی ہے۔ ہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ایک تنگ پاجامہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جو بدن کے ساتھ بالکل پیوست نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی قدر ڈھیلا رہتا ہے۔ اور اس سے عورت کے بدن کی ساخت پوری طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ ایسا تنگ پاجامہ گو سلوار کا مقابلہ نہ کر سکے۔ مگر چنداں قابل اعتراض نہیں۔ اور ہمارے گھروں میں زیادہ تر اسی قسم کے پاجامے کا رواج ہے۔ قابلِ اعتراض وہ پاجامہ ہے کہ جو بہت تنگ ہو یا جسے عورت ٹانک کر اپنے بدن کے ساتھ پیوست کرے۔ واللہ اعلم

(29) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا۔ کہ ہمیں یہ خیال آیا تھا کہ تبلیغ کے لئے انگریزی کے سیکھنے کی طرف توجہ کریں۔ اور ہمیں امید تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے

ہمیں اس کا علم عطا کر دے گا۔ بس صرف ایک دورات دعا کی ضرورت تھی۔ لیکن پھر یہ خیال آیا کہ مولوی محمد علی صاحب اس کام میں لگے ہوئے ہیں اور ان کی انگریزی کی تعریف بھی کی جاتی ہے۔ اسلئے ہماری توجہ اس امر کی طرف سے ہٹ گئی۔

(30) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب مولوی محمد علی صاحب سے کوئی بات وغیرہ دریافت کرنی ہوتی تھی۔ تو آپ بجائے اس کے کہ انکو اپنے پاس بلا بھیجتے خود مولوی صاحب کی کوٹھڑی میں تشریف لے آیا کرتے تھے۔

(31) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی زندگی کے آخری سالوں میں فرماتے تھے کہ اب تبلیغ و تصنیف کا کام ہم تو اپنی طرف سے کر چکے ہیں۔ اب ہمیں باقی ایام دعا میں مصروف ہونا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے دنیا میں حق و صداقت کو قائم فرمائے۔ اور ہمارے آنے کی غرض پوری ہو۔ چنانچہ اسی خیال کے ماتحت آپ نے اپنے گھر کے ایک حصہ میں ایک بیت الدعا بنوائی۔

(32) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت اور مجلس میں بیٹھنے سے دل میں خوشی اور بشاشت اور اطمینان پیدا ہوتے تھے۔ اور خواہ انسان کتنا بھی متفکر اور غمگین یا مایوس ہو۔ آپ کے سامنے

جاتے ہی قلب کے اندر مسرت اور سکون کی ایک لہر دوڑ جاتی تھی۔

(33) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو بدنی سزا دینے کے بہت مخالف تھے۔ اور جس اُستاد کے متعلق یہ شکایت آپ کو پہنچتی تھی۔ کہ وہ بچوں کا مارتا ہے اس پر بہت ناراض ہوتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو استاد بچوں کو مار کر تعلیم دینا چاہتا ہے۔ یہ دراصل اس کی اپنی نالائقی ہوتی ہے۔ اور فرماتے تھے دانا اور عقل مند اُستاد جو کام حکمت سے لے لیتا ہے۔ وہ کام نالائق اور جاہل اُستاد مارنے سے لینا چاہتا ہے۔ ایک دفعہ مدرسہ کے ایک اُستاد نے ایک بچے کو کچھ سزا دی۔ تو آپ نے سختی سے فرمایا کہ اگر پھر ایسا ہوا۔ تو ہم اس استاد کو مدرسہ سے علیحدہ کر دیں گے۔ حالانکہ ویسے وہ اُستاد بڑا مخلص تھا۔ اور آپ کو اس سے محبت تھی۔ بعض اوقات فرماتے تھے کہ استاد عموماً اپنے غصہ کے اظہار کے لئے مارتے ہیں۔

(34) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے۔ کہ بعض اوقات ہماری جماعت کے طالب علم مجھے امتحانوں میں کامیابی کی دعا کے لئے کہتے ہیں۔ اور گو یہ ایک معمولی سی بات ہوتی ہے لیکن میں ان کے واسطے توجہ کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ اس طرح ان کو دعا کی طرف رغبت اور خیال پیدا ہو۔

(35) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر محمد

اسمعیل خاں صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے ساتھ شفا خانہ میں ایک انگریز لیڈی ڈاکٹر کام کرتی ہے اور وہ ایک بوڑھی عورت ہے وہ کبھی کبھی میرے ساتھ مصافحہ کرتی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ تو جائز نہیں ہے۔ آپ کو عذر کر دینا چاہیے۔ کہ ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں۔

(36) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی سید سرور شاہ صاحب بیان کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ قادیان کے قصابوں نے کوئی شرارت کی۔ تو اس پر حضرت صاحب نے حکم دیا کہ ان سے گوشت خریدنا بند کر دیا جاوے۔ چنانچہ کئی دن تک گوشت بند رہا۔ سب لوگ دال وغیرہ کھاتے رہے۔ ان دنوں میں مولوی سید سرور شاہ صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میرے پاس ایک بکری ہے۔ وہ میں حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حضور اُسے ذبح کروا کے اپنے استعمال میں لائیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہمارا دل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ہمارے دوست دالیں کھائیں اور ہمارے گھر میں گوشت پکے۔

(37) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیان فرماتے تھے۔ کہ میں حضرت صاحب کے مکان کے اوپر کے حصہ میں رہتا ہوں۔ میں نے کئی دفعہ حضرت صاحب کے گھر کی عورتوں کو

آپس میں یہ باتیں کرتے سنا ہے کہ حضرت صاحب کی تو آنکھیں ہی نہیں ہیں۔ ان کے سامنے سے کوئی عورت کسی طرح سے بھی گذر جاوے۔ ان کو پتہ نہیں لگتا۔ یہ وہ ایسے موقعوں پر کہا کرتی تھیں کہ جب کوئی عورت حضرت صاحب کے سامنے سے گزرتی ہوئی خاص طور پر گھونگھٹ یا پردہ کا اہتمام کرنے لگتی ہے۔ اوران کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کی آنکھیں ہروقت نیچی اور نیم بند رہتی ہیں۔ اور وہ اپنے کام میں بالکل منہمک رہتے تھے۔ ان کے سامنے سے جاتے ہوئے کسی خاص پردہ کی ضرورت نہیں۔ نیز مولوی شیر علی صاحب نے بیان کیا کہ باہر مردوں میں بھی حضرت صاحب کی یہی عادت تھی۔ کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھیں اور ادھر ادھر آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی آپ کو عادت نہ تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا تھا۔ کہ سیر میں جاتے ہوئے آپ کسی خادم کا ذکر غیب کے صیغہ میں فرماتے تھے۔ حالانکہ وہ آپ کے ساتھ ساتھ جارہا ہوتا تھا۔ اور پھر کسی کے جتلانے پر آپ کو پتہ چلتا تھا۔ کہ وہ شخص آپ کے ساتھ ہے۔

(38) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب معہ چند خدام کے فوٹو کھنچوانے لگے۔ تو فوٹو گرافر آپ سے عرض کرتا تھا۔ کہ حضور ذرا آنکھیں کھول کر رکھیں۔ ورنہ تصویر اچھی نہیں آئیگی اور آپ نے اس کے کہنے پر ایک دفعہ تکلف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا بھی مگر وہ پھر اسی طرح نیم بند ہو گئیں۔

(39) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں پر غالب آنے کا مادہ رکھ دیا ہے۔ پس خواہ انسان بداعمالیوں سے کیسا ہی گندہ ہو گیا ہو۔ وہ جب بھی نیکی کی طرف مائل ہونا چاہے گا۔ اس کی نیک فطرت اس کے گناہوں پر غالب آجائے گی۔ اور اس کے مثال اس طرح پر سمجھایا کرتے تھے کہ جیسے پانی کے اندر یہ طبعی خاصہ ہے۔ کہ وہ آگ کو بجھاتا ہے پس خواہ پانی خود کتنا بھی گرم ہو جاوے۔ حتی کہ وہ جلانے میں آگ کی طرح ہو جاوے۔ لیکن پھر بھی آگ کو ٹھنڈا کر دینے کی خاصیت اس کے اندر قائم رہے گی۔

(40) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک پر بعض فقرے کثرت کے ساتھ رہتے تھے۔ مثلاً آپ اپنی گفتگو میں اکثر فرمایا کرتے تھے دست درکار دل بایار۔ خدا داری چہ غم داری۔ "الا عمال بالنیات" انا عند ظن عبدی بی". "آنچناں صیقل زوند کہ آئینہ نماند" "گر حفظ مراتب نکنی زندیقی". "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ". "الطریقۃ کلہا ادب" "ادب تاجیست از لطفِ الٰہی. بنہ برسر برد هر جا کہ خواهی".

(41) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کے آدمیوں کو چاہیے کہ کم از کم تین دفعہ ہماری

کتابوں کا مطالعہ کریں۔اور فرماتے تھے کہ جو ہماری کتب کا مطالعہ نہیں کرتا اس کے ایمان کے متعلق مجھے شبہ ہے۔

(42) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک شہادت کے لئے ملتان تشریف لے گئے۔تو راستہ میں لاہور بھی اُترے۔اور وہاں جب آپ کو یہ علم ہوا کہ مفتی محمد صادق صاحب بیمار ہیں۔تو آپ ان کی عیادت کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور ان کو دیکھ کر حدیث کے یہ الفاظ فرمائے کہ لا بـاس طهـوراً انشـاء اللہ یعنی کوئی فکر کی بات نہیں انشاء اللہ خیر ہو جائے گی اور پھر آپ نے مفتی صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ بیمار کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔آپ ہمارے لئے دعا کریں۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ ملتان کا یہ سفر حضرت صاحب نے 1897ء میں کیا تھا۔

(43) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میری اہلیہ مجھ سے کہتی تھیں۔کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں نماز استسقاء پڑھی گئی تھی۔یہ نماز عیدگاہ میں ہوئی تھی۔اور اُسی دن شام سے قبل بادل آگئے تھے۔مولوی شیر علی صاحب نے بیان کیا کہ مجھے یہ نماز یاد نہیں بلکہ مجھے یہ یاد ہے۔کہ حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کے زمانہ میں ایک عام احساس تھا۔کہ زیادہ دن تک لگا تار شدت کی گرمی نہیں پڑتی تھی۔اور بروقت بارشوں اور ٹھنڈی ہواؤں سے موسم عموماً اچھا رہتا تھا۔بلکہ مجھے یاد ہے کہ اسی زمانہ میں لوگ آپس میں یہ

باتیں بھی کیا کرتے ۔کہ اس زمانہ میں زیادہ دن تک لگا تار شدت کی گرمی نہیں پڑتی ۔اور جب بھی دو چار دن شدت کی گرمی پڑتی ہے ۔تو خدا تعالیٰ کی طرف سے بارش وغیرہ کا انتظام ہو جاتا ہے۔

(44) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے تھے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے کہ اس نے ہمیں ایسے زمانہ میں مبعوث فرمایا ہے کہ رمضان کا مہینہ سردیوں میں آتا ہے اور روزے زیادہ جسمانی تکلیف کا موجب نہیں ہوتے ۔اور ہم آسانی کے ساتھ رمضان میں بھی کام کر سکتے ہیں مولوی صاحب کہتے تھے کہ ان دنوں میں رمضان شریف دسمبر میں آیا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے اس زمانہ کی جنتری کو دیکھا ہے ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحیت کا دعویٰ 1891ء میں فرمایا تھا۔اور 1891ء میں رمضان کا مہینہ 11 اپریل کو شروع ہوا تھا۔گویا رمضان کے مہینہ کے لئے موسم سرما میں داخل ہونے کی ابتداء تھی۔ چنانچہ 1892ء میں رمضان کے مہینہ کی ابتداء 31 مارچ کو ہوئی ۔اور 1893ء میں 20 مارچ کو ہوئی ۔اور اس کے بعد رمضان کا مہینہ ہر سال زیادہ سردیوں کے دنوں میں آتا گیا۔اور جب 1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔تو اس سال رمضان کے مہینہ کی ابتداء یکم اکتوبر کو ہوئی تھی۔ اس طرح گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ تمام کا تمام ایسی حالت

میں گذرا کہ رمضان کے روزے سردی کے موسم میں آتے رہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک فضل تھا۔ جو اس کی تقدیر عام کے ماتحت وقوع میں آیا۔ اور جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نکتہ شناس طبیعت نے خدا کا ایک احسان سمجھ کر اپنے اندر شکر گذاری کے جذبات پیدا کئے۔

(45) مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیان کرتے تھے۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمدردی اور وفاداری کے ذکر میں یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اگر ہمارا کوئی دوست ہو۔ اور اس کے متعلق ہمیں یہ اطلاع ملے۔ کہ وہ کسی گلی میں شراب کے نشے میں مدہوش پڑا ہے۔ تو ہم بغیر کسی شرم اور روک کے وہاں جا کر اُسے اپنے مکان میں اُٹھا لائیں۔ اور پھر جب اُسے ہوش آنے لگے۔ تو اس کے پاس سے اُٹھ جائیں۔ تا کہ ہمیں دیکھ کر وہ شرمندہ نہ ہو اور حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وفاداری ایک بڑا عجیب جوہر ہے۔

روحانی مائدہ

یہ روایات غیر مطبوعہ ہیں جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مرکزی لائبریری
کے رجسٹر نمبر 10 سے نقل کی گئی ہیں۔

کوئین وکٹوریہ کی جوبلی کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ میں جلسہ منعقد فرمایا۔ حضرت نے مختلف زبانوں، عربی، فارسی، انگریزی، پشتو، وغیرہ میں دعا لکھی۔ اور مسجد کے پرانے صحن میں درمیانے دروازے کے سامنے بیٹھ کر لمبی دعا کی دوسرے دوستوں کو فرمایا۔ کہ آمین کہتے جاؤ۔ چنانچہ بعض لوگوں نے لکھا کہ حضرت صاحب کی یہ دعا آسمان تک پہنچ گئی ہے۔ نتیجہ نکلے گا۔ حضرت صاحب نے چراغاں کا بھی حکم دیا تھا۔ پیالوں میں بنولے اور تیل ڈال کر جلوائے تھے۔ رات کو آندھی آئی تھی۔ حضور صبح لاہور گئے۔ تو دیکھا کہ جو انتظام سرکار نے دیے جلانے کا کیا تھا وہ آندھی سے تباہ ہو گئے۔ مگر حضرت صاحب نے ایسا انتظام فرمایا تھا۔ کہ باوجود آندھی کے جلتے رہے۔

حضرت صاحب کی چونکہ تاکید ہوتی تھی۔ اس لئے دوست ایک دن کی چھٹی پر قادیان آیا کرتے تھے۔ عصر کے وقت وہاں سے چلتے اور ایک دن رہ کر دوسرے دن چلے جاتے۔ چنانچہ میں جب پہلے پہل آیا۔ احمدی تو میں پہلے

ہی تھا۔ مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم۔ مفتی صاحب ملک شیر محمد صاحب جو ریاست کشمیر میں ملازم تھے۔ میرے ساتھ تھے۔ یہ اچھی طرح یاد نہیں کہ ملک صاحب بھی تھے یا نہیں۔ مگر مفتی صاحب اور مرزا ایوب بیگ صاحب یقیناً ساتھ تھے۔

جب بٹالہ میں ریل سے اترے تو اترتے ہی چلے آئے۔ بعض لوگ کچھ دیر سو کر روانہ ہوتے۔ مگر ہم فوراً چلے آئے۔ حضرت صاحب نے جو عربی میں رپورٹ لکھی ہے۔ اس میں حضور نے تحریر فرمایا ہے۔

یعنی بعض لوگ رات کو پہلے حصہ میں چل کر آتے ہیں۔ اور بعض پچھلے حصہ میں۔ دسرے دن عید تھی۔ وہی عید جس کے بعد لیکھرام مارا گیا تھا اس وقت مہمان خانہ مطب میں تھا۔ پہلی کوٹھڑی میں کتابیں ہوتی تھیں۔ دوسری میں مہمان خانہ۔ چنانچہ ہم اس کوٹھڑی میں سوئے تھے۔ عید کی نماز بوہڑ کے نیچے پڑھی تھی۔ حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب یہاں نہیں تھے۔ لاہور تھے۔ مولوی سید محمد احسن صاحب نے عید پڑھائی تھی غالباً جمعہ کا دن تھا۔ جو مسجد اقصیٰ میں ہوا تھا۔ میں نے وستی بیعت کی۔ چند اور آدمی بھی تھے۔ حضور نے میرا ہاتھ پکڑا تھا۔

حضرت صاحب نے عید کے مہمانوں کو گول کمرہ میں کھانا کھلایا۔ حضور بھی ساتھ تھے۔ شاید چار لالٹینیں مہمانوں کی تھیں۔ ملک شیر محمد صاحب

بھی تھے۔

(نوٹ۔ حضرت مولوی صاحب کے اس فقرہ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ملک شیر محمد صاحب قادیان میں یقیناً تھے۔ ہاں آپ کو یہ یاد نہیں کہ پہلے سے موجود تھے یا آپ کے ساتھ آئے تھے۔ عبدالقادر) ہم دونوں اکٹھے بیٹھے تھے۔ میں جب گیا۔ تو غالباً حضرت صاحب اس وقت نہیں تھے میں بیٹھا ہی تھا۔ کہ حضرت صاحب تشریف لے آئے۔ مگر میں نے نہیں دیکھا۔ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ شیر محمد نے کہا۔ ''حضرت صاحب کو پہچانو'' میں افسوس کہ پہچان نہ سکا۔ حکیم فضل الدین صاحب بھیروی پانی پلانے پر تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا حکیم صاحب آپ بھی بیٹھ جائیں۔ کھانا کھائیں۔ پلاؤ تھا۔

ان دنوں حضرت صاحب مسجد مبارک میں کھانا مہمانوں کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ اس کے بعد بھی کافی عرصہ کھاتے رہے۔ عام طور پر مسجد میں مہمان آ سکتے تھے۔ محراب والے کمرہ میں صرف دو آدمی کھڑے ہو سکتے تھے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اور حضرت صاحب ساتھ کھڑے ہوتے تھے۔ دوسرے دونوں کمروں میں نمازی ہوتے تھے۔ حضرت صاحب کھڑکی میں سے بیت الفکر کمرہ سے باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ عموماً حضرت مولوی صاحب کا انتظار فرمایا کرتے تھے۔ بیٹھ جاتے تھے۔

ایک شخص مولوی محمد یار صاحب کو کچھ جنون تھا۔ مخلص آدمی تھا۔ کوشش

کیا کرتا تھا کہ حضرت صاحب کے ساتھ کھڑا ہو۔ سجدے میں کچھ تکلیف دیا کرتا تھا۔ اس لئے انتظام کیا جاتا تھا۔ کہ اور آدمی حضرت صاحب کے پاس کھڑے ہوں۔ مگر وہ جلد آیا کرتا تھا۔ آخر حضرت نے تنگ آ کر محراب میں مولوی عبدالکریم صاحب کے دائیں طرف کھڑے ہونا شروع کیا۔

کھانا بھی حضرت صاحب عموماً پہلے کمرہ میں مہمانوں کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ چاروں طرف مہمان دیواروں کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ ملک غلام حسین صاحب باورچی تھے۔ حضرت صاحب پھلکوں کے آہستہ آہستہ ٹکڑے کر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے منہ میں ڈالا کرتے تھے۔ جب تک مہمان کھاتے رہتے۔ آپ بھی کھاتے رہتے تھے۔ حضور بہت کم کھایا کرتے تھے۔ گرمیوں میں شام کا کھانا اوپر کھایا کرتے تھے۔ ایک وقت میں حضرت صاحب کو گوشت سے نفرت ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے اندر ہی کھانا شروع فرما دیا۔

حضرت صاحب کے سامنے جب کوئی خاص چیز لائی جاتی۔ تو حضرت صاحب تمام میں تقسیم کر دیتے۔ حضرت مولوی صاحب بھی شامل ہوتے تھے۔

مسجد مبارک کی پہلی توسیع یہ کی گئی۔ کہ درمیانی دیوار نکالی گئی اور اس طرح ایک صف کی اور گنجائش نکالی گئی۔ گنجائش تو چھ کی ہوتی تھی ایک لائن میں

مگر سات سات کھڑے ہوتے تھے۔

جب صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید یہاں سے رخصت ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مشایعت کے لئے تشریف لے گئے۔ پنڈوری سے آگے نکل کر جب وہ یکے پر سوار ہونے لگے تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاؤں پر گر پڑے۔ حضرت صاحب نے بڑی مشکل سے ان کو زمین پر سے اٹھایا۔ وہ اُٹھتے نہیں تھے۔ اس لئے حضرت صاحب کو کہنا پڑا کہ الا مر فوق الادب پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

ایک دفعہ ایک نوجوان عرب آیا۔ وہ پاؤں سے بھی ننگا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے لئے باہر تشریف لائے۔ تو وہ چوک میں مطب کے دروازے کے قریب حضرت صاحب کو ملا۔ اور آپ سے پوچھا کہ کیا آپ مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ بہت غصے میں آ گیا۔ گویا حضرت صاحب کی طرف سے یہ بڑی گستاخی ہے۔ کہ آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ حضرت صاحب اس کو عربی زبان میں سیر کے دوران میں سمجھاتے رہے مگر اس کا غصہ اسی طرح رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوسرے دن فرمایا کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ اس شخص کے لئے دعا بھی کرو اور اس کو سمجھاؤ بھی۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت صاحب سیر پر بھی اور مسجد میں بھی اس کو اپنے دعویٰ کے متعلق سمجھاتے رہے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

الہام کے مطابق اس نے مان لیا۔ اور بیعت کر لی۔ اور اس نے خود اپنے خرچ پر ایک اشتہار یہیں لکھوا کر یہیں چھپوایا۔ کہ میں اسے ایک پبلک جلسہ میں جا کر تقسیم کروں گا۔ اور کتابیں بھی خریدیں۔

ایک بار اس نے حضرت مسیح ناصری کی وفات کی دلیل کے طور پر یہ کہا کہ سورہ صف میں ہے مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں بعد کا لفظ ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی دلیل کو پسند کیا۔ جب وہ پیدل واپس جا رہا تھا بٹالہ کتابیں اٹھائی ہوئی تھیں۔ میں یکے میں جا رہا تھا۔ میں نے اس کو کہا کہ یکے میں سوار ہو جائے۔ جب وہ نہ مانا۔ تو میں نے کہا کتابیں دے دو۔ مگر وہ پیدل ہی چلتا گیا۔ عرب لوگ جو عام طور پر یہاں آتے تھے۔ ان کی عموماً امداد کی جاتی تھی۔ اکثر وہ سائل ہی ہوا کرتے تھے۔ مگر اس کو جب سفرخرچ کے لئے روپیہ پیش کیا گیا۔ تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ یہاں تو دینا چاہیے نہ کہ لینا چاہیے۔ اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہیں آئی۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیہات کے لوگوں کی دعوت کی۔ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب کو کہا۔ کہ ان کو تبلیغ کرو۔ چنانچہ تینوں نے مسجد اقصیٰ میں ان کو سمجھایا۔ باری باری تقریریں کیں۔ حضرت

مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب نے پنجابی میں
حضرت صاحب کی ہدایت کے مطابق تقریریں کیں۔ حضرت مولوی صاحب
نے پنجابی میں تقریر کرنا شروع کی۔ مگر وہ فرماتے تھے کہ میں چونکہ ہمیشہ اُردو
میں باتیں کرتا ہوں۔ اس لئے میں پنجابی میں تقریر کر ہی نہیں سکتا۔ اس لئے
انہوں نے پھر اُردو میں تقریر کی۔

اُس عید کا خطبہ الہامیہ حضرت صاحب نے پڑھایا۔ یوم الحج کی صبح کو
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحب کو پیغام بھیجا یا خط لکھا۔
کہ جتنے لوگ یہاں موجود ہیں۔ ان کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیں۔ تا میں
ان کے لئے دعا کروں حضرت مولوی صاحب نے موجود احباب کو تعلیم الاسلام
سکول میں جمع کیا (تعلیم الاسلام ان دنوں مدرسہ احمدیہ کی جگہ ہی تھا) اور لوگوں
کے ناموں کی فہرست تیار کروائی۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں بھیجی۔
حضرت صاحب نے اپنے دالان کے دروازے بند کر کے دعائیں فرمائیں۔
بعض لوگ جو پیچھے آتے تھے۔ بند دروازے میں سے اپنے رقعے اندر پہنچاتے
تھے۔ اس دن صبح کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک کی سیڑھیوں سے عید
کے لئے تشریف لائے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ رات کو مجھے الہام ہوا ہے کہ کچھ
کلمات عربی میں کہو۔ اس لئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت
مولوی نورالدین صاحب دونوں کو پیغام بھیجا۔ کہ وہ کاغذ اور قلم دوات لے کر

آویں۔ کیونکہ عربی میں کچھ کلمات پڑھنے کا الہام ہوا ہے۔ نماز مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر اُردو میں خطبہ فرمایا۔ غالباً کرسی پر بیٹھ کر۔ اُردو خطبے کے بعد آپ نے عربی خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ کرسی پر بیٹھ کر۔ اس وقت آپ پر ایک خاص حالت طاری تھی۔ آنکھیں بند تھیں۔ ہر جملے میں پہلی آواز اونچی تھی۔ پھر دھیمی ہو جاتی تھی۔ سامنے بائیں طرف حضرت مولوی صاحبان لکھ رہے تھے۔ ایک لفظ دونوں میں سے ایک نے نہ سُنا۔ اس لئے پوچھا تو حضرت صاحب نے وہ لفظ بتایا۔ اور پھر فرمایا کہ جو لفظ سُنائی نہ دے۔ وہ ابھی پوچھ لینا چاہیے۔ کیونکہ ممکن ہے مجھے بھی یاد نہ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک اوپر سے سلسلہ جاری رہا۔ میں بولتا رہا اور جب ختم ہو گیا۔ بس کر دی۔ پھر حضرت صاحب نے اس کے لکھوانے کا خاص اہتمام کیا۔ اور خود ہی اس کا دو زبانوں فارسی اور اُردو میں ترجمہ کیا اور یہ بھی تحریک فرمائی۔ کہ اس کو لوگ یاد کرلیں۔ جس طرح قرآن مجید یاد کیا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نے اس کو یاد کر کے مسجد مبارک میں باقاعدہ حضرت صاحب کو سنایا۔

اس کے بعد میرے بھائی حافظ عبدالعلی صاحب نے حضرت مولوی صاحب سے اس کے متعلق پوچھا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ کہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت صاحب کی طاقت سے بالا ہے۔ ان کے اس جواب سے یہ

مطلب تھا کہ یہ خدا کا کلام ہے حضرت صاحب کا نہیں۔

جس وقت حضور نے منارہ کی بنیاد رکھی۔تو بہت سا نیچے کھود کر چاروں طرف سے مضبوط کیا گیا تھا۔ کہ بنیاد پختہ ہو۔ ہندوؤں کو جب معلوم ہوا۔تو انہوں نے اعتراض کیا۔ کہ جب منارہ بنے گا۔تو ہماری بے پردگی ہوگی۔ غالباً کوئی درخواست بھی گورنمنٹ کو دی تھی۔ (یہ منارہ) حضرت صاحب کے زمانہ میں قریباً دورواز ہ تک (تیار ہوا) تھا۔

آپ کی یہ عادت تھی۔ کہ الہام کی ہمیشہ اچھی تاویل فرماتے تھے۔ خواہ منذر الہام بھی ہو۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری میں الہامات ہوتے رہے جن میں ان کی وفات کی خبر تھی۔ ہمیشہ آپ اس کی نیک تاویل ہی فرماتے رہے۔

میں حکیم فضل الدین صاحب مرحوم بھیروی کے مکان میں رہتا تھا۔ آتھم کے متعلق پیشگوئی کا زمانہ تھا۔حکیم صاحب بڑے مخلص تھے یہاں سے خط وکتابت رکھتے تھے۔اور الہامات کے متعلق تازہ اطلاعیں منگواتے رہتے تھے۔ چنانچہ ان دنوں میں ان کو یہاں سے آتھم کے متعلق حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو جوالہام ہوئے۔وہ بھی بھیجے گئے۔ان الہامات سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی۔ کہ اس کی میعاد میں مہلت ہوگئی ہے لیکن آپ اس کے اور ہی معنی فرماتے رہے۔ مثلاً اطلع الله علی همه و غمه ۔اس کے معنی یہ سمجھئے کہ ان کی ضمیر

سے حضور کی اپنی ذات ہے کہ مجھے جو فکر ہے اللہ یہ پیش گوئی پوری کر کے اُس کو دور کر دے گا۔

اس طرح اطال اللہ یومہ اس کے یہ معنی خط میں تھے کہ وہ جب تک مرے گا نہیں۔ میعاد کے آخری دن کا سورج نہیں ڈوبے گا۔ مطلب یہ کہ آخری دن ضرور مر جائے گا۔

ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی کبھی ریا ہوا ہے۔ فرمایا یہ بتائیں کہ اگر ایک شخص گایوں کے درمیان نماز پڑھے تو کیا اس کو ریا آ سکتا ہے۔

مولوی صاحب نے جب کشمیر چھوڑا۔ تو بھیرہ میں تشریف لے گئے مکان بنایا۔ مطب تیار کیا۔ درس بھی دینا شروع کیا۔ ایک دن کے واسطے قادیان تشریف لائے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ قادیان میں آپ ٹھہر جائیں۔ اس کے بعد آپ نے کبھی جا کر اس مکان کو دیکھا نہیں۔

ایک وہاں کا سیٹھی تھا۔ اس کو سکتہ کی بیماری ہوئی۔ تو وہاں سے آدمی حضرت مولوی صاحب کو لینے کے لئے آیا۔ حضرت مولوی صاحب تشریف لے گئے۔ اس وقت بھی صرف اس سیٹھی کے مکان پر ٹھہرے اپنا مکان جا کر نہیں دیکھا۔

جس وقت مسجد مبارک کی توسیع کی گئی۔ حضرت صاحب تشریف

لائے اور دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ کوٹھی کی طرح خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ حضور نے نیچے ہی نماز پڑھی ہے۔ اوپر چونکہ گرمیوں کے موسم میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ حضرت صاحب گرمی آنے سے پیشتر ہی وفات پا گئے۔

جب پرانی مسجد چھوٹی تھی۔ اوپر شاہ نشین پر بیٹھا کرتے تھے۔ جس کا ایک چونا گچ منارہ اب موجود ہے۔ اس طرح کے چار منارے تھے حضرت اقدس نماز پڑھ کر مغرب کی طرف جو شاہ نشین تھا۔ اس پر بیٹھتے تھے ایک دفعہ فرمایا کہ ہماری مسجد بھی کشتی کی طرح ہی ہے۔

یہ روایات آپ نے 10 نومبر 1930ء کو ذکر حبیب کی مجلس میں بیان فرمائیں ماخوذ از اخبار الحکم (28 جولائی 1935ء)

☆☆☆

میں بچپن ہی سے احمدیت میں داخل ہوں۔ میں لاہور میں سیکنڈ ایر کلاس میں جب پڑھتا تھا۔ ایک دفعہ مفتی محمد صادق صاحب اور مرزا ایوب بیگ صاحب وغیرہ بعض احباب عید کے موقعہ پر قادیان حاضر ہونے کے لئے چلے میں بھی ساتھ تھا۔

یہ واقعہ 5 مارچ 1894ء کا ہے۔ ہم دس بجے رات کے بٹالہ اسٹیشن پر پہنچے چونکہ میرے ساتھ مخلصین تھے۔ اس لئے ہم بٹالہ میں آرام کرنے کے لئے نہ بیٹھے اور اسی وقت قادیان کو چل پڑے۔ رات رات میں ہم قادیان

آ پہنچے۔ ہم حضرت خلیفہ المسیح اول کے مطب کی اس کوٹھڑی میں ٹھہرے۔ جواب مولوی قطب الدین صاحب کے مطب کے سامنے ہے۔ اس وقت کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ ہم زمین پر سورہے۔ اگلے دن عید اور جمعہ کا اجتماع تھا۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ان دونوں میں شریک ہوئے۔ یہ عید مولوی محمد احسن صاحب نے پڑھائی تھی۔ کیوں کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب یہاں موجود نہ تھے۔ یہی وہ عید تھی جس کے متعلق یہ الہام ہوا تھا۔

ستعرف یوم العید العید اقرب

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ آپ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں چھوٹی چھوٹی ٹین کی پیالیوں میں سالن ہوتا اور مٹی کے آبخوروں میں پانی پیا جاتا تھا حضور اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور آہستہ آہستہ کھانے میں مشغول رہتے۔ تاکہ سب لوگ آرام اور اطمینان سے کھا سکیں باوجود اس کے کہ حضور دیر تک دسترخوان پر بیٹھے رہتے۔ مگر کھانا بہت ہی کم کھاتے۔

وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی

ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی پر حضور نے ایک جلسہ کیا اور باہر سے دوستوں کو بلایا۔ اس جلسہ کی روداد کئی زبانوں میں لکھی۔ عربی کی روداد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے لکھی۔ جس میں حضور نے اس امر کا

اظہار فرمایا۔ کہ احباب راتوں رات آتے ہیں۔ اوکوئی سواری وغیرہ کا انتظار نہیں کرتے حقیقت میں اس زمانہ میں مخلصین کا یہی طریق تھا۔ کہ وہ راتوں رات قادیان آجاتے تھے۔ چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب کو دیکھا ہے کہ وہ ہر اتوار کو آتے تھے۔ ہفتہ کی رات کو بٹالہ اسٹیشن پر اُترتے۔ اور راتوں رات چل کر قادیان آجاتے اور سوموار کو واپس چلے جاتے اسی طرح اور مخلص بھی راتوں رات سفر کرتے تھے۔ پس اس جلسہ میں جن احباب کو خاص طور پر بلایا گیا تھا اکثر رات ہی کو آ گئے تھے۔ انہوں نے سواری کا کوئی انتظار نہ کیا تھا۔ اس جلسہ میں حضور نے ملکہ وکٹوریہ کے لئے بہت دیر تک دعا کی احباب کو لکھ دیا تھا کہ وہ آمین کہیں۔ آپ کا دستور تھا۔ کہ آپ ہر کام جو گورنمنٹ کی وفاداری کے متعلق فرماتے نہایت اخلاص سے نبھاتے۔ اسی رات حضور کی اجازت سے قادیان میں روشنی کی گئی۔ روشنی بنولے جلا کر کی گئی تھی۔ حکومت نے تیل جلا کر روشنی کی تھی اس رات بڑی تیز آندھی آئی جس سے حکومت کے جلائے ہوئے سب دیئے بجھ گئے۔ مگر قادیان میں سلسلہ کی طرف سے جلائی ہوئی روشنی جو بنولوں کی تھی نہ بجھی۔ اس طرح صرف قادیان ہی کی جلائی ہوئی روشنی قائم رہی۔

روحانی بیماروں کا علاج

ایک دفعہ میرے والد صاحب مرحوم یہاں تشریف لائے۔ واقعہ مجھے سنایا میرے والد صاحب جماعت میں داخل ہونے سے پہلے چشتی خاندان سے

تعلق رکھتے تھے۔ وہ لوگ ہمہ اوست کے قائل تھے۔ والد صاحب نے بتلایا کہ حضرت اقدس سیر کے وقت اور مسجد میں بیٹھتے ہوئے ہمیشہ وحدت وجود کی تردید فرمایا کرتے تھے۔ جس سے میں سمجھا کہ حضور کو روحانی بیماری کا علم دیا جاتا ہے۔

حقہ نوشی کی مذمت

میرے چچا صاحب نے ایک دفعہ مجھے سنایا۔ ان کو حقہ کی بہت عادت تھی۔ انہوں نے سُنایا۔ کہ میں قادیان گیا۔ تو ہم دو آدمی تھے مسجد مبارک میں ہم سو گئے۔ صبح حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے فرمایا میں نے آج خواب میں دیکھا کہ مسجد میں دو حقے پڑے ہوئے ہیں۔ مجھے ہی مخاطب کر کے فرمایا اور حقہ کی مذمت کی۔ میرے چچا نے کہا۔ حضور حقہ حرام تو نہیں؟ آپ نے فرمایا ''استفت نبیک ''اگر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی لطیف طبیعت انسان کی مجلس میں حقہ ہوتا۔ تو آپ اسے پسند فرماتے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا بس یہی حال ہے۔ حقہ اچھی چیز نہیں ہے۔

ایک الہام کی تصدیق

آپ جب کوئی کتاب تصنیف فرمایا کرتے تھے۔ اس کے دلائل لوگوں کو سنا دیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے خلیفہ اول کو خاص طور پر بلایا۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ حضور کے ہاتھ میں ایک کاپی تھی جس پر عربی میں لکھا ہوا

تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک بجلی مشرق کی طرف سے آئی ہے اور ہمارے مکان میں پہنچ کر ستارہ بن گئی۔ تب الہام ہوا۔ ان ھوا لا تھدید الحکام پھر الہام ہوا کہ الاُمراء ترجمہ بھی بتلایا۔ بری کرنا۔ حضور نے یہ سارا واقعہ نماز فجر سے پہلے خاص طور پر مولوی صاحب کو سنایا۔ حالانکہ پہلے آپ نماز کا انتظار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد مارٹن کلارک کا مقدمہ شروع ہوا۔ اس طرح اس واقعہ کی خدا تعالیٰ نے قبل از وقت اطلاع بھی دی اور نتیجہ بھی بتلا دیا۔ کہ آپ بری ہو جائیں گے۔ مومنین کے لئے یہ واقعہ ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔

آخری ایام کی ایک بات

حضور آخری ایام میں لاہور تشریف لے گئے۔ اور ایک ماہ تک وہاں قیام فرما رہے۔ میں بھی آپ کو ملنے کے لئے وہاں گیا۔ اور مولوی محمد علی صاحب صرف ایک دن کے لئے گئے تھے۔ جب ہم واپس آنے لگے۔ تو حضرت صاحب کا رقعہ مولوی محمد علی صاحب کو ملا۔ کہ جانے سے قبل مجھے مل کر جانا۔ میں نے بھی چاہا۔ کہ مصافحہ کرلوں۔ میں مصافحہ کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ کہ شائد آپ نے کوئی پرائیویٹ بات کرنی ہوگی۔ جب میں پیچھے ہٹ کر بیٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا۔ کہ آپ بھی آگے آجائیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ''مجھے لنگر خانہ کے اخراجات کی بابت بہت تکلیف ہے۔ بعض اوقات مہمان کو ایک چیز چاہیے۔ مگر

وہ نہیں ملتی۔ تو یہ غم میری روح کو کھا جاتا ہے''۔ ایک ماہ اس سفر میں حضور مقیم رہے۔ پھر وہیں حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ پھر آپ خود نہیں۔ بلکہ حضور علیہ السلام کا جنازہ قادیان آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

☆☆☆

صحابہ کرام کا مقام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام صحابہ کے مقام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ''میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔۔۔ان کے چہرہ پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔۔۔آج اگر ان کو کہا جائے تو اپنے تمام اموال سے دستبردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں''۔ (حقیقۃ الوحی)

''میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے۔۔۔ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرع کرتے ہیں۔۔۔وہ اسلام کا جگر اور دل ہیں''۔

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ۳۱)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ''میں۔۔۔ جماعت کے دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ

جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں ایسی ہستیاں ہیں جو دنیا کے لئے ایک تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہیں''۔

''یہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے یہ تو عام درجہ سے بھی بالا تھے۔ان کو خدا تعالیٰ نے آخری زمانہ کے مامور ومرسل کا صحابی اور پھر ابتدائی صحابہ بننے کی توفیق عطا فرمائی اور ان کی والہانہ محبت کے نظارے ایسے ہیں کہ دنیا ایسے نظارے صدیوں دکھانے سے قاصر رہے گی''۔

''پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے نقشِ قدم پر جماعت کے دوستوں کو چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کہنے والے کہیں گے کہ یہ شرک کی تعلیم دی جاتی ہے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ پاگل وہی ہیں جنہوں نے اس رشتہ کو نہیں پایا۔اور اس شخص سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں جس نے عشق کے ذریعہ خدا اور اس کے رسول کو پالیا اور جس نے محبت میں محو ہو کر اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ کر دیا۔اب اسے خدا سے اور خدا کو اس سے کوئی چیز جدا نہیں کر سکتی۔کیونکہ عشق کی گرمی ان دونوں کو آپس میں اس طرح ملا دیتی ہے جس طرح ویلڈنگ کیا جاتا ہے۔اور دو چیزوں کو جوڑ کر آپس میں پیوست کر دیا جاتا ہے۔مگر وہ جسے محض فلسفیانہ ایمان حاصل ہوتا ہے۔اس کا خدا تعالیٰ سے ایسا ہی جوڑ ہوتا ہے جیسے قلعی کا ٹانکا ہوتا ہے۔کہ ذرا سی گرمی لگے تو ٹوٹ جاتا ہے مگر جب ویلڈنگ ہو جاتا ہے۔تو وہ ایسے ہی ہو جاتا ہے جیسے کسی چیز کا جزو ہو پس اپنے اندر عشق پیدا کرو۔

اور وہ راہ اختیار کرو۔ جو ان لوگوں نے اختیار کی پیشتر اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو صحابی باقی ہیں۔ وہ بھی ختم ہو جائیں"۔

"یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں نشانوں کا پتہ چلتا پھرتا ریکارڈ تھے نہ معلوم لوگوں نے کس حد تک ان ریکارڈوں کو محفوظ کیا ہے۔ مگر بہر حال خدا تعالیٰ کے ہزاروں نشانات کے وہ چشمدید گواہ تھے۔ ان ہزاروں نشانات کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ اور آپ کی زبان اور آپ کے کان اور آپ کے پاؤں وغیرہ کے ذریعہ ظاہر ہوئے۔

تم صرف وہ نشانات پڑھتے ہو جو الہامات پورے ہو کر نشانات قرار پائے۔ مگر ان نشانوں سے ہزاروں گنے زیادہ نشانات ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان، ناک، ہاتھ اور پاؤں پر جاری کرتا ہے اور ساتھ رہنے والے لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے نشانات ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ انہیں اتفاق قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ نشانات ایسے حالات میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جو بالکل مخالف ہوتے ہیں۔ اور جن میں ان باتوں کا پورا ہونا بہت بڑا نشان ہوتا ہے۔

پس ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے۔ وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک رجسٹر ہوتا ہے جسے ہم زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کر لی ہیں۔ تو یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم نے ان کی نقلیں نہیں

کیں تو یہ ہماری بدقسمتی کی علامت ہے بہر حال ان لوگوں کی قدر کرو اور ان کے نقشِ قدم پر چلو''۔

(الفضل جلد ۲۹ نمبر ۱۹۶)

''یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دوزخ پیدا کی ہی نہیں جاسکتی۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ایسا بنا دیا ہے۔ کہ ان کی برکات کی وجہ سے ہر دوزخ اُن کے لئے برکت بن جاتی ہے اور راحت کا موجب ہوتی ہے۔

حضرت مولانا شیر علی صاحب کی یاد میں

(از مکرم عبد السلام صاحب اختر ایم اے)

وہ اک مردِ خدا جس کی حیات کامراں اب بھی
سپہر احمدیت پر ہے مثل کہکشاں اب بھی

زمانہ کیا بھلا سکتا ہے اس کی داستاں اب بھی
زمانے میں ہیں گہرے اس کے نقش جاوداں اب بھی

وہ جس کی ذات پر نازاں ہے اوج آسماں ابتک
ہے جس کا خون ہمارے دل کی موجوں میں رواں اب بھی

وہ دریائے اخوت قلزم جود وسخا جس پر
بہاریں مسکراتی ہیں برنگ بوستاں اب بھی

قدم جس کے ہیں ضامن رفعت افلاک کے اب تک
نظر جس کی ہے تقدیس حرم کی پاسباں اب بھی

حیا ایسی کہ جس پر عصمت مریم قسم کھائے
وفا ایسی کہ دل ہے خلوتوں میں نغمہ خواں اب بھی

میں سچ کہتا ہوں اختر میری آنکھوں میں نظر اُس کی
نہیں لائی جہاں میں گردش دور جہاں اب بھی

ایک مقتدر رائے

(از قلم حضرت علامہ غلام رسول صاحب راجیکی)

رسالہ سیرت مولوی شیر علی صاحب میں نے بھی بعض مقامات سے دیکھا ہے۔ بہت دلچسپ اور مفید مقالات پر مشتمل ہے۔ امید ہے کہ یہ رسالہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے پڑھنے والوں کے لئے بلحاظ اخلاقی فوائد روحانی اصلاحات وملی برکات کے بہت ہی فائدہ بخش ہوگا۔

رسالہ میں پیش کردہ اسباق ونصائح وتعلیمات ومذاکرات ایسی شان رکھتے ہیں۔ کہ قلوب اور ارواح سعیدہ اُن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔

والسلام

خاکسار

غلام رسول راجیکی

گنجہائے گراں مایہ

مجھے اپنی زندگی کے پہلے تیرہ سال اپنے نانا جان جنہیں ہم سب ابا جی کہتے حضرت مولوی شیر علی صاحب (مرحوم) کے زیر سایہ اور ان کی صحبت میں گذارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ مختصر سا عرصہ تھا جس میں کچھ شعوری اور کچھ لاشعوری مدت بھی شامل ہے۔ مگر اس کم عمری کی مختصر مدت میں ان کی شخصیت نے میرے دل و دماغ پر انمٹ نقوش چھوڑے۔ یہ قیمتی یادیں میں صفحہ قرطاس کے سپرد کر رہی ہوں تاکہ ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ رہیں اور شاید وہ اسے مشعلِ راہ بنا سکیں۔

آج سے 70 سال پہلے زندگی کی رفتار سست ہوتی تھی لوگ زندگی سادگی سے گذارتے۔ ضروریات زندگی محدود رکھتے۔ تازہ ہوا اور صحت مند غذا کے طفیل صحتیں اچھی ہوتیں۔ اس لئے آج کل کے برعکس لوگوں کے پاس وقت کی کمی نہ ہوتی۔ مگر اس زمانہ میں بھی میں نے ابا جی کو گھڑی کی سوئی کی طرح باقاعدگی سے کام کرتے اور ہمہ وقت مصروف دیکھا۔ گویا انہوں نے زندگی کے ہر لمحے کا حساب اپنے پروردگار کو دینا ہے کبھی ایک لحہ کے لئے فارغ بیٹھے نہیں دیکھا۔ کبھی دوست احباب کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف نہیں پایا۔

زندگی کے ہر سانس کے ساتھ میں نے انہیں سنتِ رسول پر عمل کرتے دیکھا۔ بڑے سے بڑے۔ باریک سے باریک پہلو کو بھی نظرانداز نہیں کرتے تھے۔

دعاؤں اور عبادت میں یہ ایک خاص بات تھی کہ دعا کے الفاظ کبھی صرف زبان سے ادا ہوتے ہوئے نہیں محسوس ہوئے دل کی گہرائیوں سے نکلتے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا میں اس قدر محو ہو جاتے کہ دنیا و مافیھا سے بے خبر اپنے رب کے سامنے کھڑے ہیں۔ صبح اٹھتے تو مسنون دعائیں پڑھتے ہوئے۔ رات کو سوتے تو مسنون دعائیں پڑھتے ہوئے۔ بیت الخلاء جاتے تو کافی دیر رک کر نہایت خشوع وخضوع سے مسنون دعائیں پڑھتے۔ باہر نکلتے تو بھی رک کر نہایت توجہ اور خشوع خضوع سے مسنون دعائیں پڑھتے، وضو کرتے تو اس طرح احتیاط اور دعائیں کرتے ہوئے کہ مجھے ہمیشہ یہی محسوس ہوا کہ ابا جی کا وضو بھی ہماری نماز سے بہتر عبادت ہے۔ گھر سے نکلتے وقت، گھر میں داخل ہوتے وقت دروازے پر کافی دیر رک کر پوری توجہ سے مسنون دعائیں پڑھتے۔ لباس بدلنا جوتا پہننا، کھانا کھانا پانی پینا غرضیکہ ہر کام سے پہلے باقاعدگی سے مسنون دعائیں پڑھتے۔ نمازیں بھی اسی طرح خشوع خضوع سے محو نظارہ پروردگار کا منظر پیش کرتے ہوئے بہت لمبی لمبی پڑھتے۔ غرضیکہ ان کی زندگی ایک مستقل عبادت تھی۔ اس پر خدمت دین اور جذبہ شوق اور اس کی وجہ داریاں۔

مگران سب ذمہ داریوں کے باوجود حقوق العباد سے کبھی غافل نہیں ہوئے اور ہماری تعلیم وتربیت، دوا علاج کی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھاتے۔ نماز

کی پابندی کروانے کا خاص خیال رکھتے۔ دفتر سے آتے تو پوچھتے کہ ''بچیا ظہر، عصر کی نماز پڑھی تھی''، کیونکہ ان کے سامنے جھوٹ بول نہیں سکتے تھے، اس لئے اتنا ہی کافی ہوتا کہ ابا جی پوچھیں گے تو کیا جواب دیں گے۔ مگر یہ یاد نہیں کہ کبھی بھی ڈانٹا ہو۔ اگر کبھی یہ بھی جواب دیا کہ نہیں پڑھی تو صرف اتنا کہا ''بچیا پڑھ لینا''، کبھی خود بیمار ہوتے تو دفتر کا کام گھر پر کرتے۔ ان دنوں مسجد نہ جاسکتے تھے تو نماز با جماعت سب گھر والے مل کر پڑھتے خصوصاً صبح اور مغرب کی نماز۔ ظہر اور عصر کے اوقات کیونکہ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوتے اسلئے کسی بھی بچے کو بلا کر نماز با جماعت پڑھ لیتے۔ اس طرح مجھے اکثر ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع ملا۔ ایسے وقت میں وہ نماز کافی لمبی لمبی پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ لمبی نماز کے بعد جب سلام پھیرا تو میں نے جلدی سے بھاگنے کی کوشش کی تو بلا بٹھایا اور کہا کہ تسبیح پڑھ کر جاؤ۔ اکثر سورتیں یاد کرنے کو کہہ دیتے کہ کل سنوں گا تو پھر یاد سے سنتے۔

ایک دفعہ میں 10-9 برس کی تھی تو مجھے پاگل کتے نے پاؤں پر کاٹ لیا۔ چلنا مشکل ہوتا تھا۔ گھر میں سے کسی کی ڈیوٹی لگا کر جاتے کہ بھائی جی (محمود احمد) کی دکان پر لے جانا اور پٹی کروانا۔ کبھی کبھی تو سائیکل پر بٹھا کر لے جاتے اور جب کبھی سائیکل نہ ہوتی تو بھائی کہتے کہ ہم گود میں اٹھا کر لے جائینگے۔ مگر میں شرم کی وجہ سے پیدل چلنے کو ترجیح دیتی۔ ایک دفعہ بھائی نے شکایت لگائی کہ

پیدل چل کر گئی تھی تو بجائے ناراض ہونے کے معذرت کرنے لگے کہ بچیا یہ تمہارے ابا کا فرض ہے مگر وہ نالائق یعنی کمزور ہے۔اس لئے اپنا کام دوسروں پر ڈال دیتا ہے۔تو مجھے بہت شرمندگی ہوئی۔

آخری دنوں میں بھی جب صحت کافی کمزور تھی گھر میں جب نئے پیدا ہونے والے بچے کو گود میں لے کر تھوڑی دیر ٹہلتے کہ اس کا بھی میرے اوپر حق ہے۔

جب ہم کبھی بچپن میں بیمار ہوتے تو ابا جی ہمارے بستر کے پاس کھڑے ہو کر بہت دیر تک دعائیں کرتے اور دم کرتے اور کوئی بچہ زیادہ بیمار ہوتا تو بکرہ کمرہ میں لاکر بچے سے اس کے اوپر ہاتھ پھراتے اور ربنا تقبل منا پڑھتے اور پڑھواتے اور پھر بکرا ذبح کرنے کے لئے لے جاتے۔

اگر گھر میں کبھی کسی کے پاس سے سانپ گذر جائے اور ابا جی کو اطلاع ہو جائے تو فوراً بکرہ صدقہ دیتے ہر ماہ کچھ ریزگاری لاکر گھر میں رکھ دیتے تاکہ کوئی فقیر آئے تو خالی ہاتھ نہ جائے۔

علم دوستی اور Discipline کا یہ عالم تھا کہ اگر سکول کے وقت کے بعد کوئی بچہ گھر میں نظر آئے اور پتہ چلے کہ طبیعت کی خرابی سے سکول نہیں گیا تو اسے اپنے ساتھ فضل عمر ہسپتال لے جاتے۔دوا لے کر دیتے ایک خوراک اپنے سامنے پلواتے پھر اسے سکول روانہ کرنے کے بعد دفتر جاتے۔مجھے یاد نہیں کہ ہم نے بچپن میں کبھی بغیر معقول وجہ کے سکول سے ناغہ کیا ہو۔

احباب جماعت دعاؤں کے لئے خط لکھتے تو مجھ سے پڑھواتے غلطی کی اصلاح کرتے۔ جواب لکھواتے۔ خط پڑھنے کے بعد خود بھی دعا کرتے اور مجھے بھی کہتے کہ تم سے اس لئے پڑھواتا ہوں تا کہ تم بھی دعا کرو۔ کیونکہ بچوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ زیادہ سنتا ہے۔ یہ بھی تعلیم اور تربیت کا ایک نمونہ تھا۔ علمی کامیابیوں پر خوشی کا اظہار کرتے اور حوصلہ افزائی کرتے۔

رشتہ داروں کے گھروں میں باقاعدگی سے جاتے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ بیماری میں عیادت کے لئے جاتے۔ یہ کام تو ہم بھی کرتے ہیں۔ مگر ہم اکثر تفریح طبع کے لئے ملنے چلے جاتے ہیں۔ مگر اباجی یہ کام احکام خداوندی کی بجا آوری اور سنتِ رسول ﷺ کی پیروی میں کرتے تھے اس لئے عین عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔

رب ارحمهما كما ربياني صغيرا

زکیہ طلعت